فضائل رمضان

مسائل رمضان

تقریباتِ رمضان

شبِ قدر

اعتکاف

افطاری کا وقت

اور عید الفطر کے مسائل پر علماء اہلسنّت و جماعت کے

نایاب رسائل کا مجموعہ

رسائل رمضان المبارک

مرتبہ: محمد نعیم اللہ خان قادری

ناشران: مکتبۂ اہلسنّت
نظامیہ کتاب گھر

فضائل رمضان — مسائل رمضان — تقریبات رمضان

شب قدر — اعتکاف — افطاری کا وقت

اور عید الفطر کے مسائل پر علماء اہلسنّت و جماعت کے

نایاب رسائل کا مجموعہ

رسائل رمضان المبارک

مرتبہ: محمد نعیم اللہ خان قادری

ناشران: مکتبہ اہلسنت — نظامیہ کتاب گھر

نام کتاب ـــــــ رسائل رمضان المبارک

مرتبہ ـــــــ محمد نعیم اللہ خاں قادری

صفحات ـــــــ 336

قیمت ـــــــ 250

ملنے کے پتے

مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور

مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور

احمد پبلشرز ہادیہ حلیمہ سنٹر لاہور

رسائل رمضان المبارک

ماہِ رمضان اور اُسوۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

افادات

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

ترتیب و تسہیل

سیّد عبد الرحمٰن بخاری

آئینہ

دیباچہ

حصہ اول — رمضان برکتوں کا مہینہ

حصہ دوم روزہ --- اسلامی فریضہ

رمضان

برکتوں کا مہینہ

نسبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور سید عالم ﷺ کی ذات اقدس تمام فضائل و کمالات کا سرچشمہ ہے۔ آپ ﷺ کو یہ کمالات اللہ تعالیٰ نے براہ راست عطا فرمائے ہیں۔ کسی دوسری چیز کے ذریعہ آپ ﷺ کو شرف حاصل نہیں ہوا بلکہ دوسری تمام مخلوقات نے آپ ﷺ سے شرف پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رحمت سے نوازتا ہے تاکہ اس کو فضیلت دے جیساکہ آپ ﷺ کی ولادت پاک کے لئے ماہ رمضان کی بجائے ربیع الاول کو اور جمعہ کی بجائے سوموار کے دن کو اور کعبہ کی بجائے آپ ﷺ کی جائے ولادت کو مشرف فرمایا۔ پس ہر فضیلت، ہر اچھائی، ہر خوبی، ہر کمال اور ہر شرف سید عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عطا سے ہے۔ رب دینے والا اور حبیب ﷺ تقسیم کرنے والے ہیں۔ ہر بھلائی، ہر نعمت، ہر مراد روز اول سے رہتی دنیا اور ابدالاباد تک جس کو ملی، ملتی ہے یا ملے گی سب حضور اقدس ﷺ کے دست اقدس اور خوان نعمت کا صدقہ ہے۔ آپ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کے ذریعے کوئی نعمت، کوئی مراد کسی کو ملی نہ کبھی ملے گی۔ خدا نے آپ ﷺ کو رحمتہ للعالمین بنایا ہے۔ اور فضیلتیں ساری آپ ﷺ کے صدقے اتارتا ہے اور آپ ﷺ کے ذریعہ بانٹتا ہے۔ ماہ رمضان کی سب فضیلتیں، سب برکتیں آپ ﷺ کا صدقہ اور فیضان ہے۔

(فتاوی ۳/۲۰۸، ۲۴۷)

ہلال رمضان

☆ ۲۹ شعبان کو غروب آفتاب کے بعد ہلال رمضان کی تلاش فرض کفایہ ہے۔ فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کچھ لوگ تلاش کریں اور وہ ایسے ہوں جو شرعاً معتبر ہیں تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو گیا۔ لیکن کوئی بھی تلاش نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے اور ہلال رمضان کی تلاش فرض اس لئے کی گئی ہے کہ یہ فرض (روزہ) تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ (فتاویٰ ۱۰/۴۵۰)

☆ جونہی چاند پر نظر پڑے فوراً جہاں تک ہو سکے زیادہ سے زیادہ ایسے لوگوں کو دکھا دیں جن کی گواہی کافی ہو۔ خاص کر ایسے حالات میں جبکہ مطلع صاف نہ ہو اور دفعتاً ابر ہٹنے سے چاند نظر آئے تو فوراً جلدی کر کے ایسے قابل اعتماد مسلمانوں کو دکھا دے جن کی گواہیاں کفایت کر جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ نیکی اور تقویٰ کے امور میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔ پھر چاند دیکھنا تو شرعی ذمہ داری ہے اور ایسا معاملہ ہے جس میں گواہوں کی کثرت بہرحال بہتر ہے۔ (فتاویٰ ۱۰/۴۵۷)

☆ جن لوگوں کو چاند نظر آئے ان پر لازم ہے کہ گواہی دینے میں تاخیر نہ کریں تاکہ چاند کے بارے میں صحیح فیصلہ ہو سکے۔ جو شخص بلا عذر گواہی دینے میں تاخیر کرے اور بعد میں کہے کہ میں نے چاند دیکھا تھا اب اس کی گواہی مردود ہو گی۔
(فتاویٰ ۱۰/۴۵۶)

☆ حضور نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ میں چاند دیکھنے کے جو آداب ملتے ہیں ان کو پوری طرح ملحوظ رکھیں اور ان پر عمل کریں۔ مثلاً یہ کہ چاند دیکھ کر اس کی طرف اشارہ نہ کریں کہ ایسا کرنا جاہلیت کے طریقوں میں سے ہے۔ اور چاند دیکھنے کے بعد منہ پھیر کر مسنون دعا مانگیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نیا چاند دیکھتے تو اپنا منہ اس کی طرف سے ہٹا کر دعا مانگتے۔ (ابوداؤد ۲۰/۳۳۹)

☆ احادیث طیبہ میں رویت ہلال کی بہت سی دعائیں آئی ہیں۔ چند دعائیں

یہاں پیش کی جا رہی ہیں:

۱۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذَا الشَّھْرِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ الْقَدْرِ وَ مِنْ شَرِّ یَوْمِ الْمَحْشَرِ

(مسند امام احمد۔ ۳۲۹/۵)

یعنی اے اللہ میں تجھ سے اس مہینے کی خیر مانگتا ہوں اور شر تقدیر اور شر قیامت سے تیری پناہ چاہتا ہوں

۲۔ اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالسَّلَامِ وَالسَّکِیْنَۃِ وَالْعَافِیَۃِ وَالرِّزْقِ الْحَسَنِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی رَبِّیْ وَ رَبُّکَ اللّٰہُ

(ترمذی' ابن حبان' عمل الیوم اللیلۃ)

یعنی اے اللہ اس چاند کو ہم پر برکت' ایمان' سلامتی اور امن والا بنادے۔ ہم پر سکون' عافیت اور رزق حسن اتار اور اس چیز کی توفیق دے جس میں تیری پسند اور رضا ہو۔ اے چاند میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔

۳۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذَا الشَّھْرِ وَ خَیْرِ الْقَدْرِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ

(معجم کبیر ۲۷۶/۴)

یعنی اے اللہ میں تجھ سے اس مہینے کی اور تقدیر کی خیر مانگتا ہوں اور اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

۴۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذَا الشَّھْرِ وَ نُوْرِہٖ وَ ھُدَاہُ وَطُھُوْرِہٖ وَ مُعَافَاتِہٖ

(عمل الیوم واللیلۃ)

یعنی اے اللہ میں تجھ سے اس ماہ کی خیر' اس کا نور' اس کی برکت' اس کی ہدایت' اس کی طہارت اور عافیت مانگتا ہوں۔

۵۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا خَيْرَهٗ وَ نَصْرَهٗ وَ بَرَكَتَهٗ وَ فَتْحَهٗ وَ نُوْرَهٗ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَ شَرِّ مَا بَعْدَهٗ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۰/۳۹۹)

یعنی اے اللہ ہمیں اس ماہ کی خیر' اس کی مدد' برکت' رحمت' اس کی فتح اور نور عطا فرما اور ہم اس کے شر سے اور اس کے مابعد کے شر سے تیری پناہ ڈھونڈتے ہیں۔

۶۔ هِلَالُ خَيْرٍ وَ رُشْدٍ آمَنْتُ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ۔

(سنن ابی داؤد ۲/۳۳۹)

یعنی اے رشد و بھلائی کے چاند میں تیرے پیدا کرنے والے پر ایمان رکھتا ہوں۔

☆ جب رمضان یا عید کا چاند نظر آنے کا شرعی ثبوت مل جائے اور سرکاری طور پر باقاعدہ اس کا اعلان ہو جائے تو اب عوام شہروں اور محلوں میں خوشی منانے کے لئے آتشبازی اور ہوائی فائر وغیرہ کر سکتے ہیں۔ عام طور پر آتشبازی وغیرہ اس لئے ناجائز ہے کہ اس میں مال ضائع ہوتا ہے جبکہ یہاں ایک اچھے کام اور نیت صالحہ کے ساتھ ایسا کیا جا رہا ہے لہٰذا مستحسن فعل ہے۔ (فتاوی ۱۰/۴۵۷)

ماہ رمضان کے معمولات

اعمال صالحہ

☆ رمضان المبارک میں ہر نیک عمل کا ثواب باقی مہینوں کے عمل سے کہیں زیادہ ہے۔ ماہ رمضان میں نفل ادا کرنا دوسرے مہینوں میں فرض ادا کرنے کے برابر اور اس ماہ مبارک میں ایک فرض ادا کرنا دیگر مہینوں کے ستر فرائض جتنا اجر و ثواب رکھتا ہے۔ اور خدا کا فضل و کرم تو اس سے بھی زیادہ وسیع اور بڑھ کر ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے ماہ رمضان کی نسبت سے ارشاد فرمایا:

من تقرب فیه بخصلة من الخیر کان کمن ادی فریضة فیما سواه و من ادی فیه فریضة کان کمن ادی سبعین فریضة فیما سواه۔ (صحیح ابن خزیمہ، ۱۹۱/۳)

یعنی جس آدمی نے رمضان میں کوئی مستحب عمل انجام دیا وہ نیکی اور اجر وثواب کے لحاظ سے اس شخص کے برابر ہے جس نے کسی اور مہینے میں فرض ادا کیا ہے اور جس آدمی نے رمضان میں ایک فرض ادا کیا وہ اس کے علاوہ کسی مہینے میں ستر فرائض ادا کرنے والے شخص کے برابر فضیلت اور ثواب کا مستحق ہے۔

☆ رمضان شریف زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمانے کا مہینہ ہے۔ اعمال صالحہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اور رضائے الٰہی کا حصول بندے کا متاعِ مقصود ہے۔ پس جہاں تک ممکن ہو اس مہینے میں اعمال صالحہ کی کثرت کرنی چاہیے۔ (فتاویٰ ۵۱۷/۸ و دیگر مقامات)

مستحبات

ماہ رمضان میں زیادہ سے زیادہ مستحب اعمال بجالانے کی کوشش کریں۔ اوقات فاضلہ میں اعمال صالحہ کی کثرت قطعاً" مطلوب و مندوب ہے۔ مستحب اعمال کثرت ثواب کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ سنن ' واجبات اور فرائض کی شان بڑھتی ہے۔ چنانچہ مستحبات اکمال سنن کے لئے ہیں۔ سنتیں اکمال واجب کے لئے' واجبات اکمال فرائض کے لئے اور فرائض اکمال ایمان کے لئے۔ یوں مستحبات شرعاً اعمال مقصودہ قرار پاتے ہیں۔ اور اس ماہ مبارک میں تو ویسے بھی ہر مستحب عمل کا ثواب فرض کے برابر ہو جاتا ہے۔ (فتاوی ۱/۷۰۶)

تہجد

تہجد بہترین عبادت ہے۔ حضور پر نور سید المرسلین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم و قربۃ الی اللہ تعالٰی و منھاۃ عن الاثم و تکفیر للسیئات و مطردۃ للداء عن الجسد۔ (ترمذی ۲/۱۹۴)

یعنی تہجد کو اپنا معمول بنالو کہ وہ تم سے پہلے نیک لوگوں کی عادت ہے یہ قرب الٰہی کا ذریعہ' گناہوں کا کفارہ اور جسم کی بیماریاں دور کرنے والا عمل ہے۔

رمضان میں شب بیداری آسان ہوتی ہے اس لئے تہجد کی نماز فوت نہیں ہونی چاہئے۔ تاہم ایک بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ایسا نہ ہو آدمی رات بھر جاگ کر عبادت کرتا رہے اور صبح فجر کی نماز جماعت کے بغیر اکیلے پڑھ کر سو جائے۔ یاد رکھیے کہ عشاء اور فجر کی نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھنا پوری رات جاگنے کے برابر ہے۔ اور ترک جماعت بہت بڑی محرومی ہے۔ ایک بار ماہ رمضان میں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو حثمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے سلیمان رضی اللہ عنہ کو جماعت صبح میں نہ پایا۔

آپ ان کے گھر گئے تو وہ آرام کر رہے تھے۔ والدہ سلیمان حضرت شفاؓ سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ دونوں رات بھر نماز میں مشغول رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ پھر انہوں نے نماز فجر ادا کی اور سو گئے۔ اس پر امیرالمومنین حضرت عمرؓ نے فرمایا:

لان اشهد الصبح في جماعة احب الي من قيام ليلة

(مصنف عبدالرزاق ۱/۵۲۹)

یعنی جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا کرنا مجھے ساری رات کے قیام سے زیادہ محبوب ہے۔

اشراق

صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک دنیاوی باتیں کرنا مکروہ ہے اس سے بچیں اور اس دوران ذکر الٰہی میں مشغول رہیں اور سورج نکلنے کے بعد اشراق کے نوافل پڑھیں۔ پھر ہو سکے تو ایک پہر دن چڑھے نماز چاشت ادا کریں اور اس کے بعد کچھ دیر قیلولہ کریں۔

(فتاوی ۱/۳۳۲، ۷/۴۴۵)

قیلولہ

قیلولہ سنت ہے اور ماہ رمضان میں شب بیداری کے باعث عام طور پر لوگوں کا معمول بن جاتا ہے۔ لیکن قیلولہ ایسے تنگ وقت میں نہیں ہونا چاہئے کہ ظہر کی جماعت کا وقت نزدیک ہو کہ مبادا جماعت سے محروم ہو جائے۔ اولیائے کرام قدس سرہم نے قیلولہ کے لئے خالی وقت رکھا ہے جس میں نماز و تلاوت نہیں۔ یعنی ضحوہ کبری سے نصف النہار تک۔ وہ فرماتے ہیں: چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر قیلولہ بہتر ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہئے کہ زوال سے پہلے وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر استواء کے وقت، جو ابتدائے ظہر ہے، ذکر و

تلاوت میں مشغول ہو۔ قیلولہ کبھی کبھی تکیہ و بستر کے بغیر بھی ہونا چاہئے کہ مسنون ہے۔ (فتاوی ۷/۸۷، ۸۸)

دوام وضو

ہر وقت باوضو رہنے کی عادت ڈالیں۔ خاص کر اس ماہ مبارک کی برکتیں سمیٹنے کیلئے ذکر و تلاوت و عبادت میں مشغول رہنا چاہئے۔ اور اس کے لئے دوام وضو درکار ہے۔ پھر یہی نہیں کہ وضو اکثر عبادات کا جزو، شرط یا وسیلہ ہے بلکہ فی نفسہ بھی ایک نوع مقصودیت سے حظ رکھتا ہے۔ یعنی بذات خود ایک عبادت مقصودہ ہے۔ اسی لئے ائمہ دین کا اجماع ہے کہ ہر وقت باوضو رہنا اور جب بھی وضو ٹوٹے فوراً نیا وضو کرنا مستحب ہے۔ بلکہ امام محمد بن ابی بکر نے شرعۃ الاسلام میں ہر دم باوضو رہنے کو اسلام کی سنتوں میں سے بتایا ہے اور امام فقیہ ابواللیث نے یہ روایت بیان کی ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا، اے موسیٰ! اگر بے وضو ہونے کی حالت میں تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو خود آپ کو ملامت کرنا"۔

بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہمیشہ باوضو رہے اللہ تعالیٰ اسے سات فضیلتیں عطا فرماتا ہے:

۱۔ اس کے اعضاء و جوارح تسبیح الٰہی میں مشغول رہیں۔
۲۔ قلم اس کی نیکیاں لکھتا رہے۔
۳۔ اسے ملائکہ کی ہم نشینی میسر آئے۔
۴۔ جب سوئے تو فرشتے جن و انس کی شر سے اس کی حفاظت کریں۔
۵۔ اس سے باجماعت نماز کی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو۔
۶۔ سکرات موت اس پر آسان ہو۔
۷۔ جب تک باوضو ہو اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں رہے۔

(فتاوی ۱/۷۰۲، ۷۰۳)

باجماعت نماز

ہر نماز باجماعت ادا کرنا ضروری ہے۔ جماعت سنت موکدہ یا واجب ہے۔ اس میں کوتاہی عام حالات میں بھی بہت بڑی محرومی ہے چہ جائیکہ ماہ رمضان کی خاص فضیلتیں آدمی ضائع کر دے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب ایسی فضیلت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو باوجود عذر کے اسے چھوڑنے کی اجازت نہیں دی۔ (مجمع الفوائد ۲/۴۳)

☆ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص شرعاً معذور ہی کیوں نہ ہو اگر وہ نماز باجماعت کا ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے مسجد میں حاضر ہو کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے۔ فضیلت جماعت حاضری کے بغیر حاصل نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ ۷/۷۱، ۷۲)

☆ باقی رہا بغیر عذر کے جماعت چھوڑنا تو اس پر سخت ہولناک وعیدیں آئی ہیں جماعت عشاء میں حاضر نہ ہونے والوں کے گھر جلانے کا قصد فرمانا صحیحین (بخاری و مسلم) کی حدیث سے ثابت ہے اور ایک جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جماعت سے پیچھے رہنے والوں کے بارے میں فرمایا:

لو ترکتم سنۃ نبیکم لکفرتم (ابوداؤد ۱/۸۱)

یعنی اگر تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت ترک کر دی تو تم نے کفر کیا۔

(فتاویٰ ۷/۸۱)

دعا

بندے کو چاہیے کہ نماز پنج گانہ، عیدین، تہجد، ذکر، تلاوت اور روزہ ہر عبادت کے بعد خشوع و خضوع سے دعا مانگے اور بارگاہ الٰہی میں اپنی حاجات پیش کرے۔ قرآن و سنت اور اجماع امت کی رو سے دعا اعظم مندوبات دینیہ و اجل مطلوبات شرعیہ (یعنی دین کے پسندیدہ اعمال میں سب سے بڑھ کر) ہے۔ نیز قبولیت دعا کے اوقات اور احوال کی تلاش و جستجو مسنون اور محبوب عمل ہے۔ حضور پر نور سرور عالم ﷺ کا

ارشاد گرامی ہے:

ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات فتعرضوا لہ لعلہ ان یصیبکم نفحۃ منھا فلا تشقون بعدھا ابدا۔

(معجم کبیر ۱۹/۲۳۴)

یعنی بے شک تمہارے رب کے لئے تمہارے زمانے کے دنوں میں کچھ خاص اوقات جود و کرم اور عطاء و بخشش کے ہیں، انہیں ڈھونڈو اور پانے کی تدبیر کرو۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی وقت تمہیں مل جائے تو پھر کبھی بدبختی تمہارے پاس نہ آئے۔

لطف و کرم کے ان خاص لمحات کو ویسے تو ہر دن اور ہر مہینے میں ڈھونڈنا چاہئے لیکن اس مہینے میں تو خاص اہتمام کرنا چاہئے۔ (فتاوی ۸/۵۲۲)

توبہ

توبہ ہر حال میں لازم ہے۔ جب بھی آدمی سے کوئی گناہ سرزد ہو اسے چاہئے کہ فوراً توبہ کرے۔ پوشیدہ گناہوں سے توبہ پوشیدہ اور اعلانیہ گناہوں سے توبہ بھی اعلانیہ ہونی چاہئے۔ زبان سے توبہ کا لفظ بولنا ضروری ہے نہ کافی، بلکہ جو برائی سرزد ہوئی ہے اس پر دل سے ندامت اور اس سے نفرت و اظہار برات درکار ہے۔

(فتاوی ۱۳/۶۴۹)

☆ توبہ سچے دل سے ہو تو قبول ہوتی ہے اور توبہ کرنے والا شخص گناہ سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔ (فتاوی ۱۴/۶۱۲)

☆ توبہ کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ ماہ رمضان کی برکتوں سے فیضیاب ہونے کے لئے بندے کو چاہئے سب سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

جب تم سے کوئی برائی سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرو۔ اگر گناہ

پوشیدہ ہے تو اس سے توبہ بھی پوشیدہ طور پر کرو اور اگر گناہ علانیہ ہے تو اس سے توبہ بھی اعلانیہ کی جائے۔

(کنزالعمال ۸/۱۰۔ معجم الکبیر ۲۰/۱۵۹)

سجدہ شکر

بندے کو اپنے رب کا سب سے زیادہ قرب سجدے میں ہوتا ہے اور سجدے چار قسم کے ہیں۔ سجدہ نماز' سجدہ تلاوت' سجدہ سہو اور سجدہ شکر۔ سجدہ شکر سنت مستحبہ ہے۔ غزوہ بدر میں جس وقت ابوجہل کا سر کاٹ کر لایا گیا تو حضور ﷺ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ سجدہ شکر کے مواقع بے شمار ہیں۔ بندے کو چاہئے کہ سجدوں کی کثرت کرے خاص کر اس ماہ مبارک میں تو ہر عمل کا ثواب کہیں زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

(ملفوظات ۱/۸۸)

ذکر الٰہی

زندگی کے تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر دوام اختیار کرو اور خاص کر اس ماہ مبارک جس قدر ممکن ہو کثرت سے خدا کا ذکر کرتے رہو۔ قرآن و حدیث میں ذکر الٰہی کی فضیلت کے دلائل حد شمار سے باہر ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یا ایھا الذین آمنوا اذکروا اللّٰہ ذکرا کثیرا

اے ایمان والو! کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتے رہو

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت کا منشا یہ ہے کہ تمام اوقات اور احوال میں اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

فاذکروا اللّٰہ قیاما و قعودا و علی جنوبکم

یعنی اللہ کا ذکر کرتے رہو کھڑے ہوئے' بیٹھے ہوئے اور اپنی کروٹوں پر۔

حضور سرور کائنات ﷺ کا اسوہ مبارک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

۔ نے ایک حدیث میں یوں بیان کیا ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ تعالی علی کل احیانہ (ابوداؤد ۱/۴)

یعنی حضور پر نور سید عالم ﷺ ہر وقت خدا کا ذکر کرتے رہتے۔

اور اہل ایمان کو آپ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ

لا یزال لسانک رطبا من ذکر اللہ

یعنی ہمیشہ ذکر الٰہی میں اپنی زبان کو تر رکھو

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

اکثری من ذکر اللہ فانک لا تاتین بشئی احب الیہ من کثرۃ ذکرہ (در منثور ۵/۲۰۵)

یعنی اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو کہ تم کوئی ایسی چیز نہ لا سکو گی جو خدا کو اپنے ذکر کی کثرت سے زیادہ پیاری ہو۔

(فتاوی ۸/۵۳۶، ۵۳۷)

درود پاک

حضور سرور کونین ﷺ کی ذات گرامی پر خود اﷲ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں۔ اہل ایمان کو بھی آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں درود و سلام کے نذرانے پیش کرنے کا حکم دیا۔ درود پاک ایمان کی پہچان، محبت کا نشان اور نجات کا سامان ہے۔ جو شخص درود پاک پڑھنے سے گریز کرے وہ بہت ہی محروم ہے۔

ایک حدیث پاک میں آیا ہے:

"جو شخص نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی سنے، پڑھے یا بولے اور درود نہ بھیجے اس سے زیادہ بخیل اور کوئی نہیں"۔

اس لئے ماہ رمضان میں جتنا زیادہ سے زیادہ وقت ممکن ہو اپنے آقا و مولا حضور سید

عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں درود و سلام پیش کرتے رہیں۔

خصوصی اذکار

قارئین محترم! اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اہل ایمان کے لئے صبح و شام اور مختلف اوقات میں پڑھنے کی خاطر خاص دعائیں' تسبیحات اور اذکار و اوراد تجویز فرمائے ہیں۔ جو آپ کے اپنے معمولات میں بھی شامل رہے۔ ماہ رمضان کی بابرکت سعادتوں میں ان خصوصی اذکار اور دعاؤں کا اہتمام اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ تاہم طوالت کے خوف سے یہاں اِن خصوصی اذکار کا بیان ممکن نہیں۔ اس کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ "الوظیفہ الکریمہ"

لایعنی کاموں سے گریز

(مرتب)

ماہ رمضان بڑا ہی برکتوں والا مہینہ ہے۔ یہ وقت بہت قیمتی ہے اسے لا یعنی اور عبث کاموں میں ضائع نہ کریں۔ عبث اور لا یعنی کام وہ ہے جو از روئے شرع یا عقل بندے کے لئے کسی قسم کا کوئی دنیوی یا اخروی فائدہ نہ رکھتا ہو۔ انسان یوں تو ہر وقت کسی نہ کسی ذہنی یا جسمانی شغل میں مصروف ہوتا ہے۔ مگر یہ مصروفیت اگر دینی یا دنیوی ہر لحاظ سے بے فائدہ ہو تو بندہ سراسر گھاٹے میں رہتا ہے۔ پھر ماہ رمضان کے انتہائی قیمتی اوقات بندہ یونہی عبث اور لایعنی کاموں میں ضائع کیوں کرے۔ ہاں اگر کسی وقت تکان ہو تو آدمی ترویح قلب کے لئے کوئی جائز تفریح کر سکتا ہے تاکہ دین میں سختی محسوس نہ ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے مباح لہو کی اجازت فرما دی ہے اور یہ لہو بعض اوقات منافی کمال نہیں ہوتا جیسا کہ امام ابن حجر مکی نے اور علامہ عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں تصریح فرمائی ہے۔

(فتاویٰ ۱/۱۴۲)

قضا نمازیں

قضا نمازیں جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہیں۔ نہ معلوم کس وقت موت آ

جائے۔ اور جب تک فرض آدمی کے ذمہ باقی رہتا ہے کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا۔ اس لئے قضا نمازیں ادا کرنے میں بندہ کاہلی نہ کرے۔ اور ماہ رمضان اس کے لئے بہترین وقت ہے۔ عبادت کا ماحول بن جاتا ہے اور آسانی سے آدمی اپنی قضا نمازیں پوری کر سکتا ہے۔ (ملفوظات ا/۷۰)

بعض لوگوں نے قضاء عمری ادا کرنے کا ایک خاص طریقہ گھڑ لیا ہے کہ ماہ رمضان کے آخری جمعہ کو امام فجر سے عشاء تک **بعجلت** نمازیں پڑھائے۔ اس سے تمام لوگوں کی عمر بھر کی قضا ادا ہو جائے گی۔ یہ قضائے عمری کی جماعت جاہلوں کی ایجاد اور محض ناجائز و باطل ہے۔ اسوہ محبوب ﷺ میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔
(فتاویٰ ۷/۵۲، ۲۱۸)

گناہوں سے اجتناب

روزہ دار کو چاہئے حتی الامکان گناہوں سے بچے کیونکہ گناہوں کے ارتکاب سے روزے کی نورانیت ختم ہو جاتی ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں عمداً کوتاہی کرنا جرم ہے۔ جھوٹ بولنا، قطع رحمی یعنی رشتوں کو توڑنا اور کسی مسلمان کو ایذا پہنچانا کبیرہ گناہ ہیں۔ ان سے بچنا چاہئے۔ کبائر کی فہرست بہت طویل ہے اور صغائر پہ اصرار سے وہ بھی کبائر بن جاتے ہیں۔ گناہوں کی نحوست انسان کی نیکیوں اور عبادات پر اثر انداز ہوتی ہے۔

جلد سو جائیے

نماز عشاء کے بعد دنیاوی گفتگو ممنوع ہے۔ اگر کوئی ضروری کام یا مشغولیت نہ ہو تو رات کو جلدی سو جانا چاہئے تاکہ نماز تہجد کے لئے بیدار ہو سکیں۔ ماہ رمضان میں تو سحری کے لئے بھی اٹھنا ہوتا ہے لہٰذا عشاء کے بعد اپنے معمولات سے فارغ ہو کر جلدی سو جانا بہتر ہے۔

نوافل

ماہ رمضان میں اکثر لوگ نوافل با جماعت ادا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ نفل با جماعت ادا تو ہو جاتے ہیں لیکن نفلوں کی جماعت کے لئے لوگوں کو بلانا' اور دعوت دینا شرعاً" درست نہیں ہے۔ (فتاوی ۱۰/۶۰۳)

شبینہ

بعض جگہ رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شبینہ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ شبینہ میں با جماعت نوافل کے اندر ایک یا زیادہ راتوں میں قرآن پاک ختم کیا جاتا ہے۔ شبینہ فی نفسہ قطعاً" جائز اور پسندیدہ عمل ہے۔ اکابر ائمہ دین کا معمول رہا ہے۔ لوگوں کو سستی اور ملال سے بچانے کے لئے ختم قرآن کی اصل مدت تین دن رکھی گئی ہے ورنہ جو لوگ ذوق و شوق اور قدرت و نشاط رکھتے ہوں انہیں ایک شب میں ختم قرآن کی ممانعت کیونکر ہو سکتی ہے۔ سلف صالحین میں سے بعض اکابر دن رات میں ایک یا دو بار ختم کرتے۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے تیس برس کامل ہر رات کو نماز کی ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کیا۔ (ردالمحتار ۱/۶۴)

اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا عمل ہمارے لئے قابل تقلید حجت ہے۔ پس ماہ رمضان میں شبینہ کا اہتمام ایک پسندیدہ عمل ہے۔ (فتاوی ۷/۴۶۵، ۴۷۷)

نماز تراویح

☆ تراویح ماہ رمضان کی خصوصی عبادت ہے۔ یہ نماز میں پورا قرآن حکیم سننے کا بہترین موقع ہے۔ تراویح سنت موکدہ ہے اور اس کی تعداد بیس رکعت ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شب تراویح میں امامت فرمائی اور پھر اس خیال سے ترک فرما دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مداومت سے امت پر فرض ہو جائے گی جیسا کہ صحاح ستہ کی روایات سے ظاہر ہے۔ پھر امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جماعت تراویح کا

اجراء فرمایا اور عامہ صحابہ کرام اس پر مجتمع ہوئے تو یہ سنت موکدہ ثابت ہوئی۔ کیونکہ خلفائے راشدین نے اس پر دوام فرمایا۔ اور خلفاء راشدین کی سنت خود حضور اکرم ﷺ کی ہی سنت ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین عضوا علیہا بالنواجذ (ابوداؤد ۲/۲۷۹)

تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے اسے مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو۔

ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لوگو! تم میرے بعد میرے صحابہ ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرنا"۔

(ترمذی ۲/۲۰۷)

☆ پس تراویح بیس رکعت سنت عین ہیں کہ اگر کوئی شخص بلا عذر شرعی ترک کرے تو مبتلائے کراہت و اساءت ہو۔ اور مساجد میں باجماعت تراویح ادا کرنا سنت کفایہ ہے کہ اگر اہل محلّہ اپنی اپنی مسجدوں میں جماعت قائم کریں اور بعض لوگ گھروں میں تنہا پڑھیں تو حرج نہیں۔ لیکن اگر تمام اہل محلّہ ترک کریں تو سب گناہگار ہوں۔

(فتاویٰ ۶/۱۸۵ ـ ۷/۴۵۷، ۴۶۱، ۴۷۱، ۹/۲۸۱)

☆ تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد بیٹھ کر تین مرتبہ یہ تسبیح پڑھنی چاہئے:

سُبْحٰنَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحٰنَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْعَظَمَۃِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحٰنَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَالرُّوْحِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نَسْتَغْفِرُاللّٰہَ نَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَ نَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ۔

(فتاویٰ ۷/۴۶۱ بحوالہ در مختار)

☆ جو شخص بلا عذر شرعی ماہ رمضان کا روزہ نہ رکھے وہ فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ لہٰذا ایسے حافظ کو جو روزہ نہ رکھے نماز تراویح کی امامت نہ کرنے دی جائے۔ (فتاوی ۶/۴۰۶)

☆ جس آدمی نے عشاء کے فرض جماعت سے پڑھے ہوں اور تراویح تنہا ادا کی ہو تو وہ جماعت وتر میں شریک ہو سکتا ہے۔ لیکن جس نے فرض تنہا ادا کئے ہوں تو خواہ تراویح جماعت کے ساتھ ہی کیوں نہ پڑھی ہو وہ وتر کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ وتر تابع ہیں فرض کے۔ (فتاوی ۱۰/۶۰۵)

ختم قرآن حکیم

☆ تراویح میں پورا کلام اللہ شریف ایک بار پڑھنا یا سننا سنت موکدہ ہے اور محققین کے نزدیک سنت موکدہ کا تارک گنہگار ہے۔ لہٰذا ہر سال نماز تراویح میں پورے قرآن حکیم کی سماعت کرنی چاہئے۔ لوگوں کی سستی اور کاہلی کی وجہ سے اسے ترک نہ کیا جائے۔ (فتاوی ۷/۴۵۸، ۴۷۴)

☆ نماز میں سجدہ تلاوت کی آیت پڑھی جائے تو فوراً سجدہ کرنا واجب ہے کیونکہ اب وہ نماز کا جزو بن گیا ہے لہٰذا اگر تین آیات کی تاخیر کی تو گناہگار ہو گا۔ تاہم اگر آیت سجدہ پڑھتے میں رکوع کر لیا تو سجدہ تلاوت رکوع سے ادا ہو جائے گا۔ لیکن اگر عمداً سجدہ نہ کیا اور نہ ہی رکوع میں گیا تو اب اس بالارادہ غلطی کی اصلاح سجدہ سہو کے ذریعہ ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ سجدہ سہو سے بھول کی تلافی ہوتی ہے عمد یعنی بالارادہ غلطی کی نہیں۔ (فتاوی ۱۰/۶۰۷)

☆ اگر نماز میں سجدہ تلاوت کرنا بھول گیا تو جب تک وہ حرمت نماز کے اندر ہے اس کی قضا بجا لا سکتا ہے۔ حرمت نماز کے اندر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ سلام پھیر چکا ہو مگر نہ جگہ سے اٹھا ہو اور نہ کوئی بات کی ہو تو ایسی صورت میں پہلے سجدہ تلاوت پھر سجدہ سہو دونوں ادا کر لے۔ اسی طرح اگر نماز میں سجدہ تلاوت بھول کر تاخیر سے مثلاً اگلی رکعت میں ادا کیا تو سجدہ سہو لازم آئے گا۔ (فتاوی ۱۰/۶۰۷)

☆ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن پاک کی آیت ہے۔ ہر ختم قرآن میں ایک دفعہ اسے پڑھا جانا چاہئے۔ لہٰذا تراویح میں جب ختم کلام مجید کیا جائے تو ایک بار اسے جہراً پڑھنا لازم ہے سورہ بقرہ سے سورہ ناس تک کسی ایک سورہ پر بلند آواز سے پڑھ لی جائے۔ اس کے بغیر سنت کے مطابق ختم قرآن نہ ہو گا۔ (فتاوی ۷/۴۶۰، ۴۷۴)

☆ نماز تراویح میں ختم قرآن کے وقت سورہ اخلاص تین بار پڑھی جاتی ہے۔ یہ ایک مستحسن عمل ہے کیونکہ سورہ اخلاص ایک بار پڑھنا ثلث قرآن کے برابر ہے اور تین بار پڑھنا پورے ختم قرآن کے برابر ثواب رکھتا ہے۔ (فتاوی ۸/۴۲۱۔ ۷/۴۴۷)

☆ بعض لوگ ختم قرآن حکیم کے بعد نماز تراویح پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسا کرنا غلط ہے۔ تراویح مستقل عبادت ہے اور ماہ مبارک کی تمام راتوں میں بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ ہاں اگر کسی وجہ سے تراویح کا ناغہ ہو گیا تو ان کی قضا نہیں ہے۔ (فتاوی ۷/۴۵۹)

☆ حافظ اگر ایک جگہ تراویح میں چند روز کے اندر قرآن پاک ختم کر لے اور اب آئندہ تاریخوں میں اسی جگہ دوبارہ یا کسی دوسرے مقام پر سنانا چاہتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور حافظ جتنی بار بھی قرآن پاک ختم کرے اسے ہر دفعہ مسنون تلاوت کا ثواب ملے گا۔ یہ کہنا غلط ہے کہ پہلی دفعہ قرآن سنانا مسنون اور پھر نفل ہو گا۔ (فتاوی ۱۰/۵۹۸)

☆ البتہ ایک ہی رات اگر امام دو جگہ تراویح میں قرآن پاک سنائے اور پہلی جگہ بیس تراویح پوری ادا کی ہوں تو دوسری جگہ سننے والوں کو سنت تراویح میں ختم قرآن کا ثواب نہیں ملے گا کیونکہ امام دوسری جگہ نفل پڑھا رہا ہے۔ (فتاوی ۱۰/۶۰۰)

اعتکاف

ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت موکدہ علی وجہ الکفایہ ہے۔ چونکہ حضور پر نور سید عالم ﷺ نے پورے عشرہ اخیرہ کے اعتکاف پر مواظبت اور

مداومت فرمائی ہے اس لئے پورے دس دن کا اعتکاف سنت ہے۔ ایک روز بھی کم ہو تو سنت ادا نہ ہو گی۔ رد المحتار میں ہے:

المسنون هو اعتكاف العشر بتمامه

یعنی سنت اعتکاف رمضان کے پورے آخری عشرہ کا ہے

فتح القدیر میں اعتکاف کی اقسام بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

الاعتكاف ينقسم الى واجب و هو المنذور تنجيزا او تعليقا و الى سنة موكدة و هو اعتكاف العشر الاواخر من رمضان و الى مستحب و هو ما سواهما

یعنی اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔ ایک واجب جس کی نذر مانی گئی ہو خواہ فوری ہو یا معلق۔ دوسرا سنت موکدہ اور یہ رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف ہے۔ اور تیسرا مستحب جو ان دونوں صورتوں کے علاوہ ہے۔ (فتاوی ۱۰/۶۵۴، ۶۵۵)

معتکف کو لازم ہے کہ مسجد کے احترام اور آداب کو پوری طرح ملحوظ رکھے۔ ایسا کوئی عمل نہ کرے جو تعظیم مسجد کے منافی ہو۔ کھانا احتیاط سے کھائے تاکہ شوربا، دودھ وغیرہ کوئی چیز گرنے سے مسجد کا فرش آلودہ نہ ہو۔ مسجد میں اگالدان رکھنا ٹھیک نہیں۔ ہاں اگر کھانسی سے بار بار بلغم آتا ہو تو پھر معذور ہے۔ مسجد کو گھر کی طرح استعمال نہ کرے۔ دوسرے نمازیوں اور معتکفین کو ایذا نہ پہنچائے حتی کہ ذکر و تلاوت بلند آواز سے کرنے میں بھی دوسروں کا خیال رکھے۔ مسجد شعائر اللہ میں سے ہے اور اس کا احترام تقوی کی نشانی ہے۔ (فتاوی ۸/۹۷ - ۹/۴۹۱)

معتکف مسجد کے اندر مسواک کرنے سے گریز کرے کیونکہ مسواک عموماً تر استعمال کی جاتی ہے جس سے منہ کی رطوبتیں خارج ہوتی ہیں اور ان سے مسجد کے ملوث ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ ہاں اگر کسی برتن میں یہ عمل کیا جائے تو حرج نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ مسواک وضو کے ساتھ کی جائے۔ (فتاوی ۱/۶۱۵)

٭ کوئی شخص مسجد میں اعتکاف بیٹھا ہو اور اسی حالت میں اس پر غسل فرض ہو

جائے تو اس پر لازم ہے کہ فوراً" تیمم کرے۔ چاہے مسجد کی زمین یا دیوار ہی سے ہو کیونکہ مسجد میں بحالت جنابت ایک لحظہ کے لئے بھی ٹھہرنا یا چلنا حرام ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے وہ قریب ترین چیز سے تیمم کرے اور پھر فوراً" غسل کرنے کے لئے مسجد سے باہر چلا جائے اور نکلنے کے لئے قریب ترین دروازہ اختیار کرے۔

(فتاوی ۳/۴۷۹-۴۸۰)

شب قدر

شب قدر خدا کی طرف سے اہل ایمان کے لئے خاص تحفہ ہے۔ یہ حضور ﷺ کی رحمتوں کا صدقہ ہے۔ پچھلی امتوں کے لوگ طویل عمر پاتے اور زیادہ عبادت کرتے۔ حضور سید عالم ﷺ کی امت کو خدا نے ایک رات ایسی عطا کر دی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یہ وہ رات ہے جس میں قرآن پاک اترنا شروع ہوا۔ ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی کوئی طاق رات شب قدر ہوتی ہے۔ اس میں فرشتے اور جبرئیل امین اترتے ہیں۔ اپنے رب کی طرف سے ہر کام کے لئے۔ یہ رات سراسر عافیت اور سلامتی کی رات ہے۔ غروب آفتاب سے طلوع فجر تک۔ جس کو یہ رات مل جائے اس نے بہت کچھ پالیا۔ (کنزالایمان)

لیلتہ القدر میں شب بیداری مستحب ہے۔ شیخ ابو طالب مکی قوت القلوب میں لکھتے ہیں:

> "سال بھر میں پندرہ راتیں ایسی ہیں جن میں بیدار رہ کر عبادت کرنا مستحب ہے۔ رمضان المبارک میں آخری عشرہ کی پانچ طاق راتیں کہ لیلتہ القدر انہی میں ہوتی ہے اور یوم بدر ۱۷ رمضان کی رات"۔

شب قدر اوقات **فاضلہ** میں سے ہے۔ اور اوقات **فاضلہ** میں اعمال صالحہ کی کثرت شرعاً مطلوب ہے۔ اس رات کی خصوصی نماز صلوٰۃ القدر بلاد اسلام میں رائج ہے جس سے بعض علماء متاخرین اس لئے گریز کرتے ہیں کہ عوام سنت نہ سمجھ لیں۔

تاہم علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

صلوۃ لیلۃ القدر و نحو ذلک و ان صرح العلماء بالکراھۃ بالجماعۃ فیھا فلا یفتی بذلک العوام لئلا تقل رغبتھم فی الخیرات ------ و ابقاء العوام راغبین فی الصلوۃ اولی من تنفرھم۔ (۱۵۰/۲)

یعنی شب قدر کی نماز اور اسی طرح کی دیگر نفل نمازیں با جماعت ادا کرنے کو اگرچہ علماء نے مکروہ لکھا ہے مگر عوام میں یہ فتویٰ نہ دیا جائے تاکہ نیکیوں میں ان کی رغبت کم نہ ہو۔ عوام کو نماز کی طرف راغب رکھنا انہیں نفرت دلانے سے کہیں بہتر ہے۔

(فتاویٰ ۲۱۸/۷، ۲۳۲، ۲۴۲)۔

انعام کی رات

اس ماہ مبارک کی آخری رات جزا اور انعام کی رات ہے۔ اور یہ قبولیت دعا کا موقع ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

الم تر الی العمال یعملون فاذا فرغوا من اعمالھم و فوا اجورھم۔ (شعب الایمان ۳۰۳/۲)

یعنی کیا تم نے نہیں دیکھا کہ مزدور کام کرتے ہیں۔ پس جب اپنے عمل سے فارغ ہوتے ہیں اس وقت پوری مزدوری پاتے ہیں۔

ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ:

العامل انما یوفی اجرہ اذا قضی عملہ (مسند احمد ۲۹۲/۲)

یعنی عامل جب اپنا عمل پورا کر لیتا ہے تو اسے پورا اجر دیا جاتا ہے۔

تو مومن کے لئے بیشک یہ بہت بڑا موقع ہے کہ اللہ تعالٰی کی عبادت و اطاعت کے بعد اپنی حاجات عرض کرے اور قبولیت کا شرف پائے۔ (فتاوی ۸/۵۱۷، ۵۱۸)

صدقہ فطر

صدقہ فطر ماہ رمضان میں لاگو ہوتا ہے اور یہ ہر مسلمان مرد، عورت، بچے پر واجب ہے۔ اس کی ادائیگی عید سے قبل ہونی چاہئے۔ اور جتنا جلد ادا کیا جائے بہتر ہے۔ صدقہ فطر کے مصارف وہی ہیں جو زکوۃ کے ہیں اور اس کی مقدار دو مد گندم کے برابر ہے۔ صحیح ابن خزیمہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں صدقہ کھجور، منقی اور جو سے دیا جاتا۔ گندم میسر نہیں ہوتی تھی۔ ایک دوسری روایت میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب امیر معاویہؓ کے زمانے میں گندم کا استعمال عام ہوا تو علماء نے صدقہ فطر کی مقدار گندم سے دو مد مقرر کی ہیں (امام احمد رضا) نے ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ کو جو اور گندم کے پیمانوں سے تجربہ کیا تو بریلی کے سیر کی پیمائش سے گندم کی مقدار پونے دو سیر سے اٹھنی بھر زائد نکلی۔ یہ حساب محفوظ رکھنا چاہئے کیونکہ اس کے مطابق صدقہ فطر، کفارہ اور روزے نماز کا فدیہ ادا کرنے میں زیادہ احتیاط اور مستحقین کا نفع پنہاں ہے۔

(فتاوی ۱/۵۹۴، ۵۹۵)

روزہ

اسلامی فریضہ

روزہ فرض ہے

☆ رمضان کا روزہ ہر بالغ مسلمان پر فرض عین ہے۔ یہ دین کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ قرآن میں اگرچہ فرضیت روزہ کا ذکر صرف ایک ہی جگہ ہے لیکن عبارۃ اور اشارۃ اس کی فضیلت کئی دوسرے مواقع پر بھی ظاہر فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں روزہ کی فرضیت یوں بیان کی گئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

اور سورہ توبہ میں اہل ایمان مردوں کے اوصاف یوں بیان کئے گئے:

اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ

یعنی توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے۔

اور سورہ تحریم میں مسلمان عورتوں کے متعلق فرمایا:

تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ

یعنی توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں

ان آیات میں السائح کا معنی روزہ رکھنے والا ہے۔ (فتاوی ۱۰/۶۵۔ باب زکوۃ)

☆ نبی کریم ﷺ کی بہت سی احادیث مبارکہ میں روزہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اسلام اور دین کی بنیاد تین چیزیں ہیں جن پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے۔ اگر کسی نے ان میں سے ایک کو ترک کر دیا تو وہ کافر ہو گا اور اس کا خون مباح ہو گا۔ ان میں سے ایک کلمہ توحید کی شہادت، دوسری نماز فرض اور تیسری ماہ رمضان کا روزہ۔

ابو یعلی اور منذری کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ جو

شخص ان تین ارکان میں سے کسی کو بجا نہ لایا وہ خدا کا منکر ہے
اس کا کوئی نفل و فرض قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور اس کا خون و
مال مباح ہو گا۔ (مسند ابو یعلی ج ۳ ص ۱۳)

ایک اور حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ:

اربع فرضهن الله فی الاسلام فمن جاء بثلاث لم یغنین عنه شیئا حتی یاتی بهن جمیعا الصلوٰة والزکوٰة و صیام رمضان و حج البیت (مسند امام احمد ج ۴ ص ۲۰۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں چار چیزیں فرض کی ہیں۔ اگر کوئی شخص ان میں سے تین چیزیں انجام دیتا رہے تو وہ اس کے کسی کام نہیں آئیں گی۔ یہاں تک کہ چاروں چیزوں کو اپنائے۔ وہ یہ ہیں۔ نماز' زکوٰۃ' روزہ رمضان اور حج کعبہ۔

☆ روزہ ایک عبادت بھی ہے اور جسمانی صحت کا ذریعہ بھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اغزوا تغنموا و صوموا تصحوا و سافروا تستغنوا

(مجمع الزوائد ۵/۳۲۴)

یعنی جہاد کرو مال غنیمت پاؤ۔ روزہ رکھو تندرستی حاصل کرو اور سفر کرو تاکہ نفع کماؤ اور غنا پاؤ۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ روزہ انسان کے لئے جسمانی صحت اور روحانی تندرستی کا ذریعہ ہے۔ (فتاوی ۱۰/۳۴۲)

☆ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر بھی روزہ فرض ہے۔ البتہ اگر روزہ رکھنے سے خود کو یا بچے کو سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور یہ اندیشہ ظن غالب کے ساتھ ہو تو ایسی صورت میں روزہ قضا کرنے کی اجازت ہے۔ (فتاوی ۱۰/۵۹۷)

ایک غلط خیال

☆ بعض لوگوں کا ایک عجیب گمان ہے کہ حافظ قرآن کو اگر تراویح میں قرآن پاک سنانے اور دن کو دور کرنے کی وجہ سے ضعف اور کمزوری لاحق ہوتی ہو تو اس کے لئے روزہ معاف ہے۔ اسی طرح کچھ دوسرے کاموں کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بہت ہی گھٹیا اور باطل خیال ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تراویح میں قرآن پڑھنا روزہ رکھنے سے مانع نہیں ہے۔ پوری دنیا میں ہزارہا حفاظ قرآن جن میں بوڑھے، بچے اور کمزور شامل ہیں دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قرآن سناتے ہیں۔ صدیوں سے یہ معمول چلا آ رہا ہے اور کبھی کسی کو نقصان دہ نہیں ہوا۔ اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ روزہ خود صحت ہے اور قرآن سراپا شفا۔ جس کا اعتقاد صحیح ہو اسے روزہ اور قرآن دونوں سے نفع حاصل ہو گا۔ قرآن حکیم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ

یعنی ہم نے قرآن نازل کیا جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے

اور روزہ کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صوموا تصحوا

یعنی روزہ رکھو اور صحت پاؤ۔

(مجمع الزوائد ۵/۳۴۴ ۔ الجامع الصغیر ۲/۹۵)

بناء بریں کسی طرح بھی یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ تراویح میں قرآن پڑھنا یا کوئی اور دینی کام کرنا روزہ رکھنے سے مانع ہو۔ یہ صرف عذر باطل اور کم ہمتی ہے۔

پھر یہ ہے کہ بالفرض اگر قرآن پڑھنا کسی شخص کو اتنا کمزور کر دیتا ہے کہ اسے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہتی تو اس صورت میں اس کے لئے قرآن پڑھنا نہ سنت ہے نہ باعث ثواب بلکہ موجب گناہ ہے۔ کیونکہ شریعت اسلامی کا مطلق اصول ہے کہ

جو بھی عمل روزہ رکھنے سے کمزور کر دے یا مانع ہو وہ جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ دین نے کہا ہے کہ اگر روزہ کی وجہ سے کوئی شخص اتنا کمزور ہو جاتا ہے کہ نماز میں قیام کی طاقت نہیں رکھتا تو بھی اس کے لئے رمضان کا روزہ چھوڑنا جائز نہیں' بلکہ وہ روزہ رکھے اور نماز بیٹھ کر ادا کرے۔ (در مختار ۱/۱۵۲)

سبحان اللہ ! روزہ کی اہمیت کتنی زیادہ ہے کہ اس کی خاطر نماز میں قیام ساقط ہو جاتا ہے حالانکہ نماز میں قیام فرض ہے۔ تو کہاں یہ کہ ایسے کسی عمل کی خاطر روزہ چھوڑنے کی اجازت دی جائے جس عمل کو خود روزے کی وجہ سے چھوڑا جا سکتا ہو جیسے کوئی سنت یا مستحب عمل۔ اور تراویح میں ختم قرآن بھی تو زیادہ سے زیادہ سنت ہی ہے' اس سے بڑھ کر نہیں بلکہ یہ تو سنت عین بھی نہیں' سنت کفایہ ہے۔ اور سنت کفایہ کا درجہ سنت عین سے بھی موخر ہوتا ہے جبکہ ماہ رمضان کا روزہ فرض عین ہے اور فرض عین' فرض کفایہ پر بھی مقدم ہوتا ہے۔ اب یہ کتنا بڑا ظلم اور کیسی بیوقوفی ہے کہ سنت کفایہ کی خاطر فرض عین چھوڑ دیا جائے۔ اور فرض عین بھی وہ جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> "اگر کسی نے بیماری یا دوسرے شرعی عذر کے بغیر ماہ رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دیا تو بعد میں ساری عمر روزے رکھتا رہے پھر بھی اس ایک روزے کا بدل نہیں ہو سکتا"۔ (صحیح بخاری)

ترتیب عبادات

اس موقع پر حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی یہ نفیس تحقیق پیش کرنا انتہائی فائدہ بخش ہے۔ فتوح الغیب کے مقالہ ترتیب عبادات میں آپ فرماتے ہیں:

> مومن کو چاہئے کہ وہ فرض عبادات کو انجام دے جن کے ترک سے وہ گنہگار ہوتا ہے۔ جب ان فرائض کو ادا کر چکے تو پھر سنن میں مشغول ہو جن کا ترک عتاب کا سبب ہے۔ اور سنن سے

فراغت کے بعد نفلی عبادات کی طرف متوجہ ہو اگر فرائض کی ادائیگی سے پہلے ہی سنن اور نوافل میں مشغول ہو گیا تو وہ باطل اور رائیگاں ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ نفلی عبادات میں مشغول ہو کر فرائض کو ضائع کر دینا آدمی کے لئے باعث ہلاکت ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنے قرض خواہ کو ہدیہ دے دے مگر اس کا قرض ادا نہ کرے۔ ایسا ہدیہ بارگاہ الہٰی میں نامقبول ہے۔

☆ بناء بریں اگر کوئی حافظ قرآن تراویح پڑھا رہا ہو اور اس خیال سے روزے نہ رکھتا ہو کہ روزہ اسے کمزور کر دے گا تو لوگوں کو چاہئے کہ اس کو تراویح کی امامت سے ہٹا دیں' کیونکہ غالب گمان یہ ہے کہ وہ حافظ انتہائی درجہ کا کم ہمت اور امور **دینیہ** کے معاملے میں بد ذوق ہے اور وہ تراویح میں قرآن پاک محض ریاکاری کیلئے پڑھا رہا ہے۔ ایسے شخص سے قرآن پڑھوانا گناہ عظیم ہے۔ (فتاوی:۱۰/۳۴۴)

روزہ ایک شرعی عمل ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ شام تک عبادت کی نیت سے کھانے' پینے اور ہمبستری سے باز رہے۔ اور یہ شرعی عمل اپنے اندر بہت سے جسمانی فوائد لئے ہوئے ہے۔ روزہ انسان کو صحت مند بناتا ہے۔ اس کی بیماریاں دور کرتا ہے۔ اس کے جسم اور روح دونوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ حضور پر نور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صوموا تصحوا ۔ یعنی روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے۔

اخلاص

روزہ کی نیت خالص ہونی چاہئے۔ روزہ کے فائدے بہت سے ہیں لیکن روزہ رکھتے وقت ان فائدوں کی نیت نہ ہو۔ مثلاً" روزے کے بارے میں حدیث ہے **صوموا تصحوا**۔ روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے۔ تو یہ نہیں ہو سکتا کہ روزہ تندرستی کی نیت سے رکھا جائے بلکہ روزہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہو گا اور تندرستی کی

منفعت اس سے تبعاً حاصل ہو گی۔ (ملفوظات حصہ اول ص ۳۵)

اگر دکھاوے یا کسی اور دنیاوی غرض کے لئے روزہ رکھا تو بظاہر فقہی عمل ادا ہو جائے گا لیکن ثواب نہ ملے گا بلکہ عذابِ نار کا مستحق ہو گا۔ روز قیامت اس سے کہا جائے گا اے فاسق و فاجر، اے دھوکہ باز تیرا عمل ضائع ہو گیا۔ اپنا اجر اس سے مانگ جس کے لئے کرتا تھا۔ (ملفوظات ۸۰/۱)

رزق حرام

• اگر کسی شخص کا کھانا پینااور پہننا اوڑھنا سب حرام ہو اور وہ حرام کھانا کھا کر روزہ رکھے اور حرام چیز سے افطار کرے تو ظاہری طور پر اس سے روزے کا فرض ساقط ہو جائے گا کیونکہ سحری کھانا یا افطار کرنا روزے کی حقیقت میں داخل نہیں اور نہ اس کی شرائط میں سے ہیں۔ لیکن حرام کھانے کا گناہ اس کے ذمہ الگ سے عائد ہو گا۔

(فتاوی ۳۳۱/۱۰)

مسافر

• مسافر اپنے گھر سے تین منزل یا اس سے زیادہ فاصلے کا ارادہ کر کے چلے تو خواہ سفر کی نیت اچھی یا بری جو بھی ہو وہ مسافر ہے۔ اور ایسے شخص کو جس دن کی صبح صادق مسافرت کے حال میں آئے اس دن کا روزہ ناغہ کرنا اور پھر کبھی اس کی قضا رکھ لینا جائز ہے۔ تاہم سفر میں روزہ اگر اسے یا اس کے رفیق سفر کو نقصان نہ پہنچائے تو پھر روزہ نہ رکھنا ہی بہتر ہے۔ در مختار میں ہے:

و یندب الصوم ان لم یضرہ۔ (در مختار ج ۱ ص ۱۵۴)

یعنی اگر مسافر کو روزہ تکلیف نہ دے تو روزہ رکھنا مستحب ہے۔

احترام رمضان

جو آدمی کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے اسے بھی ماہ رمضان کے احترام میں دن بھر روزہ دار کی طرح رہنا واجب ہے اور اگر مجبوراً" کچھ کھانا پینا ہو تو حتی الوسع چھپا کر کھائے پیئے۔ (فتاوی ۱۸/۵۱۹ '۵۹۵)

سحرو افطار

☆ حضور سرور کائنات ﷺ کا معمول مبارک اور عادت مستمرہ یہی تھی کہ آپ ﷺ تاخیر سے سحری تناول فرمایا کرتے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو جہاں تک ممکن ہو سنت کی پیروی میں سحر کا کھانا تاخیر سے کھانا چاہیئے۔ تاہم ایسی دیر نہ ہو کہ صبح کا شک پڑ جائے۔ (فتاوی ۱۰/ ۶۲۷)

☆ سحری کھانے میں تاخیر مستحب و مسنون ہے۔ احادیث صحیحہ میں حضور ﷺ نے تعجیل افطار اور تاخیر سحور کا حکم فرمایا۔ ارشاد گرامی ہے:

میری امت ہمیشہ خیر سے رہے گی جب تک افطار میں جلدی اور سحر میں دیر کرے گی۔ (صحیح بخاری)

سحری میں تاخیر کا معنی یہ ہے کہ اس وقت تک کھائے جب تک طلوع فجر کا ظن غالب نہ ہو۔ آیہ کریمہ **حتی یتبین لکم الخیط الابیض** یعنی حتی کہ سفید ڈورا تمہارے لئے خوب ظاہر ہو جائے کا یہی منشاء ہے۔

☆ رمضان میں سحری کے وقت سونے والوں کو جگانے کے لئے اور سحری کا وقت ختم ہونے کا اعلان کرنے کے لئے نقارہ وغیرہ کوئی معروف طریقہ اختیار کرنا جائز بلکہ مناسب ہے۔ (فتاوی ۱۰/ ۶۲۵)

افطار میں جلدی

روزہ افطار کرنے میں تعجیل یعنی جلدی کرنا مستحب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری امت ہمیشہ خیر سے رہے گی جب تک افطار میں جلدی اور سحر میں دیر کرے گی۔ (صحیح بخاری ۱/ ۲۶۳)

☆ تعجیل افطار کا معنی یہ ہے کہ جب غروب آفتاب پر یقین ہو جائے فوراً افطار کرلے وہم اور وسوسہ میں نہ پڑے اور نہ بلا وجہ رافضیوں کی طرح شب کا ایک حصہ داخل ہونے کا انتظار کرے تاہم ایسی جلدی کہ ابھی آفتاب غروب ہونے میں شک ہو حرام اور مفسد صوم ہے۔ شک کی حالت میں افطار سے روزہ جاتا رہتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب سورج غروب ہونے کا یقین نہ ہو دن باقی سمجھا جائے گا اور اس وقت روزہ کھولنا دن میں کھولنا ٹھہرے گا۔ اور ستاروں کا ظاہر ہونا غروب آفتاب کی دلیل نہیں کیونکہ بعض تارے دن سے چمکتے ہیں۔ (فتاوی ۱۰/ ۶۲۷)

☆ حضور سید عالم ﷺ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ روزہ کی حالت میں غروب آفتاب سے پہلے کسی کو حکم فرماتے کہ بلندی پر جاکر آفتاب کو دیکھتا رہے۔ وہ نگاہیں آسمان پر جمائے رکھتا اور حضور اقدس ﷺ اس کی خبر کے منتظر ہوتے۔ جونہی وہ اطلاع دیتا کہ سورج ڈوب گیا ہے آپ ﷺ خرما وغیرہ تناول فرماکر روزہ افطار کرتے۔ چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزے کی حالت میں دیکھا۔ آپ ﷺ کھجور ہاتھ میں پکڑے ہوئے غروب آفتاب کا انتظار فرما رہے ہیں۔ جیسے ہی سورج ڈوبا آپ ﷺ نے کھجور تناول فرماکر روزہ افطار کر لیا۔ (کشف الغمہ ۱/ ۲۵۵) (فتاوی ۱۰/ ۶۳۸)

افطار کی دعا

روزہ افطار کرنے کی مسنون دعائیں یہ ہیں

○ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْنَا وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْنَا فَتَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ (شعب الایمان ۳/۴۰۶)

○ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعَانَنِیْ فَصُمْتُ وَرَزَقَنِیْ فَاَفْطَرْتُ

(عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۲۸)

○ ذَھَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ یَثْبُتُ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی (ابی داؤد ۱/۳۲۱)

○ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (اشعتہ اللمعات ۲/۸۴)

☆ دلائل شرعیہ کا مقتضی یہ ہے کہ روزہ افطار کرنے کی مسنون دعا افطار کے بعد پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے معمولات مقدسہ میں ایسا ہی نظر آتا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ روزہ جلد افطار کی تلقین کی گئی ہے اور دعا غروب آفتاب سے پہلے تو پڑھنا بے معنی ہے۔ اور آفتاب غروب ہوتے ہی سب سے پہلا کام افطار ہونا چاہیے۔ دیکھیے اگر عمرو سورج ڈوبنے کے بعد پہلے مسنون دعائیں پڑھے اور پھر روزہ افطار کرے اور اس کے مقابلے میں زید سورج ڈوبتے ہی پہلے فورا" روزہ افطار کرے اور پھر دعا پڑھے تو سوچنا چاہیے کہ ان میں سے کس کا فعل اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ محبوب ہے۔ حدیث طیبہ سے شہادت ملتی ہے کہ زید کا عمل زیادہ پسندیدہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ایک حدیث قدسی میں منقول ہے کہ:

ان احب عبادی الی اعجلھم فطرا

(ترمذی ۱/۸۸)

یعنی مجھے اپنے بندوں میں وہ شخص زیادہ پیارا ہے۔
جو ان میں سب سے زیادہ جلد روزہ افطار کرتا ہے۔

اب اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ بالا صورت میں زید کا روزہ افطار کرنا عمرو کے مقابلے میں جلد تر ہے۔ اور یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے۔ بناء بریں روزہ دار کو چاہئے کہ سورج غروب ہوتے ہی فوراً افطار کرے اور پھر ساتھ ہی مسنون دعا پڑھے۔

افطاری

☆ تازہ کھجور کے ساتھ افطار کرنا مسنون ہے۔ اگر تازہ کھجور نہ ہو تو خشک کھجور لے لی جائے اور وہ بھی میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کرنا بہتر ہے۔ یہی حضور اکرم ﷺ کا اسوہ مبارکہ ہے۔ سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

كان النبى صلى الله عليه وسلم يفطر قبل ان يصلى على رطبات فان لم تكن رطبات فتميرات و ان لم تكن تميرات فحسا حسوات من ماء

(ترمذی ۱/۸۸ - ابی داؤد ۱/۳۲۱)

یعنی حضور سید عالم ﷺ نماز مغرب ادا کرنے سے پہلے تر کھجور سے روزہ افطار کرتے۔ اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوریں استعمال فرماتے اور اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔

(فتوی ۱۰/ ۶۲۹)

☆ پیٹ بھر کر کھانا اکثر عبادت میں رکاوٹ بنتا ہے۔ خاص کر ماہ رمضان میں افطار کے وقت کم کھانا چاہئے تاکہ قیام لیل کی برکات سے محروم نہ ہو۔ جو بہت کھائے پیئے گا وہ بہت سوئے گا۔ اور جو بہت سوئے گا وہ خیرات و برکات کھوئے گا۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ:

ان کثرۃ الاکل شوم (شعب الایمان ۵/۳۲)

یعنی بے شک بہت کھانا پینا منحوس ہے۔

☆ پس کھانا حتی الامکان کم کھانا چاہئے۔ تقلیل غذا سب سے بہتر علاج ہے۔

حضور سرور کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

آدمی نے پیٹ سے بدتر کوئی برتن نہیں بھرا۔ انسان کے لئے چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھیں۔ اور اگر یہ کافی نہ ہو تو ایسا کرے کہ تہائی پیٹ کھانے کے لئے' تہائی پینے کے لئے اور تہائی سانس کے لئے رکھے۔ (ترمذی ۲/ ۶۰)

قبولیت دعا کا وقت

حضور پر نور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

ان للصائم عند فطرہ لدعوۃ ما ترد (ابن ماجہ ص ۱۲۶)

یعنی بے شک روزہ دار کے لئے افطار کے وقت بالیقین ایک دعا ہے کہ رد نہ ہو گی۔

مطلب یہ ہے کہ روزہ دار کی ایک دعا افطار کے وقت رد نہیں ہوتی۔ روزہ بہت بڑی عبادت ہے اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ۔ چنانچہ روزہ دار شام کو افطار کے وقت خدا کی بارگاہ میں دعا کرے اور اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

امام حکیم ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا:

لکل عبد صائم دعوۃ مستجابۃ عند افطارہ اعطی فی الدنیا او ذخرلہ فی الآخرۃ (نوادر الاصول ص ۸۳)

یعنی ہر روزہ دار بندے کے لئے افطار کے وقت ایک دعا ہے جو قبول ہو گی خواہ دنیا میں اسے دے دی جائے یا آخرت میں اس

کے لئے ذخیرہ رکھی جائے۔ (فتاوی ۸/۵۱۸، ۵۱۹)

روزہ کب ٹوٹتا ہے

☆ تین چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۱۔ باہر سے کوئی چیز بدن میں اس طرح داخل ہو کہ باہر سے اس کا تعلق نہ رہے۔

۲۔ جماع اگرچہ انزال نہ ہو۔

۳۔ شہوت کے ساتھ مس کرنا جبکہ انزال ہو جائے۔

(فتاوی ۱۰/ ۲۸۷)

☆ روزہ فاسد ہونے کا معیار یہ ہے کہ باہر سے کوئی ایسی چیز پیٹ میں داخل ہو جائے جس سے بچاؤ مشکل ہو تو وہ معاف ہے۔ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ کلی کرنے کے بعد منہ میں جو تری باقی رہ جاتی ہے اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

(فتاوی ۴/۱۷۴)

☆ سحری میں کوئی چیز کھانے کے بعد اگر اس کا تھوڑا سا اثر منہ میں باقی رہ جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کھائی ہوئی چیز کا تھوڑا سا اثر جو دانتوں کے اردگرد باقی رہ جاتا ہے اور لعاب کے ساتھ مل کر حلق میں اترتا رہتا ہے۔ عام طور پر اس سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔ اور جس چیز سے بچنا مشکل ہو وہ معاف ہے۔ البتہ اگر کوئی ذائقہ محسوس ہو تو پھر وہ چیز قلیل شمار نہیں ہوگی اور اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اس بارے میں اصول یہ ہے کہ اگر وہ اثر ایسا ہو جو لعاب سے مل کر خود بخود بغیر قصد کے حلق سے اتر جائے تو وہ قلیل ہے جس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لیکن اگر وہ اثر ایسا ہو جسے قصداً حلق سے اتارنا پڑے تو پھر وہ کثیر ہے اور اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (فتاوی ۴/۱۷۵)

☆ اگر کوئی شخص سحری کے وقت اتنا زیادہ کھا لے کہ صبح اسے کھٹی ڈکاریں آئیں تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (فتاویٰ ۱۰/۴۸۶)

☆ اگر کوئی شخص رات کو پان کھا کر سویا اور صبح اٹھنے کے بعد چند ذرے چھالیا کے دانتوں میں لگے رہ گئے تو روزہ صحیح ہو جائے گا۔ لیکن اگر منہ میں ایسا اگال کثیر تھا جس کا لعاب کے ساتھ حلق میں جانا مظنون ہے تو روزہ نہ ہو گا۔

(فتاویٰ ۱۰/۴۸۵)

☆ جو لوگ پان یا تمباکو یا نسوار کے عادی ہیں وہ اگر روزہ کی حالت میں پان، تمباکو نسوار منہ میں رکھ لیں اور حلق میں نہ جانے دیں تو بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور کفارہ لازم آئے گا کیونکہ پان تمباکو منہ میں رکھا جائے تو اس کا عرق ضرور حلق میں جائے گا اور نسوار جب اوپر کو سونگھی جائے تو ضرور دماغ کو پہنچے گی۔ اور یہی تو ان چیزوں کے استعمال کا مقصد ہے۔ اور بالفرض اگر ان میں یقینی احتیاط کی صورت ممکن ہوتی جب بھی ممانعت میں شک نہ تھا کیونکہ حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

من وقع فی الشبھات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشک ان یرتع فیہ۔ (صحیح مسلم ۲/۲۸)

یعنی جو آدمی شبہ والی چیزوں کو اپناتا ہے وہ حرام میں پڑ جائے گا جیسا کہ محفوظ چراگاہ کے آس پاس بکریاں چرانے والا شخص قریب ہے کہ ممنوع حصے میں داخل ہو جائے۔ (فتاویٰ ۱۰/ ۴۸۶)

☆ کاغذ، پتھر، مٹی وغیرہ جو دوا ہیں نہ غذا اور نہ ہی عام طور پر آدمی کی طبیعت انہیں کھانے کے لئے مائل ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص پیٹ بھر کر ان میں سے کوئی چیز کھالے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا مگر کفارہ لازم نہیں ہو گا صرف قضا ہو گی۔

(فتاویٰ ۱۰/ ۵۹۵)

☆ دانتوں سے خون نکلے اور روزہ دار اس کو نگل لے تو اگر حلق میں خون کا ذائقہ محسوس ہو تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ لیکن اگر ذائقہ محسوس نہ ہو تو روزہ فاسد

نہیں ہو گا۔ (فتاویٰ ۳/ ۱۴۹)

☆ روزہ دار کے حلق میں عود و عنبر یا کسی چیز کا دھواں' غبار خواہ آٹے کی چکی کا ہو' عطر کی خوشبو' دواؤں کے ذائقے کا اثر' مکھی یا اس طرح کی اور کوئی چیز خود بخود چلی گئی۔ روزہ دار نے بالقصد اسے داخل نہ کیا ہو تو روزہ فاسد نہیں ہو گا' اگرچہ اس وقت اسے یاد ہو کہ میرا روزہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان چیزوں سے بچنا ممکن نہیں کیونکہ روزہ دار کو بات کرنے کے لئے منہ کھولنا پڑتا ہے۔ پھر یہ اس تری کی مانند ہیں جو کلی کرنے کے بعد منہ میں رہ جاتی ہے۔ (فتاویٰ ۱۰/ ۴۹۰'۴۹۱)

☆ تاہم اگر کسی روزہ دار نے مذکورہ اشیاء میں سے کوئی چیز ارادۃً جان بوجھ کر اپنے حلق میں داخل کی تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ جس نے عود و عنبر یا کسی چیز کی دھونی سلگائی اور اپنے قریب رکھ کر اس کا دھواں سونگھا اور روزہ یاد ہوتے ہوئے حلق میں داخل کیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (فتاویٰ ۱۰/ ۴۹۳)

☆ پانی میں غوطہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ہاں اگر پانی جوف کے اندر مسام کے بجائے منافذ سے چلا جائے تو پھر روزہ ٹوٹ جائے گا اور غوطے میں عام طور پر ایسا نہیں ہوتا۔

☆ سرمہ ہر وقت لگانے کی اجازت ہے اور لگا کر سو بھی سکتا ہے۔ آنکھوں میں کان یا ناک کی طرح سوراخ نہیں جن میں کوئی چیز داخل ہونے سے روزہ کو نقصان پہنچے۔

☆ مسواک کرنا سنت ہے۔ روزہ دار ہر وقت مسواک کر سکتا ہے۔ البتہ عصر کے بعد مسواک چبانے سے لکڑی کے ریزے چھوٹیں یا مزہ محسوس ہو تو احتیاط کرنی چاہئے۔ روزہ دار کو منجن استعمال کرنے سے احتیاط بہتر ہے۔

☆ روزہ دار کو خلال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر رات کو دانتوں میں کچھ بچا کر نہ رکھنا چاہئے جسے دن کو خلال سے نکالے۔

☆ روزہ دار خوشبو سونگھ سکتا ہے۔ البتہ لوبان یا کوئی ایسی خوشبو سونگھنے سے

جس کے اجزاء دماغ کو چڑھ جائیں روزہ ٹوٹ جائے گا۔

☆ روزہ دار اپنے سر اور بدن پر تیل اچھی طرح مل کر جذب کر سکتا ہے۔ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ہاں کان میں ڈالنے سے روزہ جاتا رہے گا۔

☆ روزہ دار کو فصد کھلوانا جائز ہے۔ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ چونکہ اس سے کمزور ہو جانے کا اندیشہ ہے لہٰذا بچنا مناسب ہے۔

☆ پچکاری لگوانے سے مرد کا روزہ نہیں ٹوٹتا' عورت کا ٹوٹ جاتا ہے۔
(فتاوی ۸/ ۲۸۷)

☆ روزہ دار سن رسیدہ ہو یا اپنے نفس پر قابو پا سکے تو روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے۔ لیکن اگر جوان ہو یا ضبط نفس پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے روزے کی حالت میں بوسہ لینا منع ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ سے ایک بار کسی نے روزے کی حالت میں بوسہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اجازت فرمائی اور دوسرے کسی شخص نے پوچھا تو منع فرما دیا۔ اس فرق کی وجہ وہی ضبط نفس کی قدرت ہے۔
(فتاوی حاشیہ ۲/ ۶۹۳)

☆ اگر کسی شخص نے جنابت کی حالت میں روزہ رکھا اور قصداً" افطار کے وقت تک غسل نہیں کیا تو اگرچہ اس کا روزہ فاسد نہیں ہو گا کیونکہ طہارت شرط صوم نہیں' لیکن سارا دن ناپاک رہنے اور نمازیں نہ پڑھنے کی وجہ سے روزے کی نورانیت میں ضرور فرق آئے گا۔ نماز نہ پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور گناہ کبیرہ کی ظلمت سے روزے کا نور گھٹ جاتا ہے۔
(فتاوی ۱۰/ ۵۵۶)

☆ اگر کسی شخص نے غروب آفتاب کی تحقیق کئے بغیر یونہی روزہ افطار کر لیا اور بعد میں ثابت ہوا کہ ابھی آفتاب نہیں ڈوبا تھا یا اس بارے میں کچھ پتہ نہ چل سکا تو دونوں صورتوں میں اس شخص کو روزہ قضا کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر ثابت ہوا کہ جب اس نے روزہ کھولا اس وقت فی الواقع سورج ڈوب چکا تھا تو اب روزے کی قضا نہیں۔
(فتاوی ۱۰/ ۳۵۶'۳۵۷)

کفارہ

☆ کفارہ صرف ماہ رمضان کا روزہ توڑنے پر عائد ہوتا ہے اور اس توڑنے کی بھی چند شرائط ہیں۔ **مثلاً** یہ کہ روزہ کی نیت رات سے کی ہو اور جان بوجھ کر اپنی مرضی سے توڑا جائے۔ کسی قسم کا جبر و اکراہ نہ ہو۔ اور نہ ہی کوئی عذر شرعی جیسے مرض وغیرہ لاحق ہو۔
(فتاوی ۱۰/۵۹۵)

☆ جن چیزوں سے روزہ تو ٹوٹ جاتا ہے مگر کفارہ لازم نہیں آتا اگر کوئی شخص بار بار ان کا ارتکاب گناہ کے قصد سے کرے۔ یعنی جانتا ہو کہ میں گناہ کر رہا ہوں تو اب نہ صرف یہ کہ اس پر روزہ کی قضا لازم ہو گی بلکہ بطور سزا کفارہ بھی عائد ہو گا جیسا کہ در مختار وغیرہ کتب فقہ میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔
(فتاوی ۱۰/۵۹۶)

☆ روزہ توڑنے کا جو کفارہ مقرر کیا گیا ہے اس میں ایک شرعی ترتیب پائی جاتی ہے۔ سب سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا لازم ہے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو آخر میں یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے ۔ کفارہ ادا کرنے میں یہ ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ غلام تو آج کل موجود نہیں مگر باقی دو چیزوں میں ترتیب نہ رکھنا غلط ہے۔
(فتاوی ۱۸/۵۹۵)

روزہ کا فدیہ

☆ بعض نادان لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ روزہ کا فدیہ ہر شخص کے لئے جائز ہے۔ جس کو بھی کچھ تکلیف ہو وہ روزہ چھوڑ دے اور اس کا فدیہ ادا کر دے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے ایسا ہرگز نہیں۔

☆ فدیہ کی اجازت صرف شیخ فانی کے لئے ہے جو پیرانہ سالی کی وجہ سے "حقیقتاً" روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو۔ گرمیوں میں روزہ رکھ سکے نہ جاڑے میں۔ نہ

لگاتار نہ متفرق۔ اور جس عذر کے باعث وہ روزہ رکھنے سے قاصر ہے آئندہ اس عذر کے دور ہونے کی امید بھی نہ ہو۔ صرف ایسے شخص کو روزوں کے بدلے فدیہ ادا کرنے کا حکم ہے۔ (فتاوی ۱۰/۵۴۷)

☆ روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہونا ایک تو واقعی ہوتا ہے اور ایک کم ہمتی سے ہوتا ہے۔ کم ہمتی کا کچھ اعتبار نہیں۔ اکثر اوقات شیطان آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ بیماری اور کمزوری کی وجہ سے وہ روزہ رکھنے کے قابل نہیں ہے۔ پھر جب خدا پر بھروسہ کر کے آدمی روزے رکھنے لگے تو اسے کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ تب معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیطان کا دھوکہ تھا۔ لہٰذا انسان کو چاہئے کہ شیطان کے وسوسوں سے بچ کر چلے اور اگر فی الواقع کوئی اہل اور دیانتدار ڈاکٹر اسے روزہ رکھنے سے منع کرے تو اس کی ہدایت پر عمل کرے ورنہ اپنے وہم کو لائق اعتنا نہ سمجھے (فتاوی ۱۰/۵۴۷)

☆ بعض بوڑھے اور بیمار لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو گرمیوں میں روزہ کی طاقت واقعی نہیں ہوتی مگر جاڑوں میں رکھ سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے فدیہ دینا جائز نہیں بلکہ گرمیوں میں قضا کر کے سردیوں میں روزے رکھنا ان پر فرض ہے۔

☆ بعض بیمار اور کمزور لوگ ایسے ہوتے ہیں جو لگاتار مہینے بھر کے روزے نہیں رکھ سکتے مگر ایک دو دن ناغہ کر کے رکھ سکتے ہیں ایسے لوگ جتنے روزے رکھ سکیں اتنے رکھنا فرض ہے۔ باقی جتنے قضا ہو جائیں بعد میں رکھ لیں۔

(فتاوی ۱۰/۵۴۷)

☆ کسی جوان یا بوڑھے شخص کو بیماری نے اتنا کمزور کر دیا ہو کہ وہ فی الوقت روزے رکھنے کے قابل نہ ہو تب بھی اسے فدیہ دینے کی اجازت نہیں بلکہ بیماری جانے کا انتظار کرے۔ اور بعد میں جب ہمت ہو تو روزے قضا کر لے۔

(فتاوی ۱۰/ ۵۴۷)

☆ فدیہ کی اجازت صرف ایسے شیخ فانی کے لئے ہے جسے بڑھاپے نے اتنا زیادہ ناتواں کر دیا ہو کہ وہ کسی موسم اور کسی صورت روزے رکھنے کے قابل نہ ہو۔ اور نہ

اس کی طاقت بحال ہونے کا امکان ہو کیونکہ بڑھاپا تو جانے والی چیز نہیں۔ جوں جوں عمر بڑھے گی ضعف بڑھتا جائے گا۔ ایسے شخص کو اجازت ہے کہ روزے نہ رکھے اور ان کا فدیہ ادا کرے۔ (فتاویٰ ۱۰/۵۴۷، ۵۴۹)

فدیہ کی ادائیگی

☆ شیخ فانی پر روزوں کا فدیہ اپنی زندگی میں ادا کرنا واجب ہے۔ اگر کسی وجہ سے ادا نہ کر سکے تو وصیت کر دے۔ بہتر یہ ہے کہ اپنی زندگی ہی میں ادا کر دے۔ مرض وفات میں بھی روزہ کا فدیہ دینا جائز ہے۔ (فتاویٰ ۱۰/۵۴۵)

☆ فدیہ کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے شرعی مصارف ہیں۔ صدقہ فطر، کفارہ، نذر اور دیگر صدقات واجبہ کے مصارف بھی وہی ہیں۔ (فتاویٰ ۱۰/ ۵۴۸)

☆ ایک روزہ کا فدیہ نصف صاع گندم یا ایک صاع جو ہے۔ ایک صاع کا وزن دو سو ستر تولے کے برابر ہے۔ گندم اور جو کے علاوہ کسی قسم کا کوئی غلہ وغیرہ دینا ہو تو اس میں وزن کا لحاظ نہیں ہو گا بلکہ اسی ایک صاع جو اور نیم صاع گندم کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔ قیمت میں اس دن کا نرخ بازار معتبر ہو گا جس دن فدیہ واجب ہوا نہ کہ جس دن ادا کر رہے ہیں۔ (فتاویٰ ۱۰/۵۲۵-۵۳۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الصوم

روزہ کے مسائل

تالیف

علامہ سید محمود احمد رضوی
امیر و شیخ الحدیث مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

باہتمام

صاحبزادہ پیر سید مصطفےٰ اشرف رضوی

ناشر

شعبہ تبلیغ مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف (ٹرسٹ)
گنج بخش روڈ، لاہور، پاکستان
فون: ۷۱۱۵۷۹۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الصوم

روزہ کے مسائل

۱۔ رمضان۔ رمض سے مشتق ہے۔ اس کے معنی جلنے کے ہیں جس سال رمضان کے روزے فرض ہوئے وہ سخت گرمی کا مہینہ تھا اس لئے اس کا نام رمضان ہو گیا۔ حدیث میں آیا ہے حِیْنَ تَرْمُضُ الْفِصَالُ یا اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ روزہ دار کے گناہ جل جاتے ہیں۔

روزہ کی تعریف

از روئے لغت صوم کے معنی امساک کے ہیں قرآن مجید میں حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق فرمایا۔ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا۔ (سورۂ مریم آیت نمبر ۲۶) اس آیت میں صوم سے مراد محض بولنے سے رک جانا ہے اور عرف شرع میں روزہ یہ ہے کہ مسلمان بہ نیت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے کو قصداً کھانے پینے اور جماع سے باز رکھے۔ عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔ یہ تو نفس روزہ کی تعریف ہے جس سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن روزہ کے کچھ آداب بھی ہیں جن کا لحاظ روزہ میں مزید حسن پیدا کرتا ہے۔ اسی بناء پر علماء و صوفیا نے روزہ کے تین درجے مقرر کیے ہیں۔

روزہ کے تین درجے

اوّل: عام لوگوں کا روزہ: وہ یہ ہے کہ کھانا پینا اور جماع کرنا ترک کر دے۔

دوم: خاص لوگوں کا روزہ: وہ یہ ہے کہ کان۔ آنکھ۔ زبان۔ ہاتھ۔ پاؤں اور باقی اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھے۔ اس کی تکمیل چھ چیزوں سے ہوتی ہے۔

۱: آنکھ کو مذموم و مکروہ اور ہر اس چیز سے بچائے جو ذکر الٰہی سے غافل کرتی ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا بری نظر شیطان کے زہر آلود تیروں سے ایک تیر ہے۔ پس جو بری نظر کو خوف الٰہی سے چھوڑے گا، تو اللہ تعالٰی ایسا ایمان عطا فرمائے گا جس کی حلاوت قلب میں محسوس کرے گی

۲۔ زبان کو بکواس، جھوٹ، غیبت، فحش گوئی سے محفوظ رکھے۔ عہدِ نبوی میں عورتوں نے روزہ رکھا۔ دن کے آخری حصہ میں بھوک اور پیاس نے اس قدر ستایا کہ جان پر بن گئی۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آدمی بھیج کر روزہ توڑنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے ایک پیالہ بھیجا اور حکم دیا کہ جو کچھ ان دونوں نے کھایا ہے۔ اس کو اس پیالہ میں قے کر کے نکال دیں۔ چنانچہ ایک نے قے کی تو قے میں آدھا خالص تازہ خون تھا اور آدھا تازہ گوشت اور دوسری عورت کی قے میں بھی خون اور گوشت نکلا۔ لوگوں کو اس سے تعجب ہوا تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں عورتوں نے روزہ رکھا اور اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کے استعمال سے اپنے آپ کو بچایا مگر اس کی حرام کی ہوئی چیز کا ارتکاب کیا۔ ان میں سے ایک دوسرے کے پاس جا کر بیٹھی اور دونوں نے مل کر لوگوں کی غیبت کی۔ کسی آدمی کی غیبت کرنا اس کا گوشت کھانا ہے۔ یہ گوشت جو قے میں نکلا وہی غیبت ہے۔

۳۔ کان کو ہر ناجائز آواز کے سننے سے بچائیے۔ اگر کسی مجلس میں غیبت ہوتی ہو تو وہاں سے اٹھ جائیے۔ حدیث میں فرمایا غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

۴۔ بوقت افطار اتنا نہ کھائیے کہ پیٹ تن جائے۔

۵۔ افطار کے بعد دل خوف اور امید کے درمیان رہے۔ کیا معلوم کہ اس کا روزہ قبول ہوا۔ لیکن اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔

سوم:۔ خاص الخاص حضرات کا روزہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ دل دُنیوی خیالات سے پاک و صاف رہے۔ ہر لحظہ و ہر آن خالق کائنات ہی کی طرف لو لگی رہے۔ ماسوائے اللہ کا خیال نہ آئے۔ اسی کے ذکر و فکر و مراقبہ میں دن اور رات گزر جائیں۔ ایسا روزہ انبیاء کرام صدیقین و مقربین کا ہوتا ہے۔ کسی بزرگ نے اسی کیفیت کو یوں بیان کیا ہے۔

اَلدُّنْیَا یَوْمٌ وَّلَنَا فِیْهَا صَوْمٌ۔ دُنیا کی عمر ایک دن ہے اور ہم اس میں روزے سے ہیں۔

روزے کب اور کس طرح فرض ہوئے نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد ۱۰ شعبان معظم ۲ھ میں اس مبارک مہینے کے

روزے فرض ہوئے۔ اس سے پیشتر عاشورہ یعنی دس محرم کا روزہ فرض تھا۔ پھر اس کے بجائے ہر مہینہ میں تین یوم تیرھویں چودھویں پندرھویں کے روزے فرض ہوئے جنہیں ایام بیض کے روزے کہتے ہیں۔ پھر ان کے بجائے رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ لیکن اختیار دیا گیا تھا کہ اگر روزہ نہ رکھے تو ہر روزہ کے فدیہ میں کسی مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع جو ادا کرے۔ پھر بھی روزہ رکھنا بہتر قرار دیا تھا۔ کچھ زمانے کے بعد یہ اختیار منسوخ ہوا اور روزہ رکھنا لازم قرار دے دیا گیا، مگر اس طرح کہ دن اور رات دونوں میں روزہ ہوتا۔ صرف غروب آفتاب سے نماز پڑھنے یا سونے تک کھانے پینے اور ہم بستر ہونے کی اجازت تھی۔ اگر عشاء سے پہلے آدمی سو جاتا تو اب بھی یہ تینوں باتیں حرام ہو جاتی۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ بعد نماز عشاء اپنے مکان پر پہنچے۔ خوشبو محسوس ہوئی جس سے قلب میں انبساط اور قوٰی میں انتشار پیدا ہوا۔ اہلیہ محترمہ سے ہم بستر ہو گئے۔ فارغ ہونے کے بعد عدول حکمی کے احساس سے طبیعت متاثر ہوئی اپنے نفس پر ملامت کرنے لگے اور روتے ہوئے بارگاہِ شفیع المذنبین میں حاضر ہوئے۔ واقعہ عرض کیا۔ یہ سن کر مجلس میں کچھ اور حضرات بھی کھڑے ہوئے اور معذرت پیش کرنے لگے۔ جن سے اس قسم کا ارتکاب ہوا تھا۔ اس پر وحی نازل ہوئی اور پوری شب میں ہم بستر ہونا حلال فرما دیا گیا۔

قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ روزہ سے تھے۔ یہ مدینہ شریف کے باغات میں مزدوری کرتے تھے۔ شام کو کچھ کھجوریں لے کر مکان پر آئے اور اہلیہ سے کہا کہ ان کے بدلے میں کسی سے آٹا لے لو۔ وہ پڑوس میں آٹا بدلنے گئیں۔ یہ بارے تھکے تھے ہی۔ لیٹتے ہی فوراً آنکھ لگی اور سو گئے۔ جب وہ واپس آئیں، انہیں سوتا دیکھ کر افسوس کرنے لگیں اور کہا نامراد رہے۔ کسی طرح رات گذری اصبح ہوئی، مگر ان کی حالت درست رہی۔ جب دوپہر ہوئی تو بیہوش ہو گئے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا گیا۔ وحی آئی اور غروب آفتاب سے آخر شب تک کھانا پینا حلال کر دیا گیا۔ (تفسیر احمدی وغیرہ)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ روزہ اور اس کے متعلقات کے احکام و مسائل، مطابق مذہب حنفی بطور خلاصہ پیش کر دیئے جائیں۔ تاکہ قارئین نفس مسائل سے یکجا مکمل طور پر واقف ہو جائیں۔

فضائل رمضان

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے شعبان کی آخری تاریخ میں خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا۔ ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت مبارک ہے۔ اس میں ایک رات ہے (لیلۃ القدر) جو ہزار ماہ سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس کی رات کے قیام کو ثواب عظیم بنایا۔ جو شخص اس ماہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے گا۔ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کئے۔ یہ ماہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غمخواری کا ہے۔ اس میں رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ نیز فرمایا اس ماہ میں جنّت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ روزہ ڈھال ہے۔ لہٰذا روزہ دار کو چاہیئے کہ فحش بات نہ کرے۔ جہالت سے کام نہ لے کہ اگر کوئی شخص اس سے جھگڑے یا گالی دے تو وہ دو مرتبہ کہہ دے "میں روزہ دار ہوں" نیز فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے، روزہ دار اپنا کھانا پینا اپنی خواہش سے میرے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ ہر نیکی کا ثواب دس گناہ ہے، لیکن روزہ کا اجر اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائے گا۔ غرضیکہ یہ ماہ برکتوں اور رحمتوں کا خزینہ ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کی حرمت و عزت کو ملحوظ رکھیں۔ نماز، روزہ حج، زکوٰۃ اور دیگر احکام الٰہیہ کی پابندی کریں۔ دن میں تنور اور ہوٹل بند رکھیں۔ زیادہ وقت تلاوتِ قرآن، ذکرِ الٰہی اور درود شریف کے ورد میں گذاریں اور بحضورِ الٰہی خلوصِ قلب کے ساتھ ملک و ملت کی بھلائی اور اپنے گناہوں کی بخشش کی دعا مانگیں۔

رویت ہلال

شریعت میں رویتِ ہلال کا اعتبار ہے جو واضح طور پر یا شرعی شہادت سے ثابت ہو۔ چاند دیکھنے کی شہادت شہر کے مقتدر عالم کے سامنے پیش کرنی چاہیئے۔ اگر ۲۹ر شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کریں یونہی ۲۹ر رمضان کو چاند نظر نہ آئے اور شرعی شہادت سے بھی اس کا ثبوت نہ ملے تو رمضان کے ۳۰ر دن پورے کر کے عید کریں۔ شک کا روزہ رکھنا گناہ ہے۔

مسائل سحری

سحری کھانا سنت ہے اور باعث برکت۔ اگرچہ ایک لقمہ ہی کھائے سحری

میں تاخیر مستحب ہے، مگر اتنی نہیں کہ وقت میں شک ہو جائے۔ اگر وقت میں گنجائش نہ ہو تو بحالت جنابت سحری کھا سکتا ہے۔ ویسے غسل جنابت میں تاخیر نہیں کرنی چاہیئے۔ وضو میں کُلّی ایسی کہ مُنہ کے ہر پُرزہ پہ پانی بہہ جائے اور ناک میں اس طرح پانی لینا جہاں نرم بانسہ ہے پانی پہنچ جائے، سُنّت مؤکدہ ہے۔ اور غسل جنابت میں فرض ہے۔ کُلّی اور ناک میں پانی نہ لیا جائے تو غسل ہی نہ ہوگا اس لئے روزہ دار کو غسل فرض میں اس احتیاط سے کُلّی کرنی چاہیئے کہ مُنہ کے ہر پُرزہ پانی بہہ جائے مگر حلق سے نیچے نہ اُترے اور ناک میں پانی اس احتیاط سے لیا جائے کہ نرم بانسہ دُھل جائے اور پانی نہ حلق میں اُترے، نہ دماغ میں چڑھے اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مثلاً سحری کے وقت اُٹھا اور نہانے کی حاجت تھی تو فی الحال خوب اچھی طرح کُلّی کرے، ناک میں پانی لے لے اب جب بحالتِ روزہ نہائے گا تو کُلّی و ناک میں پانی لینے کی دوبارہ ضرورت نہ رہے گی۔

ضروری مسئلہ سحری کھا کر سویا یا دن میں سویا۔ احتلام ہوگیا تو روزہ میں کچھ فساد نہیں آئے گا۔ غسل کرلے یونہی اپنی بیوی کا بحالتِ روزہ بوسہ لیا۔ حرج نہیں۔ بشرطیکہ انزال نہ ہو۔ بعض لوگ ذکی الحس ہوتے ہیں۔ بعض اوقات بحالتِ روزہ بیوی کو دیکھ کر انتشار ہو جاتا اور مذی نکلتی ہے۔ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مذی اور ودی وہ رطوبت ہے جو مذی کے نکلنے سے پہلے ظاہر ہوتی صرف اس نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ ہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ استنجا کر کے وضو کرلیں۔

روزہ کی نیّت نیّت کا وقت بعد غروبِ آفتاب سے ضحوی کُبریٰ تک ہے۔ ہر روز کے لیے نیّت لازم ہے۔ نیّت زبان سے بہتر ہے اور نیّت ضحوی کبریٰ سے پہلے کرے تو روزہ ہوگا۔

نَوَيْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰهِ تَعَالٰى مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ۔ — میں نے نیّت کی کہ اس رمضان کا فرض روزہ اللہ کے لئے رکھوں گا۔

اگر نیّت دن میں کرلے تو یوں کرے۔

نَوَيْتُ اَنْ اَصُوْمَ هٰذَا الْيَوْمَ لِلّٰهِ — میں نے آج اس رمضان کا فرض

روزہ اللہ کے لیئے رکھا۔

سحری نیت ہے جب کہ کھاتے وقت یہ ارادہ ہو کہ روزہ رکھوں گا۔

روزہ کی حقیقت

نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد۔ ارشعبان ۲ھ میں رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ عرف شرع میں مسلمان کا بنیت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے کو قصداً کھانے پینے جماع سے باز رکھنا روزہ ہے۔ عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔ رمضان المبارک کا روزہ رکھنے کے ساتھ ہر روزہ دار پر یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ صرف کھانے پینے اور مباشرت ہی سے اجتناب نہ کرے بلکہ قول و فعل، لین دین اور دیگر معاملات میں بھی پرہیزی اختیار کرے جیسا کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ سے ظاہر ہے روزہ میں آدمی ہاتھ پاؤں کو کسی بھی بُرے کام کے لئے حرکت نہ دے۔ گالی گلوچ غیبت جیسی خرافات زبان پر نہ لائے۔ نہ کان میں پڑنے دے۔ اس کی آنکھ بھی غیر شرعی کام کی طرف نہ اُٹھے۔ بلکہ انسان تقویٰ کا عملی نمونہ بن جائے۔ اگر رمضان المبارک کے روزے ان قیود و شرائط کو مدِ نظر رکھ کر پورے کئے جائیں تو اختتام رمضان پر تقویٰ و پرہیزگاری کا پیدا ہو جانا لازمی امر ہے۔

روزہ نہ رکھنے کے شرعی عذر

جب آدمی ایسا بیمار ہو کہ روزہ رکھنے سے جان جانے یا مرض کے بڑھنے یا دیر پا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ جب صحت ہو جائے قضا کرے۔ ایسا بوڑھا کہ روز بروز کمزور ہو گا نہ اب روزہ رکھنے پر قادر اور نہ بظاہر آئندہ قادر ہو سکے گا۔ ہر روزہ کے بدلے فدیہ دے یعنی ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ یہ بوڑھا شخص جو فدیہ دیتا رہا۔ پھر روزہ پر قادر ہو گیا تو فدیہ دیتا رہا۔ پھر روزہ پر قادر ہو گیا تو فدیہ نفل ہو گا۔ اور روزہ کی قضا لازم ہے۔ جو ایسا مریض یا بوڑھا ہو کہ گرمیوں میں روزہ نہ رکھ سکتا ہو تو اب افطار کرے۔ جاڑوں میں رکھے۔ حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی عورت جب انہیں اپنی ذات یا بچہ کا اندیشہ ہو تو ان کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے لیکن قضا لازم ہے۔

روزہ توڑنا گناہ ہے

روزہ رکھ کر بلا عذر شرعی توڑ دینا سخت گناہ ہے۔ ہاں اگر ایسا بیمار

ہوگیا کہ روزہ نہ توڑنے سے جان کے جانے کا خطرہ ہو یا بیماری کے بڑھ جانے کا احتمال قوی ہو یا ایسی شدید پیاس لگی کہ مر جانے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں روزہ توڑ دینا جائز بلکہ واجب ہے۔ البتہ صحت ہو جانے پر قضا لازم ہے؛

مسئلہ جن کا روزہ فاسد ہو جائے ان پر اور حیض و نفاس والی پر جب دن میں پاک ہوں نابالغ پر جب دن میں بالغ ہو۔ مسافر پر جب دن میں مقیم ہو واجب ہے کہ پورے دن روزہ دار کی طرح رہیں۔

مسئلہ نابالغ جو بالغ ہوا کافر جو مسلمان ہوا اُن پر اس دن کی قضا واجب نہیں۔

روزہ کے مکروہات: کسی چیز کا بلا عذر چکھنا چبانا بایں طور کہ حلق سے نیچے نہ اترے۔ جھوٹ چغلی۔ غیبت۔ گالی گلوچ۔ کوسنا۔ ناحق ایذا دینا۔ بے ہودہ فضول بکنا۔ چیخنا چلانا۔ کسی بھی خلافِ شرع کام میں مصروف ہونا یا مُنہ میں بہت سا تھوک جمع کر کے نگل جانا۔ کُلّی اور ناک میں پانی ڈالنے سے مبالغہ کرنا۔ یہ تمام امور مکروہاتِ روزہ سے ہیں۔ اگرچہ اِن باتوں کے ارتکاب سے روزہ فاسد نہیں ہوتا تاہم جب آدمی نے روزہ رکھا ہے جو ایک قسم کی مشقت ہے۔ بھوک کی تکلیف اُٹھا رہا ہے تو مذکورہ بالا چیزوں سے پرہیز ہی کرنا چاہیئے تاکہ روزہ کے ثواب میں اضافہ ہو۔

ان صورتوں میں روزہ فاسد نہیں ہوگا: بھول کر کھانا پینا، جماع کرنا، بلا اختیار گرد و غبار، دھواں۔ مکھّی یا مچھر کا حلق میں چلا جانا بوقتِ غسل کان میں پانی کا پڑ جانا۔ خود بخود قے آجانا، خواہ مُنہ بھر کر ہو۔ آنکھ میں دوائی ڈالنا۔ دن میں سوتے ہوئے احتلام ہو جانا۔ دانتوں میں جو چیز رہ گئی چنے کی مقدار سے کم ہو اس کو نگل لینا تل دانتوں میں رہ گیا۔ اس کو نگل لیا۔ بیوی کا بوسہ لیا، چھُوا اور انزال نہ ہوا، ان سب صُورتوں میں روزہ فاسد نہ ہوگا۔ مسئلہ؛ بحالتِ روزہ سر مہ لگانا۔ سر اور بدن پر تیل ملنا، مسواک کرنا، خوشبو عطر وغیرہ سونگھنے سے روزہ فاسد نہ ہوگا اور یہ باتیں روزہ کو مکروہ نہیں کرتیں۔

روزہ کے مفسدات: کُلّی کرنے میں پانی حلق کے نیچے اتر گیا ناک میں پانی ڈالنے میں دماغ تک چڑھ گیا۔ قصداً مُنہ بھر کھانے پیت یا خون کی قے،

منہ بھر قے خود آئی اور چنے برابر یا زیادہ نگل لی چنے برابر یا زیادہ کھانا دانتوں میں اٹکا تھا نگل گیا۔ ناک میں دوا سُٹرک کی۔ کان میں دوا یا تیل ڈالا۔ حُقنہ لیا۔ صبح صادق کے قریب یا بھول کر جماع میں مشغول تھا۔ صبح ہونے پر یا یاد آنے پر الگ نہ ہوا۔ مباشرت فاحشہ کرنے، بوسہ لینے چھونے سے انزال ہو گیا۔ حُقہ بیڑی، سگریٹ سگار وغیرہ پینے، پان کھانا اگرچہ پیک تھوک دے، حلق تک نہ جائے۔ ان تمام صُورتوں میں روزہ دار ہونا یاد ہے تو روزہ جاتا رہا اور قضا لازم ہے۔ دانتوں سے خُون نکلا اور حلق میں داخل ہو گیا۔ اگر تھوک غالب ہو تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر خون غالب ہے تو روزہ فاسد ہوگا۔ قصداً دُھواں پہنچایا خواہ وہ کسی چیز کا ہو اگربتی سُلگتی تھی اس کے دُھوئیں کو ناک میں کھینچا۔ منہ میں رنگین ڈورا رکھا۔ تھوک رنگین ہو گیا۔ اس کو نگل لیا یا منہ میں نسوار لی ان صُورتوں میں روزہ جاتا رہا۔ قضا لازم ہے۔

مسئلہ: کان میں تیل ٹپکا دیا یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا دوا لگائی اور دماغ تک پہنچ گئی یا حُقنہ یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر کنکر، روئی، کاغذ، گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں یا رمضان المبارک میں بلا نیت روزہ کی طرح رہا یا صبح کو نیت کی تھی یا دن میں زوال سے پیشتر نیت کی اور بعد نیت کھا لیا یا روزہ کی نیت کی تھی۔ مگر روزہ رمضان کی نیت نہ تھی یا اس کے حلق میں مینہ کی بوند یا اولہ چلا گیا۔ بہت سے آنسو یا پسینہ نگل گیا۔ ان صُورتوں میں صرف روزہ کی قضا لازم ہے۔ کفارہ نہیں۔ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لیکن روزہ کی صُورت میں نہ چاہیئے کہ تعریض علی الفساد ہے۔ ہاں اگر جوفِ دماغ یا جوفِ معدہ میں انجکشن سے دوا یا غذا بعینہٖ پہنچے تو تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ قصداً اگر روزہ یاد ہوتے ہوئے کھایا پیا یا جماع کیا۔ بھول کر کھا ہی رہا تھا۔ روزہ یاد آنے پر یا سحری کھا رہا تھا صبح صادق ہوتے پر منہ کا نوالہ یا گھونٹ نگل گیا تو روزہ جاتا رہا۔ قضا و کفارہ دونوں واجب ہو گئے اسی طرح جس کو حقہ کی عادت ہو اس نے بحالتِ روزہ حقہ سگریٹ پیا تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں۔

روزہ کا فدیہ | ہر روزہ کے بدلے ہر روز دونوں وقت مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا یا صدقہ فطر کی مقدار مسکین کو دینا۔

روزہ کا کفارہ | باندی غلام آزاد کرنا (یہ یہاں کہاں) تو پے در پے ساٹھ روزے رکھنا اس کی

بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت بھر کر کھانا کھلانا۔

صدقۂ فطر ہر ایسے مسلمان پر جو حاجتِ اصلیہ سے فاضل نصاب کے برابر مال کا مالک ہے۔ اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے جن کا نان نفقہ اس کے ذمہ ہے۔ صدقہ فطر دینا واجب ہے۔

افطار افطار میں جلدی سُنّت و موجب برکت ہے۔ غروب کا غالب گمان ہونے پر افطار کر لیا جائے۔ ابر میں جلدی نہ کی جائے۔ نماز سے پہلے افطار کریں کھجور چھوارے، یہ نہ ہوں تو پانی سے۔ ان تینوں سے سُنّت ہے۔ کھانے میں مشغول ہو کر نماز میں تاخیر نہ کریں۔ مرد جماعت کھانے کی وجہ سے نہ چھوڑیں۔ وقتِ افطار یہ دُعا پڑھیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ فَاغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ۔

مسائل تراویح ۲۰ رکعت تراویح ہر غیر معذور مرد و عورت کے لئے سُنّت ہے مستورات گھر میں پڑھیں اور مردوں کے لیے مسجد میں جماعت سے پڑھنا سُنّت کفایہ ہے۔ نیت سُنّتِ تراویح کریں تراویح کا وقت فرض عشا کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ قبل وتر پڑھیں یا بعد وتر پڑھیں۔ مسئلہ ہر چار رکعت تراویح کے بعد بقدر چار رکعت بیٹھنا اور تسبیح و تہلیل یا درود شریف پڑھنا مستحب ہے جامع الرموز میں تین بار اس تسبیح کا پڑھنا مستحب لکھا ہے۔ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْعَظَمَۃِ وَالْھَیْبَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ۔ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَنَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ۔ مسئلہ تراویح کے بعد لوگوں کو بیٹھنا ناگوار ہو تو نہ بیٹھیں۔ مسئلہ تراویح جماعت کے ساتھ گھر میں پڑھی جائیں تو جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ مگر مسجد کے ثواب سے محروم رہیگا۔ مسئلہ اگر اپنی مسجد میں ختم قرآن نہ ہو یا جماعتِ تراویح نہ ہو یا دوسری جگہ امام خوش الحان خوش عقیدہ صحیح خواں متبع سُنّت ہو اور ان وجوہ سے مسجد محلہ چھوڑ کر دوسری جگہ جائے جائز ہے۔ مسئلہ امام محلہ بد عقیدہ ہو تو دوسری مسجد میں جانا ضروری ہے۔ مسئلہ ایک امام کو دو مسجدوں

میں پوری تراویح پڑھانا جائز نہیں۔ مسئلہ: ایک امام کے پیچھے پوری تراویح پڑھنا افضل ہے۔ مسئلہ: اگر کسی نے عشاء کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی تو اس کو وتر جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ اگرچہ وتر ادا ہو جائیں گے۔

احکامِ اعتکاف ۲۰ رمضان المبارک کی عصر سے عید کا چاند دیکھنے تک اعتکاف کرنا سنّت مؤکّدہ کفایہ ہے۔ یعنی تمام شہر کے یا تمام محلہ کے مسلمانوں سے ایک شخص بھی اگر اعتکاف کرے گا تو سب بری الذمّہ ہو جائیں گے گو ثواب سے محروم رہیں گے لیکن ترکِ سنّت کا الزام کسی پر نہ رہے گا۔ مسئلہ: اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا چاہیئے جس میں پنج وقتہ نماز جماعت سے ہوتی ہو۔ مسئلہ: بعد نیّت اعتکاف حد مسجد سے نکلنا بجز انسانی حاجتوں اور شرعی ضرورتوں کے حرام ہے۔ مسئلہ: انسانی حاجتیں۔ پیشاب پاخانہ اور نہانا ہے (اگر نہانے کی حاجت ہو) اور استنجا کرنا اور وضو کرنا ہے۔ مسئلہ: اگر کوئی گھر سے مسجد میں کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانے کے واسطے بعد مغرب گھر تک جانا جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کھانا گھر سے لائے اور مسجد میں کھائے۔ مسئلہ: اور حاجات شرعی نماز جمعہ ہے۔ لہٰذا نمازِ جمعہ کو ایسے وقت جائے کہ وہاں جا کر چار سنّتیں پڑھ کر خطبہ سن لے اور بعدہٗ چھ رکعت سنّت پڑھے۔ بلا ضروریات مذکورہ معتکف کو مسجد سے باہر نکلنا مکروہ ہے مگر جب تک کہ آدھے دن سے زیادہ مسجد سے باہر نہ رہے گا اعتکاف نہ ٹوٹے گا۔ اعتکاف میں معتکف کو کھانا پینا سونا، دین کی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا مسائلِ دینی کا بیان کرنا، بزرگانِ دین انبیاء کرام کے حالات بیان کرنا۔ اگر ضرورت پڑے تو بغیر لائے مال کے مسجد میں خرید و فروخت جائز ہے۔

لیلۃ القدر سال کی راتوں میں شبِ قدر افضل ترین ہے۔ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ اس رات اللہ تعالیٰ کی رحمت خصوصی طور پر متوجہ نمائش ہوتی ہے تلاوت قرآن ذکرِ الٰہی، درود شریف کی کثرت کیجئے۔ جتنی توفیق ہو نفل پڑھیئے اور اس رات میں کثرت سے یہ وظیفہ پڑھیئے۔ جو کہ حضور علیہ السّلام نے حضرت عائشہ کو تعلیم فرمایا تھا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ (ترمذی)

سیّد المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ رمضان المبارک

کی ستائیسویں رات ہے۔ سورۂ قدر میں اس کی جانب دو طرح اشارہ فرمایا اول یہ کہ سورۂ قدر تیس کلموں پر مشتمل ہے۔ ان میں ستائیسواں کلمہ لفظ ھِیَ ہے جو لیلۃ القدر کی تعبیر ہے۔ دوسرے یہ کہ سورۂ قدر میں نو حروف مکتوبی ہیں اور لفظ لیلۃ القدر کو سورۂ قدر میں تین مرتبہ بیان فرمایا۔ نو کو تین میں ضرب دینے سے ستائیس حاصل ہوئے۔ اس کو شب قدر اس واسطے کہتے ہیں کہ اس شب میں جو نیک اعمال کئے جاتے ہیں۔ ان کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک قدر و منزلت ہوتی چنانچہ اس شب میں ایک نیک عمل کا ثواب ان تیس ہزار اعمال کے ثواب سے زیادہ ہے جو دوسرے اوقات میں کیے جائیں۔

چونکہ صراحۃً کسی حدیث میں متعین نہیں فرمائی گئی۔ اس لئے صحابہ و علماء نے اپنے علم کے اعتبار سے مختلف تاریخیں بیان فرمائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشادِ گرامی اُوپر گزرا کہ وہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ ہمارے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ رمضان ہی میں ہوتی ہے اور اکثر و بیشتر رمضان کی آخری دس تاریخوں میں۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ جو شخص شبِ قدر میں بعد نمازِ عشاء سات مرتبہ سورۂ انا انزلناہ پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بلاؤں سے محفوظ رکھے گا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے جنت کی دُعا کریں گے اور جو شخص جمعہ کے دِن نماز سے پہلے اس کو تین مرتبہ پڑھے گا تو اس کے نامۂ اعمال سے ان لوگوں کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی جنہوں نے اس دن نمازِ جمعہ ادا کی۔

بعض علماء کرام نے فرمایا کہ جو شخص اس شب میں چار رکعت اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورہ الحمد شریف کے بعد سورہ الھٰکم التکاثر ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص تین مرتبہ۔ تو اللہ تعالیٰ موت کی سختی آسان فرمادے گا اور اس سے عذابِ قبر دور کر دیا جائے گا۔ اور جنت میں نور کے چار ستون ملیں گے۔ ہر ستون پر ایک ہزار محل ہوں گے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ شبِ قدر میں فرشتوں کی جماعتیں یکے بعد دیگرے نازل ہوتی ہیں اور جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تشریف لاتے ہیں۔ ان کے ساتھ چار جھنڈے ہوتے ہیں۔ ایک کو سیدِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ پاک پر نصب فرماتے ہیں۔

دوسرے کو بیت اللہ شریف پر۔ تیسرے کو بیت المقدس پر۔ چوتھے کو طور پر نصب فرماتے ہیں اور ہر مومن مرد اور عورت کے مکان میں داخل ہو کر اس کو سلام فرماتے ہیں۔ مگر ہمیشہ شراب پینے والے اور خنزیر کا گوشت کھانے والے اور رشتہ قطع کرنے والے اس سلام سے مشرف نہیں کیے جاتے۔ دوسرے فرشتے بھی ہر اس بندے کو سلام کرتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے ذکر الٰہی میں مشغول ہو۔

ابوالحسن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب سے بالغ ہوا ہوں رمضان شریف میں شب قدر پاتا ہوں۔ میرا تجربہ ہے کہ اگر پہلی تاریخ رمضان کی اتوار یا بدھ کو ہوتی ہے تو شبِ قدر انتیسویں کو ہوتی ہے اور جب پیر کو پہلی ہوتی ہے تو اکیسویں شب کو شبِ قدر ہوتی اور جمعہ یا منگل کی پہلی ہو تو ستائیسویں رات کو شبِ قدر ہوتی ہے۔ اور جب جمعرات کی پہلی ہوتی ہے تو تیئیسویں رات کو لیلۃ القدر ہوتی ہے لیکن اکثر احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ستائیسویں شب کو ہوتی ہے۔

جمعۃ الوداع

حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جمعہ کا دن سید الایام اور تمام دنوں سے افضل ہے، آپ نے فرمایا جس شخص کا یہ دن سلامتی ورحمت وعبادت وریاضت میں گزرا اور اللہ تعالیٰ اسے ہفتہ بھر کی آفات وبلیات سے محفوظ رکھے گا ایک حدیث میں ہے اَلْجُمُعَۃُ عِیْدٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ جمعہ مسلمانوں کی عید ہے۔ جمعے اور عید میں بہت سے امور مشترک ہیں جمعے کے دن غسل کرنا۔ اجلا لباس پہننا اور خوشبو لگانا سنت ہے اور یہ چیزیں عید کے دن بھی مسنون ہیں۔ جمعہ اور عید دونوں میں باجماعت دو دو رکعت ہیں دونوں میں اجتماعیت ہے اور خطبہ لازمی ہے۔ جمعے کی قضا ہے نہ عید کی اگر جماعت فوت ہو جائے تو تنہا آدمی جمعہ ادا نہیں کر سکتا۔ جمعہ قضا ہو جائے تو ظہر پڑھی جائے۔ قرآن مجید میں جمعہ کے احکام سورہ جمعہ میں بیان ہوئے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن ایک ساعت آتی ہے جس میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت ابی بن کعب کہتے ہیں وہ ساعت نمازِ عصر کے بعد آتی ہے اور اس شخص کو نصیب ہوتی ہے جو عصر کی نماز سے فراغت کے بعد مغرب کی نماز کے انتظار میں

لگا رہے۔ ذکر و فکر میں مشغول رہے اور اپنے مقصد کو پیشِ نظر رکھے، یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہو جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لیے سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اُونٹ کے صدقہ کے برابر ثواب دیتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر جانے والے کو گائے کے صدقہ کے برابر ثواب دیتے ہیں۔ تیسرے نمبر پر جانے والے کو مینڈھے کے برابر۔ چوتھے نمبر جانے والے کو مرغی کے صدقہ کے برابر اور پانچویں نمبر پر جانے والے کو ایک انڈے کے صدقے کے برابر ثواب ملتا ہے اور جب خطیب خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے تو فرشتے بھی سننے کے لیے مسجد میں داخل ہو جاتے ہیں یہ صرف جلدی جانے کا ثواب ہے اور نماز کا ثواب الگ ہے اور وہ بہت زیادہ ہے۔ ارشادِ رسالت مآب ہے کہ جمعہ کی نماز ادا کرنے والے کے وہ تمام گناہ جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہوتے ہیں بخش دیئے جاتے ہیں۔

جمعۃ المبارک کسی بھی ہفتے کا ہو مومنوں کے لیئے باعث برکت و رحمت اور موجب نجات و مغفرت ہے، لیکن رمضان المبارک کا آخری جمعہ جو جمعۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ نورٌ علیٰ نور اور قرآن السعدین ہے جمعۃ الوداع مسلمانوں کی عظمت و شوکت ہیبت و جلالت کا عظیم مظہر ہے۔ اس دن لوگ انبوہ در انبوہ جامع مساجد کی طرف اللہ تعالیٰ عزوجل کا نام بلند کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔ ایسے میں ملائکہ انہیں اپنے جھرمٹ میں لے لیتے ہیں اور حریم ناز سے رحمت و مغفرت کی بارش ہوتی ہے۔ جمعۃ الوداع کا یہ مبارک دن بلاشبہ دعاؤں کی مقبولیت کا دن ہے۔ اس دن امتِ مسلمہ کی فلاح و بہبود اور عالمِ اسلام کے عزت و غلبہ کے لیئے خصوصی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

قضاءِ عمری بعض لوگ اس دن قضاءِ عمری نام کی کوئی نماز بھی ادا کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں عمر بھر کی قضائیں دو رکعت نفل سے ادا ہو جاتی ہیں۔

عوام میں یہ خیال نامعلوم کیسے اور کہاں سے رواج پا گیا۔ بہرحال مسئلہ یہ ہے کہ جو نمازیں رہ گئی ہیں وہ جمعۃ الوداع کی قضاءِ عمری کے دو نفل سے ادا نہیں ہو سکتیں۔ اس کیلئے بہرحال ان فوت شدہ نمازوں کی قضا ضروری ہے۔

عید کی سنتیں غسل کرنا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا، عمدہ لباس پہننا، عیدگاہ کو پیادہ پا جانا۔ ایک راہ سے جانا اور دوسری راہ سے واپس ہونا، عید الفطر میں عیدگاہ جانے سے قبل کوئی شیریں چیز کھجور وغیرہ کھانا (اسی بناء پر ہمارے ملک میں سویاں مروّج ہیں کہ کھانا شیریں ہو اور سنّت بھی ادا ہو جائے) اور عید الضحیٰ میں قبل نماز کچھ نہ کھانا۔

مباحات اور مستحبات صدقہ کی کثرت کرنا، باہم ملنا، مبارک باد دینا، خوشی کا اظہار کرنا، مصافحہ اور معانقہ کرنا۔

عید کی نماز کا وقت عید کی نماز کا وقت آفتاب کے بقدر نیزہ بلند ہونے سے زوال تک ہے۔ اگر نماز پڑھنے میں زوال کا وقت آگیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

نمازِ عیدین عید کی دو رکعت نماز ہر عاقل بالغ مقیم تندرست پر شہر میں واجب ہے۔ گاؤں میں عید اور جمعہ کی نمازیں جائز نہیں، ہاں اگر وہ بڑے گاؤں یعنی قصبے جو شرعاً شہر کا حکم رکھتے ہیں۔ ان میں جمعہ اور عید دونوں کی نمازیں جائز ہیں۔ جمعہ اور عید دونوں کی نمازوں کی صحت اور ادا کی شرطیں ایک ہیں مگر یہ فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ فرض ہے اور عیدین میں سنّت۔ دوم جمعہ میں خطبہ نماز سے قبل ہے اور یہاں نماز کے بعد اگر کسی نے عید کی نماز کے بعد خطبہ نہ پڑھا، یا نماز سے قبل پڑھ لیا دونوں صورتوں میں نماز تو ہو گئی مگر یہ شخص گناہگار ہوا۔

کلماتِ تکبیر اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ
نویں ذالحجہ کی فجر سے تیرھویں کی عصر تک ہر نماز کے فوراً بعد یہی تکبیر ایک بار کہنا واجب اور تین بار کہنا افضل ہے۔ اسے تکبیر تشریق کہتے ہیں۔

ترکیب نمازِ عید الفطر نیت کی میں نے دو رکعت نماز عید الفطر واجب کی چھ زائد تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے پھر کانوں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر پڑھ کر ہاتھ باندھ لے اور ثنا پڑھے۔ پھر دو مرتبہ

کانوں تک ہاتھ لے جاکر تکبیر کہتے ہوئے چھوڑ دے۔ تیسری مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جاکر تکبیر پڑھ کر ہاتھ باندھ لے اور بطریق معہود ایک رکعت پڑھے۔ دوسری رکعت میں بعد قرأت قبل رکوع تین مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جاکر تکبیر کہتا ہوا چھوڑ دے۔ چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع کرے اور حسب دستور نماز پوری کرے۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے۔ تمام مقتدی سنیں اور خاموش رہیں خواہ خطبہ کی آواز پہنچے خواہ نہ پہنچے۔ بعد خطبہ دعا مانگیں۔ سلام۔ مصافحہ و معانقہ کریں۔

صدقۂ فطر ہر صاحب نصاب پر اپنی اور اپنے بچوں کی طرف سے ۲ سیر تین چھٹانک گندم واجب ہے۔ گندم کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔ اس کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے (۲) نابالغ اور مجنوں مالک نصاب پر صدقہ فطر واجب ہے۔ ان کا سرپرست ان کے مال سے ادا کرے۔ (۳) صدقہ ادا کرنے سے روزہ میں جو خلل واقع ہوا اس کی تلافی ہو جاتی ہے (۴) عورت مالک نصاب ہو تو اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے (۵) صدقۂ فطر فجر عید کی طلوع کے بعد واجب ہوتا ہے جو اس سے پہلے مر گیا اس سے صدقہ واجب نہیں۔ اور جو اس سے پہلے پیدا ہوا اس کا صدقہ واجب ہے (۶) روز عید سے پہلے بھی صدقۂ فطر کا دینا جائز ہے۔ وہ بوڑھا یا مریض جس سے روزہ ساقط ہو گیا ہے صدقۂ فطر اس پر بھی واجب ہے۔ (۷) مستحب یہ ہے کہ فطرانہ عیدگاہ جانے سے پہلے پہلے ادا کر دیا جائے۔

شوال کے روزے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھ لیے تو اس کو پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ ان روزوں کا متفرق رکھنا افضل ہے اور اگر متواتر چھ روزے رکھ لیے تو بھی حرج نہیں۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ
(پ۲ سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۸۵)

مسائلِ ماہِ رمضان

فضائلِ رمضان المبارک و مسائل روزہ وتراویح و شبِ قدر
کے اعمال اور عید الفطر کے احکام کا بیان ہے

مرتبہ:
حضرت علامہ مولانا مفتی ابوالخیر محمد حسین صاحب قادری رضوی
مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر

طبع اول ۱۹۶۷ء .... طبع دوم ۲۰۰۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْد

فَقَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْآنُ

برادرانِ اسلام! رمضان شریف بڑی برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ ہے۔ جب یہ ماہِ مبارک آتا ہے تو جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' رحمتِ الٰہی کے دروازے کھل جاتے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں' شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں جیسا کہ ترمذی' ابنِ ماجہ' صحیح بخاری و صحیح مُسلم میں ہے۔

اور ترمذی اور ابنِ ماجہ کی روایت میں ہے کہ جب ماہِ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر دیئے جاتے ہیں اور جہنّم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں تو اِن میں سے کوئی دروازہ نہیں کھُولا جاتا اور جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور منادی پُکارتا ہے کہ اے طالبِ خیر متوجّہ ہو اور اے شر کے چاہنے والے باز رہ اور کچھ لوگ جہنّم سے آزاد ہوتے ہیں اور یہ ہر رات ہوتا ہے۔

امام بیہقی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری اُمّت کو رمضان میں پانچ چیزیں دی گئی ہیں کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں۔

اوّل یہ کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ عزّوجلّ اُن کی طرف نظر فرماتا ہے اور جس کی طرف نظر فرمائے گا اس کو کبھی عذاب نہ دے گا۔

دوسری یہ کہ شام کے وقت اُن کے مُنہ کی بُو اللہ کے نزدیک مُشک سے زیادہ اچھی ہے۔

تیسری یہ کہ ہر دن اور رات میں فرشتے اُن کیلئے استغفار کرتے ہیں۔

چوتھی یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جنّت کو حکم فرماتا ہے کہ مُستعد ہو جا اور میرے بندوں کیلئے مزیّن ہو جا۔ قریب ہے کہ دُنیا کے تعب سے یہاں آ کر آرام کریں۔

پانچویں یہ کہ جب آخر رات ہوتی ہے تو ان سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

طبرانی اوسط میں بیہقی حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزّوجل کے نزدیک اعمال سات قسم کے ہیں۔ دو عمل واجب کرنے والے اور دو کا بدلہ ان کے برابر ہے اور ایک کا بدلہ دس حصے اور ایک عمل کا معاوضہ سات سو ہے اور ایک عمل وہ ہے کہ اس کا ثواب اللہ ہی جانے۔

وہ دو عمل جو واجب کرنے والے ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ جو خُدا سے اِس حال میں ملے کہ خالص اس کی عبادت کرتا تھا' کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرتا تھا' اس کیلئے جنّت واجب۔

۲۔ دوسرا یہ کہ جو خُدا سے ملا اس حال میں کہ اس نے شرک کیا تو اس کیلئے جہنّم واجب۔

۳۔ اور جس نے برائی کی اس کو اسی قدر سزا دی جائے گی۔

۴۔ اور جس نے نیکی کا ارادہ کیا مگر عمل نہ کیا تو اس کو ایک نیکی کا بدلہ دیا جائے گا۔

۵۔ اور جس نے نیکی کی اسے دس حصے ثواب ملے گا۔

۶۔ اور جس نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اس کو سات سو کا ثواب ملے گا اور ایک درہم کا ثواب سات سو درہم اور ایک دینار کا ثواب سو دینار۔

اور روزہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے ہے اس کا ثواب عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماہِ رمضان میں ایک رات ہزار مہینوں

سے بہتر ہے جو اس سے محروم رہا وہ ہر چیز سے محروم رہا۔

(ابن ماجہ، احمد، نسائی، مشکوٰۃ کتاب الصوم، تیسری فصل)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں ایک دروازہ کا نام ریان (پیاس بجھانے والا) ہے۔ اس دروازے سے وہی لوگ جائیں گے جو روزہ رکھتے ہیں۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ کتاب الصوم، پہلی فصل)

روزہ سپر ہے، دوزخ سے حفاظت کا مضبوط قلعہ ہے۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ کتاب الصوم، پہلی فصل)

جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے۔ اللہ اس کے منہ کو دوزخ سے ستر سال کی راہ دور فرمائے گا۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ کتاب الصوم، باب صیام التطوع، پہلی فصل)

(یہ بھی روایت ہے) اور اس کے اور جہنم کے درمیان اللہ تعالیٰ اتنی بڑی خندق کردے گا جتنا آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔

(ترمذی شریف، مشکوٰۃ کتاب الصوم، باب صیام التطوع، دوسری فصل)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بندوں کو معلوم ہوتا کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری امت تمنا کرتی کہ پورے سال رمضان ہی ہوتا۔

(بہار شریعت بحوالہ ابن خزیمہ)

روزہ کا مقصد:

برادرانِ ملت! روزہ داری نہ تو کسی قومی یا ملکی رسم کا نام ہے اور نہ کوئی ایسا حکم ہے جو صرف اسی امت کو دیا گیا ہے بلکہ روزہ داری انسانی اصلاح و تہذیب کا بنیادی اصول ہے اور اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ اسی لئے پہلی امتوں پر بھی یہ فرض عائد تھا اور ہر قوم میں روزہ داری موجود ہے خواہ کسی صورت میں ہو۔ مسلمانوں کو بھی حکم

دیا گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ جب تک ان کی نفسانی خواہشات کا باقاعدہ آپریشن نہ ہو۔ انہیں رُوحانی پاکبازی کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ رُوح اجسامِ عالم میں آنے سے پہلے کھانے پینے وغیرہ سے بالکل پاک وصاف تھی۔ اسی لئے وہ گناہ سے محفوظ بھی رہی۔ اسی طرح اجزائے جسم کا بھی یہی حال تھا مگر جب رُوح اور جسم کا آپس میں تعلق ہو تو رُوح جسم کی وجہ سے غذا کی محتاج ہوئی اور گناہ میں مبتلا ہوئی۔ ضرورت تھی کہ کچھ روز ان کو مرغوب غذاؤں سے باز رکھا جائے تاکہ انہیں اپنی پہلی حالت یاد رہے اور پہلے کی طرح اب بھی گناہوں سے بچتے رہیں۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے کہ تم پر روزے اس لئے فرض کئے گئے ہیں تاکہ تم میں پرہیزگاری کی طاقت پیدا ہو

اس سے معلوم ہوا کہ متقی اور پرہیزگار بننے کا فطری طریقہ یہ ہے کہ آپ روزہ رکھیں۔ روزے سے بھوک اور پیاس کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے جس سے غذا اور پانی کی قدر ہوتی ہے۔ انسان خدا کا شکر کرتا ہے اور اس سے بھوکوں اور پیاسوں پر مہربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ غنی اپنی بھوک یاد کر کے فقیر کی بھوک کا پتہ لگاتا ہے۔ بھوک بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔ غرض یہ کہ روزہ رکھنے میں دین و دُنیا کیلئے بے شمار فوائد ہیں۔

چاند:

پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا واجبِ کفایہ ہے۔ شعبان، رمضان، شوال، ذیقعد، ذی الحجہ۔ چاند دیکھ کر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ

مسئلہ: ۲۹ تاریخ کو اگر مطلع صاف نہ ہو تو رمضان کا چاند ایک عادل یا مستور کی شہادت سے ثابت ہو جائے گا اور باقی مہینوں کا دو مرد عادل یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادتوں سے اور اگر مطلع صاف ہو تو ہر مہینہ کیلئے جماعتِ عظیمہ درکار ہے۔

مسئلہ: چاند کی شہادت میں بے عذر اتنی تاخیر کہ لوگوں کے فرض یا واجب چھوٹیں گناہ ہے اور اتنی تاخیر کرنے والے کی شہادت مقبول نہیں۔ خط' تار' ٹیلیفون' اخبار' ریڈیو کی خبر سے چاند کا ثبوت نہیں ہوتا۔

مسئلہ: ۲۹ شعبان کو اگر اَبر و غبار کی وجہ سے چاند نہ ہو تو ۳۰ کو نصف النہار شرعی تک مثل روزہ رہیں پھر اگر رؤیتِ ہلال کا ثبوت ہو جائے تو نِصف النہار شرعی سے قبل روزہ کی نیّت کر لیں ورنہ کھائیں پئیں۔ اس دن خواص' اگر خالص نفل کی نیّت سے روزہ رکھیں تو حرج نہیں۔ یونہی جو کسی خاص دن مثلاً جمعرات یا پیر کو روزہ رکھنے کا عادی ہے اور شعبان کی تیسویں تاریخ اسی دن ہوئی تو وہ بھی نفل کی نیّت سے روزہ رکھ سکتا ہے۔ پھر اگر بعد کو ثبوت شرعی سے معلوم ہو کہ وہ دن رمضان ہی کا تھا تو وہ روزہ رمضان ہی کا شمار ہو گا۔ اس پر اس دن کی قضا نہیں ہوگی۔ دوسروں پر اس دن کا ایک روزہ قضا کرنا فرض ہے۔

مسئلہ: کسی نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا اس کی گواہی کسی وجہ شرعی سے رَد کر دی گئی مثلاً فاسق ہے یا عید کا چاند اُس نے تنہا دیکھا تو اسے حکم ہے کہ روزہ رکھے اگرچہ اپنے آپ عید کا چاند دیکھ لیا ہے اور اس روزہ کو توڑنا جائز نہیں مگر توڑے گا تو کفارہ لازم نہیں اور اس صورت میں اگر رمضان کا چاند تھا اور اس نے اپنے حساب میں تیس روزے پورے کئے مگر عید کے چاند کے وقت پھر اَبر یا غبار ہے تو اُسے بھی ایک دن اور روزہ رکھنے کا حکم ہے۔

مسئلہ: ایک جگہ چاند ہوا تو وہ صرف وہیں کیلئے نہیں بلکہ تمام جہان کیلئے ہے مگر دوسری جگہ کیلئے اس کا حکم اس وقت ہے کہ اُن کے نزدیک اُس دن تاریخ میں چاند ہونا شرعی ثبوت سے ثابت ہو جائے یعنی دیکھنے کی گواہی یا قاضی کے حکم کی شہادت گزرے یا متعدد جماعتیں وہاں آکر خبر دیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا اور وہاں لوگوں نے روزہ رکھا یا عید کی ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: رمضان شریف کا چاند دکھائی نہ دیا۔ شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزے شروع کر دیئے۔ ۲۸ ہی روزے رکھے تھے کہ عید کا چاند ہو گیا تو اگر شعبان کا چاند دیکھ کر ۳۰ دن کا مہینہ قرار دیا تھا تو ایک روزہ قضا رکھیں اور اگر شعبان کا بھی چاند دکھائی نہیں دیا تھا بلکہ رجب کی ۳۰ تاریخیں پوری کر کے شعبان کا مہینہ شروع کیا تو دو روزے قضا کے رکھیں۔ (عالمگیری)

مسئلہ: دن میں چاند نظر آیا' زوال سے پہلے یا بعد' بہرحال وہ آئندہ رات کا قرار دیا جائے گا۔ یعنی جو رات آئے گی اس سے مہینہ شمار ہو گا۔ اگر تیسویں رمضان کے دن میں دیکھا تو دن رمضان کا ہے' شوال کا نہیں اور روزہ پورا کرنا فرض ہے۔ اور اگر شعبان کی تیسویں تاریخ کے دن میں دیکھا تو یہ دن شعبان کا ہے رمضان کا نہیں۔ لہٰذا آج کا روزہ فرض نہیں۔ (مختار و ردالمحتار)

کسی نے خود تو چاند نہیں دیکھا مگر دیکھنے والے نے اسے اپنی شہادت کا گواہ بنایا تو اس کی شہادت کا وہی حکم ہے جو چاند دیکھنے والے کی گواہی کا ہے جبکہ شہادت علی الشہادت کے تمام شرائط پائے جائیں۔ (عالمگیری)

مسئلہ: ہلال دیکھ کر اس کی طرف اُنگلی سے اشارہ کرنا مکروہ ہے اگرچہ دوسرے کو بتانے کیلئے ہو۔ (عالمگیری)

روزہ رمضان:

رمضان المبارک کے تمام روزے ہر مسلمان مرد و عورت' عاقل و بالغ پر فرض ہیں۔ بغیر شرعی عذران کا ترک کرنا ناجائز و حرام ہے اور روزہ عرف شرع میں مسلمان کا بہ نیتِ عبادت صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک قصداً اپنے آپ کو کھانے پینے اور جماع

سے باز رکھنا۔ عورت کیلئے حیض و نفاس سے خالی ہونا ادائے روزہ کیلئے شرط ہے۔

روزے کے تین درجے ہیں۔

ایک عام لوگوں کا روزہ کہ یہی پیٹ اور شرم گاہ کو کھانے پینے، جماع سے باز رکھنا۔

دوسرا خواص کا روزہ کہ ان کے علاوہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہ سے باز رکھنا۔

تیسرا اخاص الخاص کا کہ جمیع ماسوا اللہ سے اپنے کو بالکلیہ جُدا کر کے صرف اسی کی طرف متوجہ رہنا۔

مسئلہ: سفر میں روزہ نہ رکھنا بہتر نہ رکھنا جائز۔

مسئلہ: ہر بیماری میں روزہ کی قضا جائز نہیں، صرف اس بیماری میں جائز ہے جس میں روزہ نقصان دے مگر ہر سفر میں قضا جائز۔ خواہ سفر نقصان دے یا نہ دے۔ سفر سے مراد سفر شرعی یعنی ۵۷/۸/۳ میل (ستاون میل تین فرلانگ) کم از کم ہے۔ اگر اس سے کم سفر ہے تو روزے کے قضا کی اجازت نہیں۔ وہ شرعی مسافر نہیں۔

مسئلہ: بیماری کے وہم پر روزہ نہ رکھنا جائز نہیں بلکہ تجربہ کار یا نیک، قابل طبیب کے کہنے سے بیماری کا اندازہ معتبر ہے۔

روزہ کی قسمیں:

روزہ کی پانچ قسمیں ہیں۔ فرض، واجب، نفل، مکروہ، تنزیہی، مکروہ تحریمی۔

فرض واجب کی دو قسمیں ہیں۔ معین، غیر معین۔ فرض معین جیسے ادائے رمضان۔ فرض غیر معین جیسے قضائے رمضان اور روزہ کفارہ۔ واجب معین جیسے نذر معین، واجب غیر معین جیسے نذر مطلق۔ نفل کی دو قسمیں ہیں۔ نفل مسنون، نفل مستحب، جیسے عاشورہ یعنی

دسویں محرم کا روزہ اور اس کے ساتھ نویں کا بھی' اور ہر مہینہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کا اور عرفہ کا اور پیر و جمعرات کا روزہ اور ۱۵ شعبان کا روزہ اور شش عید کے روزے' صومِ داؤد علیہ السّلام یعنی ایک دن روزہ' ایک دن افطار' مکروہ تنزیہی جیسے صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنا' نوروز و مہرگان کے دن روزہ' صوم دہر (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا)' صوم یعنی ایسا روزہ جس میں کچھ بات نہ کرے' صَومِ وصال کہ روزہ رکھ کر افطار نہ کرے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھے۔ یہ سب مکروہ تنزیہی ہیں۔ مکروہ تحریمی جیسے عید اور ایّامِ تشریق کے روزے

روزے کی نیّت:

نیّت دِل کے ارادے کا نام ہے۔ زبان سے کہنا شرط نہیں مگر زبان سے کہہ لینا مستحب ہے۔ رمضان کے ہر روزے کیلئے نئی نیّت کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ: ادائے روزہ رمضان اور نذرِ معیّن اور نفل روزوں کیلئے نیّت کا وقت غروبِ آفتاب سے ضحوۂ کبریٰ تک ہے۔ اس وقت میں جب نیّت کرے' یہ روزے ہو جائیں گے۔ منتہائے سحری سے غروبِ آفتاب تک نہار شرعی ہے اور نہار شرعی کا نصف ضحوۂ کبریٰ ہے۔

مسئلہ: رات میں نیّت کر لینا مستحب ہے۔ دن میں نیّت کرے تو اس طرح کرنا ضروری ہے کہ میں صبح صادق سے روزہ دار ہوں اور اگر یہ نیّت کرے کہ میں اب سے روزہ دار ہوں؛ صبح صادق سے نہیں تو روزہ "نہ" ہوگا۔

مسئلہ: سحری کھانا بھی نیّت ہے مگر جب کھاتے وقت یہ ارادہ ہو کہ صبح روزہ نہ رکھوں گا تو یہ سحری کھانا نیّت نہیں ہے۔

مسئلہ: زبان سے یوں نیّت کرے بِصَوْمِ غَدٍ نَّوَیْتُ (میں کل کے روزے کی نیّت کرتا ہوں) جبکہ نیّت رات میں کرے' اور اگر صبح صادق کے بعد نیّت کرے تو یوں کہے

بِصَوْمِ هٰذَا الْيَوْمِ نَوَیْتُ (میں آج دن کے روزے کی نیت کرتا ہوں)

مسئلہ: ادائے رمضان اور نذرِ معین اور نفل کے علاوہ باقی روزے مثلاً قضائے رمضان اور نذر غیر معین کی قضا (یعنی نفل روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا اس کی قضا) اور نذرِ معین کی قضا اور کفارہ کا روزہ۔ ان سب میں رات کو یا عین صبح چمکتے وقت نیت کر لینا ضروری ہے۔ اگر صبح صادق کے بعد نیت کی تو یہ روزے نفل ہوں گے پھر بھی ان کو پورا کرنا ضروری ہے۔ توڑے گا تو قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ: مسافر اور مریض رمضان کے دنوں میں اگر قضا یا کفارہ یا نذر یا کسی دوسرے واجب کی نیت کریں تو جس کی نیت کریں گے وہی ہوگا' رمضان کا نہیں۔ اور مطلق روزے کی نیت کریں تو رمضان کا ہوگا۔ اور تندرست اور مقیم نے رمضان میں کسی اور واجب کی نیت کی جب بھی اسی رمضان کا روزہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص صبح صادق سے غروب تک دن بھر بھوکا پیاسا رہا لیکن روزہ کی نیت نہیں کی تو روزہ نہیں ہوگا۔

سحر و اِفطار کا بیان:

سحری کھانا مستحب و بابرکت ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ (حدیث شریف)

رات کے اخیر چھٹے حصہ میں سحری کھانا مستحب ہے۔ سحری میں تاخیر مستحب ہے مگر اتنی نہیں کہ صبح ہو جانے کا شک ہو جائے۔

مسئلہ: افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے مگر افطار اس وقت کرے کہ غروب کا گمان غالب ہو جب تک گمان غالب نہ ہو افطار نہ کرے اگرچہ مؤذن نے اذان کہہ دی ہے

اور اَبر کے دنوں میں افطار میں جلدی نہ کرنا چاہیئے۔

مسئلہ: ایک عادل کے قول پر افطار کر سکتا ہے جبکہ اس کی بات سچی جانتا ہو اور اگر اس کی تصدیق نہ کرے تو اس کے قول کی بناء پر افطار نہ کرے۔ یونہی مستور کے کہنے پر بھی افطار نہ کرے اور آج کل اسلامی مقامات میں توپ چلنے کا رواج ہے' اس پر افطار کر سکتا ہے جبکہ کسی عالم محتاط فی الدین کے حکم پر چلتی ہو اگرچہ توپ چلانے والا فاسق ہو۔ یونہی سحری کیوقت اکثر جگہ نقارہ بجتا ہے۔ ان شرائط کے ساتھ اس کا بھی اعتبار ہے اگرچہ بجانے والے کیسے ہی ہوں۔

مسئلہ: کھجور یا چھوارے سے افطار مستحب ہے' یہ نہ ہو تو پانی سے افطار کرے یا کسی دوسرے چیز سے افطار کرے۔ افطار کے وقت یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ بِکَ اٰمَنْتُ وَ عَلَیْکَ
تَوَکَّلْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ

روزہ کے مکروہات:

کُلّی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا' یونہی روزہ دار کو استنجا میں مبالغہ کرنا یعنی نیچے کو خوب زور دے کر استنجا کرنا مکروہ ہے۔ بلاشبہ کسی چیز کو چکھنا یا چبانا مکروہ ہے اور عُذر ہو تو مکروہ نہیں۔ مثلاً شوہر یا آقا بدمزاج ہے کہ نمک کم و بیش ہونا اُس کی ناراضگی کا باعث ہو۔ اِتنا چھوٹا بچّہ ہو کہ روٹی نہیں کھا سکتا اور نہ نرم غذا موجود' نہ کوئی بے روزہ ہے جو اُسے چبا کر دے' یا کوئی چیز خریدی اور نہ چکھنے میں نقصان ہو تو اِن سب صُورتوں میں چکھنا مکروہ نہیں ہے' مگر یہ لحاظ رہے کہ حلق میں کچھ جانے نہ پائے ورنہ روزہ جاتا رہے گا۔ عورت کا بوسہ لینا' گلے لگانا اور اس کا بدن چھونا مکروہ ہے جبکہ انزال ہو جائے یا جماع میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔ ہونٹ یا زبان چُوسنا مطلقاً مکروہ ہے۔ منہ

میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا بغیر روزہ بھی ناپسند ہے اور روزہ میں مکروہ۔ جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی دینا، بیہودہ بات کہنا، کسی کو تکلیف دینا کہ یہ چیزیں ویسے بھی ناجائز وحرام ہیں اور روزہ میں اور زیادہ حرام۔ ان کی وجہ سے روزہ میں کراہت آتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سپر ہے روزہ جب تک کہ اسے پھاڑا نہ جائے۔ عرض کی گئی کس چیز سے پھاڑے گا۔ ارشاد فرمایا جھوٹ اور غیبت سے۔

رمضان کے دنوں میں کوئی ایسا کام کرنا جائز نہیں جس سے ایسا ضعف آجائے کہ روزہ توڑنے کا ظن غالب ہو۔ غسل فرض ہونے کے باوجود سارا دن ناپاک رہا تو اگرچہ روزہ نہ گیا مگر اتنی دیر تک قصداً غسل نہ کرنا کہ نماز قضا ہو جائے گناہ وحرام ہے۔

وہ چیزیں جن سے روزہ نہ ٹوٹتا ہے نہ مکروہ ہوتا ہے:

آنکھوں میں سرمہ لگانا، یا سر میں تیل ڈالنا اگرچہ تیل یا سرمہ کا مزا حلق میں محسوس ہو۔ بغیر ارادہ خود بخود دھواں یا مکھی یا غبار حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ وہ غبار آٹے کا ہو کہ چکی پیسنے یا آٹا چھاننے میں اُڑتا ہے یا غلّہ کا غبار ہو یا خاک اُڑی یا جانوروں کے کھر یا ٹاپ سے غبار اُڑ کر حلق میں پہنچا۔ اگرچہ روزہ دار ہونا یاد تھا، کُلّی کی اور پانی بالکل پھینک دیا۔ صرف کچھ تری منہ میں باقی رہ گئی تھی، تھوک کے ساتھ اُسے نگل گیا یا دوا کُوٹی اور حلق میں اس کا مزہ محسوس ہوا یا کان میں پانی چلا گیا یا دانت یا منہ میں خفیف چیز بے معلوم سی رہ گئی کہ لعاب کے ساتھ خود بخود اُتر جائے گی اور وہ اُتر گئی یا دانتوں سے خون نکل کر حلق تک پہنچا مگر حلق سے نیچے نہ اُترا تو ان تمام صورتوں میں روزہ میں فرق نہیں آتا۔ بھول کر کھا پی لیا یا خود بخود قے ہو گئی یا احتلام ہو گیا، روزہ نہ گیا۔ روزہ میں مسواک کرنا مکروہ نہیں بلکہ جیسے اور دنوں میں سُنّت ہے روزہ میں بھی مسنون ہے۔ مسواک خشک ہو یا تر۔ زوال سے پہلے ہو یا بعد کسی وقت مکروہ نہیں۔ یہ جو مشہور ہے کہ

زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے' غلط ہے۔ گلاب یا مشک وغیرہ خوشبو سونگھنا مکروہ نہیں۔ فصد کھلوانا' پچھنے لگوانا مکروہ نہیں جبکہ ضعف کا اندیشہ نہ ہو اور اندیشہ ہو تو مکروہ ہے۔

روزہ توڑنے والی وہ چیزیں جن سے صرف قضا لازم ہے

یہ گمان تھا کہ صبح نہیں ہوئی اور کھایا پیا یا جماع کیا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی یا کھانے پر مجبور کیا گیا یعنی اکراہ شرعی پایا گیا تو صرف قضا لازم ہے۔ بھول کر کھایا پیا یا نظر کرنے سے انزال ہوا تھا یا احتلام ہو یا قے ہوئی۔ ان سب صورتوں میں گمان کیا کہ روزہ جاتا رہا۔ اب قصداً کھایا پیا تو صرف قضا ہے کفارہ نہیں۔ کان میں تیل ٹپکایا یا پیٹ یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا اس میں دوا ڈالی کہ پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی یا انیما لگوایا یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر' کنکر' مٹی' لکڑی' کاغذ' گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں یا صبح کو نیت نہیں کی تھی بلکہ دن میں زوال سے پہلے نیت کی اور بعد میں کھالیا یا روزہ کی نیت کی تھی مگر روزہ رمضان کی نیت نہ تھی یا حلق میں مینہ کی بوند' اولا چلا گیا یا بہت سا آنسو یا پسینہ نگل گیا یا مردہ یا جانور سے وطی کی یا ران یا پیٹ پر جماع کیا اور انزال ہو گیا یا عورت کا بوسہ لینے یا چھونے سے انزال ہو گیا' یا ہاتھ سے منی کو نکالا۔ اِن سب صورتوں میں صرف قضا واجب ہے' کفارہ نہیں۔ مسافر نے اقامت کی' حیض و نفاس والی پاک ہو گئی' مجنون کو ہوش آ گیا' مریض تھا اچھا ہو گیا' کافر تھا مسلمان ہو گیا۔ رات سمجھ کر سحری کھائی تھی حالانکہ صبح ہو چکی تھی' غروب سمجھ کر افطار کر لیا حالانکہ دن باقی تھا۔ اِن تمام صورتوں میں جو کچھ باقی رہ گیا اسے روزے کی مثل گزارنا واجب ہے' اور نابالغ جو بالغ ہوا یا کافر تھا مسلمان ہوا' اس پر اس دن کی

مثل گزارنا واجب ہے اور نابالغ جو بالغ ہوا یا کافر تھا مسلمان ہوا' اس پر اس دن کی قضا واجب نہیں' باقی سب پر قضا واجب ہے۔

روزہ توڑنے والی وہ چیزیں جن سے کفّارہ بھی لازم ہے

قصداً اگر روزہ یاد ہوتے ہوئے کھایا پیا یا جماع کیا تو قضا و کفّارہ دُونوں واجب ہو گئے۔ کوئی ایسا فعل کیا جس سے افطار کا گمان نہ ہوتا تھا اور اس نے گمان کر لیا کہ روزہ جاتا رہا۔ پھر قصداً کھا پی لیا مثلاً فصد کھُلوایا یا پچھنا لگوایا' یا سُرمہ لگایا یا عورت کو چھوا یا بوسہ لیا مگر انزال نہ ہوا۔ اب ان افعال کے بعد قصداً کھا لیا تو ان سب صُورتوں میں قضا اور کفّارہ دُونوں لازم ہیں اور اگر ان صُورتوں میں کسی مفتی نے فتویٰ دے دیا کہ روزہ جاتا رہا اور وہ مفتی ایسا ہو کہ اہلِ شہر کا اس پر اعتماد ہو' اس کے فتویٰ دینے پر اس نے قصداً کھا لیا یا اس نے کوئی حدیث سُنی تھی جس کے صحیح معنی نہ سمجھ سکا اور اس غلط معنی کے لحاظ سے جان لیا کہ روزہ جاتا رہا اور قصداً کھا لیا تو اب کفارہ لازم نہیں' صرف قضا لازم ہو گی۔ اگرچہ مفتی نے غلط فتویٰ دیا یا جو حدیث اس نے سُنی وہ ثابت نہ ہو جس جگہ روزہ توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔ اس میں شرط یہ ہے کہ رات ہی سے روزہ رمضان کی نیّت کی۔ اگر دن میں نیّت کی اور تُوڑ دیا تو کفّارہ لازم نہیں' سحری کا نوالہ مُنہ میں تھا کہ صُبح طلوع ہو گئی یا بھول کر کھا رہا تھا تو نوالہ مُنہ میں آتا تھا کہ یاد آ گیا اور نگل گیا تو دُونوں صُورتوں میں کفّارہ واجب ہے۔ لعاب تھُوک کر چاٹ گیا یا دوسرے کا تھُوک نگل گیا تو کفّارہ نہیں مگر محبوب کا لذّت کیلئے یا معظّمِ دینی کا تبرک کیلئے تھوک نگل گیا تو کفّارہ لازم نہیں ہے۔

کفّارہ:

روزہ تُوڑنے کا کفّارہ یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو ایک غلام آزاد کرے اور یہ نہ کر سکے یعنی اس کے پاس نہ تُو غلام ہے اور نہ اتنا مال ہے کہ غلام خرید کرے یا مال ہے مگر غلام میسّر نہیں جیسے آج کل یہاں پاکستان میں' تُو پے در پے ساٹھ روزے رکھے' درمیان میں کوئی ناغہ نہ کرے' ورنہ پھر از سرِ نُو ساٹھ روزے رکھنا لازم ہوں گے' پہلے کے روزے

شمار نہ ہوں گے۔ اگرچہ انسٹھ روزے رکھ چکا تھا۔ اگرچہ بیماری وغیرہ کسی عذر کے سبب چھوٹا' جو مگر عورت کو حیض و نفاس کی وجہ سے جتنے ناغہ ہوئے' یہ ناغے شمار نہ ہوں گے یعنی پہلے کے روزے اور حیض و نفاس کے بعد والے روزے دونوں مل کر ساٹھ ہو جانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا' کسی نے دو روزے توڑے تو اگر یہ دونوں رمضان کے ہوں گے تو دو کفارے ادا کرے اور دونوں روزے ایک ہی رمضان کے ہوں اور پہلے کا کفارہ ادا نہ کیا ہو تو ایک ہی کفارہ دونوں کیلئے کافی ہے۔ روزے سے کفّارہ ادا کرنے میں شرط یہ ہے کہ اس مُدّت کے اندر ماہِ رمضان ہو' نہ عید الفطر' نہ عید الضحیٰ' نہ ایّام تشریق ہو۔ اگر روزے رکھنے پر قُدرت نہ ہو کہ بیمار ہے اور اچھے ہونے کی اُمید نہیں یا بہت بُوڑھا ہے تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور یہ اختیار ہے کہ ایک دَم سے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا متفرق طور پر' مگر شرط یہ ہے کہ اس اثنا میں روزے پر قُدرت حاصل نہ ہو' ورنہ کھلانا صدقہ نفل ہوگا اور کفّارہ میں روزے رکھنے ہوں گے' اور یہ بھی ضروری ہے کہ جن ساٹھ مسکینوں کو صُبح کھلایا اُنہیں کو شام کے وقت کھلائے۔ اگر شام کے وقت دُوسروں کو کھلایا تو کفّارہ ادا نہ ہوگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر مسکین کو بمقدار صدقہ فطر (جس کا بیان آگے آئے گا) نقد یا غلّہ دے دیں۔ اگر ایک مسکین کو ساٹھ دن تک دونوں وقت کھلایا یا ہر روز بقدر صدقہ فطر اسے دے دیا جب بھی کفّارہ ادا ہوگا' اور اگر ایک ہی دن میں ایک مسکین کو سب دے دیا' ایک دفعہ میں یا ساٹھ دفعہ کر کے تو صرف اس ایک دن کا ادا ہوگا۔

وہ وجُوہ جن سے روزہ تُوڑنے کی اجازت ہے

سانپ نے کاٹا اور جان کا اندیشہ ہو یا روزہ تُوڑنے پر مجبور کیا گیا یعنی اس کو قتل کی دھمکی دی گئی اور اس کو جان کا خطرہ ہے تو روزہ توڑ سکتا ہے۔ بھوک اور پیاس ایسی

ہو کہ خوف صحیح ہو یا ایسا مرض لاحق ہو گیا کہ جس کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو تو روزہ توڑ سکتا ہے۔

وہ وجُوہ جن سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

سفر و حمل اور بچہ کو دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور خوف' ہلاکت و کراہ و نقصانِ عقل اور جہاد' یہ سب روزہ نہ رکھنے کے عذر ہیں۔ ان وجُوہ سے اگر کوئی روزہ نہ رکھے تو گنہگار نہ ہو گا۔

سفر سے مراد شرعی سفر ہے یعنی ۵۷/۸/۳ میل (ستاون میل تین فرلانگ) اتنی دُور جانے کے ادارے سے شہر سے نکلا ہو' حمل والی اور دودھ پلانے والی کو اپنی جان یا بچہ کا صحیح اندیشہ ہے تو اجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھے۔ مریض کو مرض بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے کا گمان غالب ہو تو روزہ نہ رکھے۔ شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا جس کی عمر ایسی ہو گی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جائے گا جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی اب رکھ سکتا ہے اور نہ آئندہ اس میں اتنی طاقت آنے کی اُمید ہے کہ روزہ رکھ سکے گا تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ہر روزہ کے بدلے فدیہ دے' اگر ایسا بوڑھا کہ گرمیوں میں بوجہ گرمی روزہ نہیں رکھ سکتا مگر جاڑوں میں روزہ رکھ سکے گا تو اب افطار کرے اور ان کے بدلے جاڑوں میں رکھنا فرض ہے۔ اگر فدیہ دینے کے بعد اتنی طاقت آ گئی کہ روزہ رکھ سکے تو فدیہ صدقہ' نفل ہو کر رہ گیا' ان روزوں کی قضا رکھے۔ جن لوگوں نے ان عذروں کی بناء پر روزہ افطار کیا اُن پر فرض ہے کہ ان روزوں کی قضا رکھیں اور ان قضا روزوں میں قضا ترتیب فرض نہیں۔ لہٰذا اگر ان روزوں کے پہلے نفل روزے رکھے تو یہ روزے نفلی ہو گئے مگر حکم یہ ہے کہ عذر جانے کے بعد دوسرے رمضان کے آنے سے پہلے پہلے قضا رکھ لیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس پر اگلے رمضان کی

قضا باقی ہے اور وہ روزے نہ رکھیں تو اس کے اس رمضان کے روزے قبول نہ ہوں گے اور روزے نہ رکھے اور دوسرا رمضان آ گیا تو اب پہلے اس رمضان کے روزے رکھ لے قضا نہ رکھے' بلکہ اگر غیر مریض اور غیر مسافر نے قضا کی نیت کی جب بھی قضا نہیں بلکہ اسی رمضان کے روزے ہیں۔

روزہ کا فدیہ:

ہر روزہ کا فدیہ ایک مسکین کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا واجب ہے یا ہر روزہ کے بدلے میں صدقہ فطر کی مقدار مسکین کو دے دے۔ یہ اختیار ہے کہ رمضان کے شروع ہی میں پورے رمضان کا ایک دم فدیہ دے دے یا آخر میں دے اور اس میں تملیک شرط نہیں بلکہ اباحت بھی کافی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جتنے فدیہ ہوں اتنے ہی مساکین کو دے بلکہ ایک مسکین کو کئی دن کے دے سکتے ہیں۔

تراویح:

۲۰ رکعت ہر شب سُنّتِ مؤکدہ ہیں' ہر غیر معذور مرد و عورت کیلئے۔ مرد کیلئے جماعت بھی سُنّتِ کفایہ ہے اور مسجد بھی۔ مسجد میں جو فضیلت ہے گھر میں جماعت کی وہ فضیلت نہیں۔ نیت سُنّتِ تراویح کریں یا قیام اللیل یا سُنّتِ وقت کی' مُطلق صلوٰۃ کی نیت نہ کریں۔ تراویح کا وقت فرض عشاء کے بعد سے صُبح صادق تک ہے۔ ہر چار رکعت کے بعد بقدر چار رکعت استراحت مستحب ہے۔ اس حالت میں اختیار ہے کہ چپکا بیٹھا رہے یا کوئی ذکر کرے یا درود شریف پڑھے یا یہ تسبیح پڑھے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ
وَالْعَظْمَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ
الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ

رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِکَةِ وَالرُّوْحِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَللّٰهُمَّ نَسْئَلُکَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ۔

تراویح میں ایک بار ختمِ قرآن سُنّتِ مؤکدہ ہے۔ سُستی اور کاہلی کی وجہ سے ترک نہ کرے۔ دُوبار ختمِ قرآن فضیلت، ۳ بار افضل، جبکہ لوگ ذوق شوق اور رَغبت کے ساتھ سُنیں ۔ مقتدی کو یہ جائز نہیں کہ بیٹھا رہے اور جب امام رکوع میں جائے تو مقتدی کھڑا ہو جائے کہ منافقین سے مشابہت ہے۔ ہاں کمزور آدمی جس قدر کھڑے ہو کر ادا کر سکے، کھڑے ہو کر پڑھے۔ جس شخص نے فرض عشاء جماعت سے نہ پڑھی وہ تراویح جماعت سے پڑھ لے اور تنہا وتر پڑھے۔ آج کل اکثر رواج ہو گیا ہے کہ حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں، یہ ناجائز و حرام ہے، لینے اور دینے والا دُونوں گُنہگار ہیں۔ ہاں اگر کہہ دے کہ کچھ نہیں دوں گا یا نہیں لوں گا۔ پھر حافظ کی خدمت کریں تو کوئی حرج نہیں۔ داڑھی مُنڈانے والے یا حدِّ شرع سے کم کرنے والے فاسق ہیں ان کو امام نہ بنایا جائے۔ نابالغ کے پیچھے تراویح جائز نہیں، شبینہ کرنا ہو تو بہتر یہ ہے کہ تراویح کے اندر تین روز میں قرآنِ عظیم کا ختم ہو اور شبینہ میں کسی قسم کا شور و غوغا نہ ہو۔

اعتکاف:

حدیث شریف میں ہے جس نے رمضان میں دس دن کا اعتکاف کر لیا تو ایسا ہے جیسے دو حج مبرور اور دو عمرے کر لئے۔ بیسویں رمضان کے غروبِ آفتاب سے چاند کے ہونے تک مسجد میں اعتکاف سُنّتِ کفایہ ہے کہ شہر میں کوئی نہ کرے تو سب ملزم ٹھہریں گے۔ بغیر عُذر مسجدِ اعتکاف سے نہ نکلے اگر نِکلا تو اعتکاف جاتا رہا اگرچہ بھُول کر ہو۔

معتکف کے مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں۔ایک حاجتِ طبعی کہ مسجد میں پُوری نہ ہو سکے۔جیسے پاخانہ' پیشاب' استنجا' وضو اور غسل کی ضرورت ہو تو غسل' دوم حاجتِ شرعی مثلاً عید یا جمعہ کیلئے جانا یا اذان کیلئے منارہ پر جانا جبکہ منارہ پر جانے کیلئے باہر سے راستہ ہو اور اگر منارہ کا راستہ اندر سے ہو تو غیر مؤذن بھی منارہ پر جا سکتا ہے مؤذن کی تخصیص نہیں ۔ اگر وہ مسجد گر گئی یا کسی نے مجبور کر کے نکال دیا اور فوراً دوسری میں چلا گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔اگر مسجدِ اعتکاف میں جُمعہ نہ ہوتا تو نمازِ جُمعہ کیلئے دُوسری مسجد میں جا سکتا ہے مگر اسی انداز سے جائے کہ اذانِ ثانی کے پہلے سُنتیں پڑھ سکے۔زیادہ پہلے نہ جائے اور فرض جمعہ کے بعد چار یا چھ رکعتیں سُنتوں کی پڑھ کر چلا آئے اور ظُہر احتیاطی پڑھنی ہو تو اعتکاف والی مسجد میں آ کر پڑھے اور اگلی پچھلی سُنّتوں کے بعد واپس نہ آیا وہیں جامع مسجد میں ٹھہرا رہا۔اگرچہ ایک دن رات وہیں رہ گیا یا اپنا اعتکاف وہیں پورا کیا تو بھی اعتکاف فاسد نہ ہوگا مگر یہ مکروہ ہے' معتکف نہ چپ رہے' نہ بیکار باتیں کرے بلکہ ذکرِ الٰہی میں مصروف رہے۔تلاوتِ قرآن پاک کرے۔درود شریف پڑھے۔وعظ و نصیحت اور نبی پاک صاحبِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسّلام و بزرگانِ دین قدست اسرارہم کے فضائل و کمالات بیان کرے۔غرض یہ کہ اپنا وقت نیک باتوں میں خرچ کرے' فضول باتوں میں نہ گزارے۔

شبِ قدر:

اس مبارک شب میں شام سے صبح تک ربّ عَزَّوَجَلَّ بندوں کی طرف تجلّی فرماتا ہے۔اس رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔یہ مبارک شب سال میں صرف ایک رات ہوتی ہے اور احادیثِ صحیحہ مشہورہ سے اس قدر ثابت ہے کہ وہ رمضان کی آخر دس راتوں میں ہے۔ان راتوں میں شب بیداری کرنا مستحب ہے'

کسی عبادت میں مشغول ہونا جیسے نفل پڑھنا، تلاوتِ کلامِ پاک کرنا، درود شریف پڑھنا، شب بیداری ہے نہ کہ خالی جاگنا۔ شبِ قدر کے تعیّن میں اختلاف ہے۔ اکثر عُلماء کا خیال ہے کہ وہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ لہٰذا اِس مُبارک شب میں خصوصاً شب بیدار رہے۔ روایت ہے کہ جو شخص رمضان کی ستائیسویں شب کو چار رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے سورہ قدر (اِنَّآ اَنْزَلْنَا) ایک بار اور سورۂ اخلاص (قُلْ ھُوَاللّٰہُ) ستائیس بار تو گناہوں سے ایسا پاک ہوگا گویا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

ایک اور روایت ہے کہ جو شخص رمضان کی ستائیسویں شب کو ایک سو رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے سورہ قدر تین مرتبہ اور سورہ اخلاص دس مرتبہ تو عرش کے تلے سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ اے اللہ کے ولی شروع سے عمل کر۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا اور ہر ایک کی شمار ایک غلام کی آزادی کا ثواب پائے اور حاجت اس کی بر آئے اور اس کی قبر نُور سے پُر ہوئے اور قیامت کے روز عرش کے سائے میں رہے گا اور جنّت میں جائے گا۔ شبِ قدر میں کثرت کے ساتھ یہ پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ.

صدقۂ فطر:

عیدالفطر کے دن صُبح صادق ہوتے ہی صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے۔ اگر صُبح صادق ہونے سے پہلے بچّہ پیدا ہوا تو اُس کی طرف سے صدقۂ فطر واجب ہوگا۔ صدقۂ فطر نمازِ عید سے پہلے ادا کرنا مسنون ہے۔ اگر کسی نے نماز سے پہلے ادا نہ کیا تو نماز کے بعد ادا کر دے۔ صدقۂ فطر ادا ہو جائیگا اگرچہ ایسا کرنا خلافِ سُنّت ہے۔ اگر کسی نے عید سے پہلے رمضان شریف میں ہی ادا کر دیا تو صدقۂ فطر ادا ہو جائے گا مگر بہتر یہ ہے کہ عید کی نماز سے پہلے ادا کرے۔

صدقۂ فطر کا فائدہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر مقرر فرمایا تا کہ لغو اور بیہودہ کلام سے روزہ کی طہارت ہو جائے اور مسکینوں کی روزی کا ذریعہ ہو جائے اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کا روزہ آسمان اور زمین کے درمیان معلّق رہتا ہے جبکہ صدقۂ فطر ادا نہ کر دے۔

مسئلہ: صدقۂ فطر ہر مسلمان مرد و عورت، مالکِ نصاب پر واجب ہے۔

مسئلہ: مالکِ نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنے نابالغ بچّوں کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: باپ پر اپنی عاقل، بالغ اولاد کی طرف سے اور ماں پر اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں۔

مسئلہ: عورت یا بالغ اولاد کا فطرہ ان کے بغیر اذن ادا کر دیا تو ادا ہو گیا بشرطیکہ اولاد اس کے عیال میں ہو یعنی اُس کا نفقہ وغیرہ اس کے ذمّہ ہو، ورنہ اولاد کی طرف سے بِلا اذن ادا نہ ہوگا اور عورت نے اگر شوہر کا فطرہ بغیر حکم ادا کر دیا ادا نہ ہوا۔

صدقۂ فطر کی مقدار:

فی کس نِصف صاع گندم ہے جس کا وزن اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت اس صدی کے برحق مجدد علامہ شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہٗ کی اعلیٰ تحقیق کی بناء پر دو سیر تین چھٹانک اٹھنّی بھر ہے۔ احتیاطاً سوا دو سیر گندم یا اس کی قیمت دے دیں۔

مسئلہ: عید کے دن حجامت بنوانا' ناخن ترشوانا' غسل کرنا' مسواک کرنا' اچھے کپڑے پہننا' خوشبو لگانا' نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا' نماز کیلئے پیدل جانا' دوسرے راستے سے واپس آنا' نماز کو جانے سے پہلے کچھ کھجوریں یا میٹھی چیز کھانا' عیدگاہ میں نماز ادا کرنا' جبکہ امام سُنّی العقیدہ پابندِ شرع ہو۔ تمام امور عید کے دن مستحب ہیں۔ نمازِ عید سے پہلے نماز نفل مطلقاً مکروہ ہے اور بعد نمازِ عید صرف عیدگاہ میں مکروہ ہے۔

نماز عید کی ترکیب:

پہلے یوں نیّت کرے۔ دو رکعت نماز واجب عید الفطر معہ چھ تکبیروں کے واسطے اللہ تعالیٰ کے' منہ میرا طرف کعبہ شریف کے' پیچھے اس امام کے۔ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھے پھر امام کے ساتھ اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر چھوڑ دیں۔ دوبارہ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر چھوڑ دیں۔ تیسری بار پھر کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ باندھ لیں۔ امام قرأت پڑھے' مقتدی خاموش رہیں۔ قرأت سے فارغ ہو کر امام کے ساتھ رکوع و سجود کریں۔ دوسری رکعت میں قرأت کے بعد امام کے ساتھ اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر چھوڑ دیں۔ تین مرتبہ ایسا ہی کریں۔ چوتھی مرتبہ بغیر ہاتھ اُٹھائے اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائیں۔ باقی نماز حسب دستور ادا کریں۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے' مقتدی خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھے ہوئے خطبہ سُنیں' ان تک خطبہ کی آواز پہنچے یا نہ پہنچے۔ خطبہ کے بعد دُعا مانگیں اور آپس میں معانقہ و مصافحہ کریں۔

================

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائل و مسائل

رمضان

ازقلم:

(مولانا) محمد شریف نوری قصور

فضیلتِ رمضان میں

احادیثِ نبویّہ علیہ التحیّۃ و الثناءُ

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:
جب رمضان داخل ہوتا ہے تو جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنّم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین گرفتار کر لئے جاتے ہیں۔
(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ کتاب الصّوم، پہلی فصل)

۲۔ یہ رمضان کا مہینہ وہ باعظمت مہینہ ہے کہ اس کی ابتداء میں رحمت ہے۔ درمیان میں مغفرت اور آخر میں دوزخ سے نجات ہے۔
(بیہقی، مشکوٰۃ کتاب الصّوم، تیسری فصل)

۳۔ جو شخص اس ماہ میں کسی نیکی سے خُدا کی قُربت تلاش کرے یعنی خُدا کی خُوشنودی حاصل کرنے کیلئے نفلی عبادت کرے اُس کا ثواب اِتنا ہی ہوتا ہے جتنا کہ رمضان کے علاوہ دُوسرے مہینوں میں فرض کا اور جو شخص ادا کرے اس مہینہ میں فرض کو اُس کا ثواب اِتنا ہے جیسا کہ رمضان کے سوا دوسرے مہینوں میں ستّرہ فرض ادا کرنے کا ہوتا ہے۔
(بیہقی، مشکوٰۃ کتاب الصوم، تیسری فصل)

۴۔ ہر نیکی کا ثواب دَس گنا ملتا ہے یہاں تک کہ سات سو گُنے تک پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لیکن روزہ کا ثواب اس سے بھی بالاتر ہے بے شک وہ میرے ہی لئے ہیں اور میں ہی اس کی جزا دُوں گا۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ کتاب الصوم، پہلی فصل)

۵۔ روزہ اور قرآن دُونوں شفاعت کریں گے، روزہ عرض کرے گا:
اے ربّ! میں نے اِس کو کھانے اور رغبت کی چیزوں سے دن میں باز رکھا۔ میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔

قرآن کہے گا میں نے اِس کو شب میں آرام کرنے سے روکا۔ اِس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ پس دُونوں کی شفاعت قبول کرلی جائے گی۔

(بیہقی، مشکوٰۃ کتاب الصّوم، تیسری فصل)

۶۔ روزہ دار کو دُو فرحتیں ہیں' اسے دُو خُوشیاں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک اپنے ربّ سے ملاقات کے وقت اور ایک خُوشی افطار کے وقت۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ کتاب الصّوم، پہلی فصل)

۷۔ جس شخص نے رمضان کے تمام روزے رکھے' ایمان اور اخلاص کے ساتھ طلب ثواب کیلئے' اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے گئے۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ کتاب الصوم، پہلی فصل)

۸۔ جو شخص روزہ نہ رکھے' رمضان میں ایک دن بغیر کسی عُذر شرعی کے تُو ساری عمر روزہ رکھنا اس کا معاوضہ نہیں ہوسکتا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداوٗد، دارمی، مشکوٰۃ کتاب الصوم، باب تنزیہ الصوم، دوسری فصل)

مسائل رمضان المبارک

روزہ کی نیّت:

روزہ میں نیّت شرط ہے۔ نیّت دِل کے ارادہ کا نام ہے اگر روزہ کا ارادہ نہ کیا اور تمام دن کھایا پیا نہیں تُو روزہ ادا نہ ہوگا۔ روزہ کی نیّت آدھے دن شرعی تک کرسکتا ہے۔ نیّت کیلئے یہ لفظ کہے تو بہتر ہے۔

وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَان

سحری:

سحری کا وقت صبح صادق تک ہے۔ سحری کھانا سُنّت و موجب برکت ہے۔

تاخیر سحری سُنّت ہے مگر اتنی نہ ہو کہ شک ہو جائے۔ سحری ضرور کی جائے اگرچہ ایک چلّو پانی ہی میسّر ہو۔

افطار:

افطار میں جلدی سُنّت و مُوجب برکت ہے۔ کھجور' چھوہارے' یہ نہ ہوں تو پانی سے' اِن تینوں سے سُنّت ہے۔ کھانے میں مشغول ہو کر نماز میں تاخیر نہ کریں۔ وقتِ افطار یہ دُعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ۔

تراویح:

بیہقی اور طبرانی نے حضرت سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں ۲۰ رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

حضرت سائب بن زید سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ماہِ رمضان میں لوگ ۲۰ تراویح کے ساتھ قیام کرتے تھے۔

شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوٰی میں لکھتے ہیں کہ تراویح کی بیس رکعت پر صحابہ کرام کا اجماع ثابت ہے۔

بیس رکعت تراویح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سُنّت ہے۔

تراویح میں ایک مرتبہ قرآنِ پاک کا ختم سُنّت ہے۔ دوبار فضیلت' سہ بار افضل۔ تلاوتِ قرآن پر اُجرت دینا لینا حرام ہے۔ بطورِ انعام حافظ کو جو چاہیں دیں۔

داڑھی منڈانے والے یا حدِّ شرعی سے کم کرنے والے فاسق ہیں ان کو امام نہ بنایا جائے۔ نابالغ کے پیچھے تراویح نہیں۔ قیام پر قدرت رکھنے والا بیٹھ کر نہ پڑھے۔ جس نے

فرض جماعت سے نہ پڑھے وہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنے اور وتر تنہا پڑھے۔

جن باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

بھُول کر کھانا پینا، بلا اختیار حلق میں گردو غبار یا مکھی، مچھر چلے جانے سے روزہ نہیں ٹُوٹتا۔ کان میں پانی چلا جائے یا خُود بخود قے آجائے یا خواب میں غُسل کی حاجت ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ آنکھ میں دوائی ڈالنے، خُوشبو سُونگھنے، تھوک نگل جانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مسواک کرنے سے دانتوں سے خُون نکل آئے اور حلق میں نہ جائے، ٹیکہ لگوانے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ سرمہ لگانے اور تیل لگانے سے بھی روزہ نہیں ٹُوٹتا۔

جن باتوں سے قضا واجب ہے

کان یا ناک میں دوائی ڈالنا، قصداً مُنہ بھر کر قے کرنا اور اسے نگل جانا، کُلّی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلے جانا، ان سب سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر صرف قضا واجب ہوتی ہے، کفّارہ نہیں۔ رات سمجھ کر سحری کا کھانا کھا لیا حالانکہ صُبح صادق ہو چکی تھی۔ اسی طرح دن ابھی تھا کہ غلطی سے یہ سمجھ کر کہ سُورج غروب ہو گیا ہے، افطار کر لیا ہے تو قضا واجب ہو گی، کفّارہ نہیں۔

کفّارہ:

جان بُوجھ کر کھانا پینا، صُحبت کرنا، روزہ توڑ دیتا ہے اس سے قضا واجب اور کفّارہ بھی۔ کفّارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے، اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ روزے رکھے، متواتر اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلائے۔

جن باتوں سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے

جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی گلوچ، کوسنا، ناحق کسی کو ایذا دینا، بیہودہ فضول بکنا،

چیخنا چلّانا' لڑنا' شطرنج' چوسر تاش جُوا کھیلنا' سینما یا اور کوئی تماشہ دیکھنا' بے عُذر کسی چیز کو چبانا اور چکھنا۔ ان سب سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

شوہر یا آقا کی بدمزاجی' چھوٹا بچّہ جسے چبا کر کھلانا ضرورت وغیرہم سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا۔

روزہ نہ رکھنے کی اجازت:

مریض' اگر روزہ کی طاقت نہ ہو۔ حاملہ عورت' اگر بچہ یا اپنی جان کو نقصان کا اندیشہ ہو۔ مسافر شرعی۔

اعتکاف:

بیسویں شب سے چاندرات تک پچھلے عُشرہ کا اعتکاف مسجد میں سُنّتِ کفایہ ہے اگر شہر میں کوئی نہ کرے تو سب مُلزم ٹھہریں گے۔

صدقۂ فطر:

صدقۂ فطر ہر صاحبِ نصاب پر واجب ہے کہ فی کس سوا دو سیر اچھی گندم صدقۂ فطرانہ ادا کرے۔ آٹا بھی اسی مقدار سے دے سکتا ہے۔ جو اور جَو کا آٹا گندم سے دو گنا دینا پڑتا ہے۔ یعنی ساڑھے چار سیر فی کس۔ غلّہ کی بجائے قیمت دینا زیادہ بہتر ہے' تاکہ حاجت مُند حسبِ خواہش کچھ خرید سکیں۔ یہ صدقہ اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے نمازِ عید سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔ بیوی اور بڑے اپنا صدقہ خُود ادا کریں۔ جو شخص صدقہ نہیں دیتا' اس کی نماز اور روزے آسمان کے درمیان معلّق رہتے ہیں۔

نمازِ عید: ہر عاقل بالغ مسلمان آزاد مرد تندرست مقیم پر چھ تکبیروں کے ساتھ واجب

ہے۔نمازِ عیدین کیلئے اذان کی ضرورت نہیں۔جن شرطوں کی موجودگی میں نماز جمعہ فرض ہوجاتی ہے انہیں کے ہوتے عیدین کی نماز واجب ہوتی ہے۔جُمعہ کا خُطبہ نماز سے پہلے فرض ہے اور عیدین کا خطبہ نماز کے بعد سُنّت۔عید کے دن صبح اُٹھ کر اوّل غسل کرے' مسواک کرے' عُمدہ کپڑے پہنے' خُوشبو لگائے اور میٹھی چیز کھائے' صدقۂ فطر ادا کرنے کے بعد نمازِ عید کیلئے جائے اور راستہ میں آہستہ آہستہ کہتا جائے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْد

نمازِ عید کی نیّت:

نیّت کرتا ہوں میں دو رکعت نماز عید الفطر واجب ساتھ چھ تکبیروں کے' پیچھے اس امام کے' مُنہ طرف کعبہ شریف کے' اللہ اکبر۔بعد ازاں زیرِ ناف ہاتھ باندھ لے اور یہ قاعدہ یاد رکھے کہ جس تکبیر کے بعد کچھ تکبیر نہ پڑھا جائے۔دونوں ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں۔لہٰذا چاہیئے کہ اوّل نیّت کرکے تکبیر کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر سب ہاتھ باندھ لیں اور فقط سُبحانک اللّٰھم' امام کے ساتھ بغیر اعوذ اور بسم اللہ کے پڑھ کر امام کے ساتھ تکبیروں میں ہاتھ اُٹھا کر چھوڑے رکھیں۔پھر امام کے ساتھ تیسری تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ کر چپ کھڑے رہیں اور پھر امام الحمد اور سُورۃ پڑھے۔پھر دُوسری رکعت میں جب امام قرأت سے فارغ ہو کر تکبیر کہے تُو تینوں تکبیروں میں ہاتھ کانوں تک لے جا کر چھُوڑے ہوئے چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلے جائیں۔اور باقاعدہ نماز ختم کریں اور پھر سکون و اطمینان سے خطبہ سُنیں اور جب خطبہ ختم ہوجائے تُو نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ خلوصِ قلب سے بارگاہِ الٰہی میں دُعا کریں۔

مفت سلسلہ اشاعت نمبر 144

فضائل رمضان المبارک

مصنف

مجاہد اہلسنت حضرت مولانا

محمد حنیف اختر صاحب خانیوال

ناشر

بزم سعید خانیوال

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ○

نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ○

تمھید

رمضان شریف وہ مبارک مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت خصوصیت کے ساتھ بندوں کی دستگیری فرماتی ہے حضور نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث پاک میں ارشاد فرمایا ''رمضان شهر الله'' کہ رمضان شریف اللہ تعالیٰ کا خاص مہینہ ہے ایک اور حدیث پاک میں آپ کا فرمان عالیشان ہے کہ اس بابرکت مہینے کے شروع ہوتے ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان قید کر دیئے جاتے ہیں'' (بخاری شریف) حقیقت یہ ہے کہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ مسلمانوں کے لئے رب کی جانب سے ایک عظیم تحفہ ہے ذیل میں روزے کا فلسفہ اور اس کے چند مسائل افادہ عوام کے لئے تحریر کئے جاتے ہیں تاکہ مسلمان ان پر خود بھی عمل پیرا ہوں اور اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی ان مسائل سے آگاہ کر سکیں۔

روزے کا فلسفہ

روزہ تمام آسمانی شریعتوں میں فرض رہا ہے اور ہر اُمّت کے نظام عبادت میں اس کو لازمی حیثیت حاصل رہی ہے دراصل نفسِ انسانی کی تربیت میں روزے کو خصوصی دخل ہے اور کوئی نظامِ تربیّت اس کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا کیونکہ رُوحانی تزکیہ میں کوئی بھی عبادت اس کا بدل نہیں ہوسکتی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر شے کی زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے یعنی جس طرح زکوٰۃ میں مال کا میل کچیل نکل جاتا ہے اسی طرح روزہ میں جسم کا روحانی و مادی میل کچیل نکل جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں روزوں کو گناہوں کی بخشش کا ذریعہ قرار دیا ہے چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا ''مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ ''یعنی جو رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''جس نے رمضان کے روزے رکھے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوگیا جیسے آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو'' نیز روزے سے صبر و قناعت، ضبطِ نفس اور محنت و مشقت کا درس ملتا ہے اس سے سختی برداشت کرنے کی عادت پیدا ہوتی ہے اس سے غریب اور نادار افراد کی بھوک کا احساس ہوتا ہے اور کمزوروں، غریبوں، نادار و مسکینوں کے ساتھ ہمدردی کا اور انکی مالی معاونت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے تواضع، صبر، رحم و

مشقت اور اخوت و محبت کا درس جتنا روزے میں پایا جاتا ہے اتنا اور کہیں ملنا دشوار بلکہ ناممکن ہے اس لئے حضور ﷺ نے رمضان شریف کو اخوت و ہمدردی کا مہینہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا "هُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَ الصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ" یعنی یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے روزہ بلاشبہ خیر خواہی اور ہمدردی کا درس دیتا ہے اور ناداروں و غریبوں کی امداد و اعانت کا جذبہ پیدا کرتا ہے نیز طبی نقطہ نظر سے روزے کی افادیت و اہمیت مسلّم ہے اطباء نے معدے کو ام الامراض قرار دیا ہے اگر کسی شخص کا معدہ خراب ہو جائے تو وہ کئی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے روزے کو فرض کیا تاکہ گیارہ ماہ کے جمع شدہ فاسد مادے اس کی گرمی اور حدت سے فنا ہو جائیں اور کھانے کی بے اعتدالی سے جو نقصان پیدا ہو وہ پورا ہو جائے اور معدے کو ایک ماہ تک مکمل آرام مل جائے یہی وجہ ہے کہ بعض امراض میں اطباء مریضوں کو بھوکا رہنے کا مشورہ دیتے ہیں حکیم یا ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق کھانے پینے سے رکنا کسی مرض سے چھٹکارا پانے اور صحت جسمانی حاصل کرنے کے لئے یقیناً مفید ہے مگر اسلام جب روزے دار کو ایک مقررہ وقت تک کھانے پینے سے روکتا ہے تو اس کا مقصد انسان کی صرف جسمانی بیماروں کو ہی دور کرنا نہیں بلکہ اس کی روحانی بیماریوں کا بھی علاج ہے۔

روزے کی فضیلت

روزہ کو اسلامی فرائض میں ایک اہم و نمایاں مقام حاصل ہے اس کی فرضیت قرآن پاک کے علاوہ احادیث مبارکہ سے بھی ظاہر و واضح ہے چنانچہ ایک حدیث پاک میں رسول ﷺ ارشاد گرامی ہے "شَهْرٌ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً یعنی رمضان شریف کا مہینہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کے روزوں کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے روزہ اصطلاحِ شریعت میں صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے باز رہنے کا نام ہے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ روزہ مسلمان کے ہر عضو پر فرض کیا گیا ہے چنانچہ زبان کا روزہ جھوٹ اور غیبت سے بچنا کان کا روزہ ناجائز باتوں کے سننے سے پرہیز کرنا آنکھ کا روزہ لہو ولعب کی چیزوں سے دور رہنا نفس کا روزہ حرص و شہوت سے جدا رہنا اور دل کا روزہ حب دنیا سے خالی ہونا ہے یہی وہ روزہ ہے جو مسلمان کے لئے باعث کامیابی اور ذریعہ نجات ہے اور اگر روزہ رکھ کر اسلامی احکامات پر عمل پیرا نہ ہو اور خلاف شرع امور سے پرہیز نہ کرے تو ایسے روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اسی لئے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے رب صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الجوع وَ رب قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ یعنی بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو روزے میں سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جن کو رات میں سوائے جاگنے کے کچھ بھی میسر نہیں آتا یعنی جب

روزہ دار روزہ رکھ کر خلاف شرع باتوں سے نہیں بچتا اور جھوٹ وغیرہ سے پرہیز نہیں کرتا تو اسکے روزہ رکھنے اور کھانے پینے کے چھوڑنے کا کوئی فائدہ نہیں اس حقیقت کو حضور ﷺ نے ایک حدیث پاک میں ان الفاظ میں بیان فرمایا مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَ شَرَابَہٗ یعنی جو روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا اور جھوٹی باتوں پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے پینے کے چھوڑنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں مطلب یہ ہے کہ روزہ دار اگر روزہ رکھ کر شریعت کے خلاف تمام کام چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی نافرمانی سے باز رہے تو ایسا روزہ مسلمان کے لئے بخشش کا باعث ہے ورنہ پھر روزہ کا کوئی فائدہ نہیں حضور نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث پاک میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رمضان شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ افراد کو جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے جن کے لئے جہنم لازم ہو چکی ہو اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو شروع سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے ان سب کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتا ہے ایک اور حدیث پاک میں آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ رمضان شریف کے آخری رات میں تمام روزہ داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے صحابہ کرام نے عرض کی کہ کیا یہ بخشش کی رات لیلۃ القدر ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دی جاتی ہے (الحدیث) معلوم ہوا کہ رمضان شریف کے روزوں کی بڑی فضیلت ہے۔

روزہ کے مسائل

روزہ ہر مسلمان عاقل وبالغ مرد وعورت پر فرض ہے روزے کی نیت ضروری ہے کہ اگر رات سے نیت نہ کی ہو تو نصف النہار شرعی یعنی تقریباً گیارہ بجے دن تک کی جاسکتی ہے اور سحری کھانا بھی نیت ہے بیمار مسافر حیض ونفاس والی عورت اور بچے کو دودھ پلانے والی عورت جب کہ روزے رکھنے سے بچے کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو یہ سب رمضان شریف میں روزہ نہ رکھیں اور عذر کے بعد روزہ رکھیں بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ سیر ہو کر ہی کیوں نہ کھالے آنکھ میں سرمہ لگانے اور سر میں تیل ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے آنکھوں میں دوائی ڈالنے یا پھولوں کی خوشبو سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا مکھی غبار اور دھواں بلا اختیار حلق میں اتر جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن اگر دھواں جان بوجھ کر اندر لے جائے یا حقہ اور سگریٹ پیئے تو روزہ ٹوٹ جائے گا ناک میں دوائی ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگر پانی کان میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا مسواک کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا مسواک خشک ہو یا تر اور زوال سے پہلے کرے یا بعد میں اس سے روزہ میں کوئی نقص نہیں آتا منہ میں بہت سا تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا ویسے بھی ناپسندیدہ امر ہے اور اس سے روزہ بھی مکروہ ہو جاتا ہے روزہ دار کے لئے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے کلی میں مبالغہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ منہ بھر کر پانی لے اگر کلی کرتے وقت بلا قصد پانی حلق میں اتر گیا یا

ناک میں چڑھایا اور دماغ کو چڑھ گیا تو اگر اس وقت روزہ دار ہونا یاد ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ روزہ کی حالت میں وضو کرتے ہوئے غرغرہ ہرگز نہیں کرنا چاہیئے یہ بالکل اور قطعاً جائز نہیں روزہ کی حالت میں ٹیکہ لگوانے سے پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ بہت سے علماء کے نزدیک ٹیکہ لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ بلا اختیار قے آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اگرچہ زیادہ ہی کیوں نہ ہو مگر جب بلا قصد منہ بھر قے آئے اور تھوڑی بہت جان بوجھ کر واپس لوٹائے اور روزہ دار ہونا بھی یاد ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر جان بوجھ کر منہ بھر کے قے کی اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر اس سے کم کی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا روزہ رکھنے کی نیت یہ ہے "وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ اور روزہ افطار کرنے کی یہ ہے "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ "سحری کھانا بھی روزے کی نیت ہے مگر جب سحری کھاتے وقت یہ ارادہ ہو کہ میں صبح کو روزہ نہیں رکھوں گا تو پھر سحری کھانا نیت نہیں ہے اگر صبح کو سحری کھانے کے لئے کسی کی آنکھ نہ کھلی تو بغیر سحری کھائے بھی روزہ رکھ سکتا ہے مگر جان بوجھ کر سحری نہ کھانا ایک عظیم سنت سے محروم ہونا ہے سحری کے وقت کثرت سے یا واسع المغفرۃ پڑھنا چاہیئے روزہ کھجور، چھوارے اور پانی سے افطار کرنا زیادہ ثواب ہے روزہ دار کی دعا افطار کے وقت ہرگز رد نہیں ہوتی اکثر لوگ فجر کی اذان ہونے تک سحری کھاتے پیتے رہتے ہیں اور اس طرح وہ اپنے روزے کو ضائع کر دیتے ہیں کیونکہ روزہ بند کرنے کا تعلق اذان فجر سے نہیں بلکہ صبح صادق سے ہے اور صبح

صادق سے پہلے کھانا پینا بند کرنا ضروری ہے جھوٹ، غیبت، گالی چغلی اور بیہودہ بات کرنے سے روزہ مکروہ ہوجاتا ہے پتھر، کنکر روئی گھاس اور کاغذ وغیرہ (یعنی جو چیزیں عادتاً نہ کھائی جاتی ہوں) ان کے کھانے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگر بتی سلگ رہی ہے اور اس کا دھواں ناک میں گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا ہاں اگر لوبان یا اگر بتی سلگ رہی ہو اور روزہ ہو اور روزہ یاد ہونے کے باوجود منہ قریب لے جاکر اس کا دھواں ناک سے کھینچے تو روزہ ٹوٹ جائے گا حیض ونفاس والی عورت کے لئے نماز پڑھنا قرآن کی تلاوت کرنا اور روزہ رکھنا یہ سب کچھ حرام ہے ایسا بوڑھا آدمی جو روزہ بروز کمزور ہورہا ہو اس کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور وہ ہر روزہ کے بدلے ایک صدقہ فطر کی مقدار بطور فدیہ مسکین کو دیدے۔

نماز تراویح

رمضان شریف میں مرد وعورت سب کے لئے سنت مؤکدہ ہے اس کی کل بیس رکعتیں ہیں تمام صحابہ کرام، خلفائے راشدین اور چاروں اماموں کا یہی مذہب ہے کسی امام کا مسلک بیس تراویح سے کم نہیں نماز تراویح مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے اور اس کا چھوڑنا گناہ ہے نماز تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کرنا مستحب ہے حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے اور حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کے زمانے میں بھی

یوں ہی تھا بیہقی شریف) تراویح کی بیس رکعتیں دو دو کر کے دس سلام سے پڑھی جائیں تراویح کا وقت عشاء کے فرضوں کے بعد طلوع فجر تک ہے تراویح وتر سے پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں اور بعد بھی رمضان شریف میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے لیکن جن لوگوں نے رمضان شریف میں عشاء کے فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے ہوں ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ وتر بھی تنہا پڑھیں (درمختار) نماز تراویح نابالغوں کے پیچھے پڑھنا جائز نہیں (فتاوٰی عالمگیری) اگر نماز تراویح نہ پڑھ سکے تو ان کی قضا نہیں ہے (درمختار) نماز تراویح میں ایک بار قرآن پاک ختم کرنا سنت ہے۔

اعتکاف کا بیان

بیس رمضان المبارک کو عصر کے بعد سے لے کر عید کا چاند نظر آنے تک مرد کا مسجد میں اور عورت کا گھر کی مسجد یعنی نماز کے لئے مقررہ جگہ میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ایک بھی اعتکاف بیٹھ گیا تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے اور اگر کوئی نہ بیٹھا تو سب گنہگار ہوں گے اعتکاف کے لئے جامع مسجد کا ہونا شرط نہیں بلکہ جس مسجد میں بھی جماعت ہوتی ہے وہاں اعتکاف بیٹھنا جائز ہے دوران اعتکاف بلا ضرورت شرعی مسجد سے باہر نہیں نکلنا چاہیئے ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور حاجت شرعی مثلاً پیشاب پاخانہ اور غسل جنابت کے لئے باہر جا سکتا ہے اور وضو خانہ مسجد کی حد سے باہر ہو

تو وہاں پر برتن اور کپڑے ہرگز نہیں دھونے چاہئیں یوں ہی اگر پیشاب وغیرہ کے لئے گیا اور راستے میں قرض خواہ نے روک لیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا (فتاویٰ عالمگیری) اگر دوران اعتکاف کوئی ایسی بیماری پیدا ہوگئی کہ جس کا علاج مسجد سے باہر نکلے بغیر ممکن نہیں تو اس صورت میں اعتکاف توڑنا جائز ہے (شامی شریف) حدیث پاک میں ہے کہ جس نے رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا تو ایسے ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کئے (بیہقی شریف)

لیلتہ القدر کی فضیلت

لیلتہ القدر بڑی فضیلت وعظمت والی رات ہے اس کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں پوری سورۃ نازل فرمائی ہے اس ایک رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ افضل ہے لیلتہ القدر کو رمضان شریف کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرنا چاہئے یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷ اور ۲۹ کی راتوں میں لیلتہ القدر کی تلاش کیا جائے جمہور مفسرین کے نزدیک لیلتہ القدر ستائیس کی رات ہے اس رات کی خاص علامات یہ ہیں یہ رات بالکل صاف وشفاف ہوتی ہے نہ اس میں زیادہ گرمی ہوتی ہے اور نہ زیادہ سردی اس رات میں شیطانوں کو آسمان کے ستارے نہیں مارے جاتے اس رات میں تیز وتند ہوا نہیں چلتی اس رات میں بادل نہیں ہوتے اور نہ ہی بارش ہوتی ہے اور اس رات کی صبح کو سورج بغیر شعاعوں کے طلوع ہوتا ہے اس رات

میں یہ دعا کثرت سے پڑھنا چاہیئے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ اس رات میں جو شخص چار رکعت نماز نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورۃ التکاثر ایک بار اور سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر موت کی سختی کو آسان فرمائے گا اور اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا اور لیلۃ القدر میں جو شخص بیس رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد سات مرتبہ قل شریف پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد ستر مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ پڑھے تو اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے والدین کو بخش دیتا ہے۔

صدقہِ فطر

ہر صاحب مسلمان پر اپنی اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے عید کے دن صبح صادق کے بعد اور عید گاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے صدقہ فطر کی مقدار سوا دو سیر گندم ہے اور گندم کی بجائے قیمت دینا افضل ہے قیمت موجودہ نرخ کے مطابق ادا کرنی چاہیئے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ''صدقہ فطر واجب ہے تا کہ بیہودہ باتوں سے روزہ پاک ہو جائے اور مسکینوں و غریبوں کے لئے کھانا بن جائے۔ ایک اور حدیث پاک میں آپ نے ارشاد فرمایا بندے کا روزہ زمین و آسمان کے درمیان لٹکا رہتا ہے جب تک وہ صدقہ فطر ادا نہ کرے اگر کسی شخص نے روزے نہیں رکھے خواہ کسی عذر کی وجہ سے یا بغیر

عذر کے صدقہ فطر ادا کرنا اس پر بھی واجب ہے صدقہ فطر سید حضرات کو نہیں دے سکتے اور نہ ہی کافروں کو دیا جا سکتا ہے بعض لوگ صدقہ فطر کے پیسے بھنگیوں اور جمعداروں کو دے دیتے ہیں یہ ہرگز جائز نہیں ایک شخص کا صدقہ فطر ایک ہی آدمی کو دینا بہتر ہے اگر کئی آدمیوں میں تقسیم کر دیا تو بھی ادا ہو جائے گا اور اسی طرح چند لوگوں کا صدقہ فطر کسی ایک کو دینا بھی جائز ہے اگر کوئی شخص صدقہ فطر ادا نہ کر سکا اور عید کا دن گزر گیا تو اسے چاہیئے کہ بعد میں صدقہ فطر ادا کرے کیونکہ یہ کسی حال میں بھی معاف نہیں ہے۔

ماہ رمضان شریف کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو روزوں کا انعام واجر عطا فرمانے کے لئے عید الفطر کا دن مقرر فرمایا ہے اس دن ہمیں کوئی شرع کام نہیں کرنا چاہیئے سینما، جوا، تاش اور لہو لعب سے ہر ممکن دور رہنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کا اس دن خوب شکر ادا کرنا چاہیئے جس نے ہمیں رمضان شریف کے روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائی اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک عمل بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وما علینا الا لبلاغ المبین

تحریر کنندہ

محمد حنیف اختر صدر بزمِ سعید خانیوال

یکم نومبر 2004ء

زیرِ ظلِّ عاطفت فقیہِ اعظم الحاج ابوالخیر محمد نورُ اللہ صاحب نعیمی
بانی و مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع منٹگمری

رمضان شریف کی بعض اہم

یادگاریں

نگرانِ اعلیٰ:
علّامہ ابوالضیاء محمد باقر صاحب ضیاء النوری

از قلم:
عبدالعزیز چیمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہِ رمضان کی چند یادگار تاریخیں

خاتونِ جنّت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے انتقال کی تاریخ ہے۔

آپ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ ماں کا نام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ ہے، آپ نبوّت سے ایک سال قبل مکّہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ آپ کے صاحبزادوں میں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما بہت بلند پایہ امام ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیٹی سے بہت محبّت تھی اور فرماتے تھے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے گوشت کا ٹکڑا ہے۔ حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بہت بڑا رنج ہوا، آخر اسی غم میں بیمار رہنے لگیں اور پھر ۳ رمضان ۱۱ھ میں وفات پا گئیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے غسل دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور عشاء کی نماز کے بعد جنّت البقیع میں دفن کیا گیا۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جنابِ فاطمہ علیہا الرضوان سے زیادہ نیک اور سچّا کسی کو نہیں پایا۔

۱۰ رمضان ۱۰ نبوت:

اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی تاریخ ہے۔

خاندانِ قریش کی بہت پارسا اور مالدار خاتون تھیں۔ چالیس سال کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی۔ اعلانِ نبوّت کے پہلے دن مسلمان ہوگئیں اور دنیا میں سب سے پہلی مسلمان خاتون ہونے کا شرف حاصل کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام

اولادیں آپ ہی کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ صرف حضرت ابراہیمؑ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبّت کرتی تھیں اور مال کو بے دریغ اشاعتِ اسلام میں خرچ کرتی تھیں۔ نکاح ابوطالب نے پڑھا تھا اور ۵۰۰ درہم مہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ادا کیے گئے تھے۔ انتقال سے قبل وصیّت کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے کفن سے اپنا کُرتا لپیٹ دیں تاکہ آخرت میں سکون حاصل ہو۔ ۶۵ سال کی عمر میں ۱۰ رمضان المبارک ۱۰ نبوت میں وفات پائی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں اُتارا' نمازِ جنازہ ابھی تک فرض نہیں ہوئی تھی۔

۱۷ رمضان غزوۂ بدر:

بدر ایک گاؤں کا نام ہے جہاں ہر سال میلہ ہوتا ہے۔ یہ مقام مدینہ منوّرہ سے قریباً اسّی میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہیوں نے جب ہجرت فرمائی تو قریش نے ہجرت کے ساتھ ساتھ ہی مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ اسی اثناء میں یہ غلط خبر مکّہ معظمہ میں پھیل گئی تھی کہ مسلمان قافلہ کو لوٹنے آ رہے ہیں' اور اس پر مزید یہ کہ حضرمی کے قتل کا اتفاقیہ واقعہ پیش آ گیا جس نے قریش کی آتشِ غضب کو بھڑکا دیا۔ حضور علیہ السّلام کو جب اِن حالات کی خبر ہوئی تو آپ نے صحابہ کرام کو جمع کیا اور امر واقعہ کا اظہار فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب میں جانثارانہ تقریریں کیں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (سردار خزرج) نے عرض کی۔

حضور! قسم خدا کی آپ اگر فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا ہم حضرت موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا

کرلڑیں، ہم لوگ آپ کے داہنے سے بائیں سے سامنے سے پیچھے سے لڑیں گے۔ صحابہ کرام کے ان پُرخلوص جملوں سے حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس چمک اُٹھا۔

۱۲ رمضان ۲ھ:

۱۲ رمضان المبارک کو آپ تقریباً تین سو جاں نثاروں کے ساتھ شہر سے روانہ ہوئے۔ ایک میل چل کر فوج کا جائزہ لیا تو جو کم عمر تھے انہیں واپس فرمایا۔ حضرت عمیر ابن ابی وقاص ایک کمسن بچہ تھے، ان سے واپسی کیلئے کہا گیا تو رو پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر انہیں شامل جہاد رہنے کی اجازت دے دی۔ عمیر کے بعد سعد نے کمسن سپاہی کے گلے میں تلوار حمائل کی اور اب فوج کی کل تعداد ۳۱۳ تھی، جس میں ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ ۱۷ رمضان ۸ھ سہ شنبہ کو اللہ کے دین کے ان سپاہیوں نے بدر کے قریب پڑاؤ ڈالا۔

اِدھر مکہ معظمہ سے قریش بڑے ساز و سامان سے نکلے۔

۱۔ ایک ہزار آدمیوں کی جمعیت تھی۔

۲۔ سو سواروں کا رسالہ تھا۔

۳۔ رؤساء قریش سب شریک تھے۔

۴۔ امراء قریش باری باری ہر روز دس اُونٹ ذبح کرتے تھے اور عقبہ بن ربیعہ جو قریش کا سب سے معزز رئیس تھا، فوج کا سپہ سالار تھا۔

۶۔ قریش چونکہ پہلے پہنچ گئے تھے اس لئے انہوں نے مناسب موقعوں پر قبضہ کر لیا تھا۔

اس کے خلاف:

مسلمانوں کی طرف چشمہ یا کنواں نہ تھا، زمین ایسی ریتلی تھی کہ اُونٹوں کے

پاؤں دھنس جاتے تھے۔

اور تائیدِ ایزدی سے مینہ برس گیا، جس سے گرد جم گئی اور صحابہ نے جا بجا پانی رُوک کر چھوٹے چھوٹے حوض بنالئے تاکہ وضو و غسل کے کام آسکیں۔ قرآن نے اس قُدرتی احسان کا یوں ذکر فرمایا:

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ.

(پارہ۹، سورہ الانفال، آیت ۱۱)

اور جبکہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا کہ تم کو پاک کرے۔

پانی پر اگرچہ قبضہ کرلیا تھا لیکن ساقیِ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضِ عام تھا اس لئے دشمنوں کو بھی پانی لینے کی عام اجازت تھی۔ یہ رات کا وقت تھا، تھکے ہوئے مسلمان...... فوجیوں نے کمریں کھول کر رات بھر آرام کیا لیکن صرف ایک ذات تھی، ذاتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، جو صبح تک بیدار اور مصروفِ دُعا رہی۔ صبح ہوئی تو لوگوں کو فجر کی نماز کیلئے جگایا اور بعد از نماز جہاد پر خطبہ ارشاد فرمایا:

صبح ہوتے ہی:

آپ نے صف آرائی شروع فرمائی۔ دستِ اقدس میں ایک تیر تھا، اس کے اشارہ سے صفیں قائم فرماتے۔ مہاجرین کا عَلَم حضرت مصعب بن عمیر کو خزرج کے علمبردار حباب بن منذر اور اَوس کے سعد بن معاذ مقرر فرمائے۔ اب دو صفیں آمنے سامنے مقابل تھیں، حق و باطل، نُور و ظلمت، کُفر و اسلام کی۔ قرآن نے اعلان کیا:

فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ

(پارہ۳، آل عمران، آیت ۱۳)

جو لوگ باہم لڑے اُن میں تمہارے لئے عبرت کی نشانیاں ہیں۔

ایک خُدا کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دُوسرا مُنکرِ خُدا..... تھا۔

عجیب منظر:

یہ عجیب منظر تھا کہ اتنی بڑی وسیع دُنیا میں توحید کی قسمت، صرف چند جانوں پر منحصر تھی۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور علیہ السّلام پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی، دُونوں ہاتھ پھیلا کر بارگاہِ ایزدی میں عرض کرتے تھے۔

"خدایا اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر تا قیامت تو نہ پُوجا جائے گا"

لڑائی کا منظر:

یہ معرکہ ایثار و جاں نثاری کا سب سے بڑا حیرت انگیز منظر تھا۔ دونوں فوجیں سامنے آئیں تو ان کو نظر آیا کہ خود اُن کے جگر کے ٹکڑے اُن کی تلواروں کے سامنے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے (جو اُس وقت تک کافر تھے) میدانِ جنگ میں بڑھے تو سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ تلوار کھینچ کر آگے نکلے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر رُک گئے۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی تلوار ماموں عاص بن ہشّام کے خون سے رنگین تھی۔ سب سے پہلے عتبہ اور ولید نے میدانِ جنگ میں مبارزطلبی کی تو حضرت حمزہ و عبیدہ میدان میں آئے۔ عتبہ حضرت حمزہؓ سے اور ولید حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابل ہوئے۔ دونوں مقابلے میں مارے گئے

سعد بن العاص کا بیٹا عبیدہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا صف سے نکلا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اُس کے مقابلہ میں نکلے۔ تاک کر اُس کی آنکھ میں برچھی ماری وہ زمین پر گر پڑا اور مر گیا۔

اب عام حملہ شروع ہو گیا۔ مُشرکین اپنے بَل بوتے پر لڑ رہے تھے لیکن حضور

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سر بسجدہ ربّ العزّت پر بھروسہ فرمائے ہوئے تھے۔

ابوجہل۔ معاذ' معوذ کے ہاتھوں مارا گیا اور عتبہ' ابوجہل کے مارے جانے پر قریش کا پائے ثبات اکھڑ گیا اور فوجِ مشرکین میں بے دلی چھا گئی۔ خاتمۂ جنگ پر معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے صرف چودہ شخصوں نے شہادت پائی' جن میں چھ مہاجر اور باقی انصار تھے لیکن دوسری طرف قریش کی پہلی طاقت ٹوٹ گئی۔ روٗسا قریش جو شجاعت میں نامور اور قبائل کے سپہ سالار تھے ایک ایک کر کے مارے گئے۔

خصوصیات:

یہ کفر و اسلام کی پہلی جنگ تھی اور اس کی اہمیّت کا یہ عالم تھا کہ خود ربّ العزّت نے اس کا تذکرہ قرآن مجید میں فرمایا اور تین ہزار فرشتے آسمان سے مسلمانوں کی حمایت ونصرت کیلئے نازل فرمائے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ فرشتے ہمیں نظر نہ آتے تھے مگر ان کے افعال نمایاں تھے' کہیں کسی مشرک کے منہ اور ناک پر کوڑے کی ضرب کا نشان پایا جاتا تھا اور کہیں بے تلوار سر کٹتا نظر آتا تھا۔ جنگ بدر دراصل یوم فرقان تھا کہ کفر و اسلام میں فرق نمایاں ہو گیا۔ اور اللہ عزّوجل نے ضعف کے باوجود مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

چنانچہ اس نعمت کو یوں بیان فرمایا:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

(پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۲۳)

اللہ نے بدر کی لڑائی میں تمہاری مدد کی حالانکہ تم کمزور تھے

اہلِ بدر کے فضائل میں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ شرکاءِ بدر کے متعلق حضور علیہ السّلام نے فرمایا "اب تم جو چاہو کرو' اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جنّت مقرّر فرما دی ہے"۔

نتیجہ:

اس لڑائی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ خلوص وللّٰہیت کے ساتھ کلمۂ حق بلند کرنے کیلئے میدانِ عمل میں نکلا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ نُصرتِ حق ہمارے شامل حال نہ ہو۔

آج بھی ہو گر ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا

۱۷ رمضان ۵۷ھ:

یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی تاریخ ہے۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ تھیں۔

شوال ۲ھ میں آنحضرت کے ساتھ شادی ہوئی اور آپ کے ساتھ ۹ سال رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ بڑی زبردست عالمہ فقیہ اور فاضلہ تھیں۔ اشعار سے بڑی دلچسپی رکھتی تھیں۔ آپ نے بہت کثرت سے احادیث بیان کی ہیں۔ بڑے بڑے صحابی آپ سے مسائل دریافت کرنے آتے تھے۔

آپ نے منگل کی رات کو ۱۷ رمضان ۵۷ھ میں انتقال فرمایا۔ بقیع شریف میں مزار ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا زمانہ تھا اور مروان مدینہ کا گورنر تھا۔

۱۸ رمضان ۴۰ھ:

حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے وصال کی تاریخ ہے۔ آپ ابوطالب کے بیٹے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ ۳۲ ولادتِ نبوی میں پیدا ہوئے بچپن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے اور بچّوں میں سب

سے پہلے مسلمان ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور آپ بھی جاں نثار تھے۔ ہجرت کی رات کو بستر رسول پر لیٹ کر آپ نے عدیم المثال محبت کا ثبوت دیا۔ تمام جہادوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ رہے اور شجاعت کے وہ جوہر دکھائے جو یادگار رہیں گے۔ خیبر کی فتح کا سہرا آپ ہی کے سر پر بندھا۔ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کے والدِ محترم ہیں۔ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ ہوئے۔

حضرت امیر معاویہ کی مخالفت کی وجہ سے آپ کو دو مرتبہ اُن سے جنگ کرنی پڑی۔ پہلی لڑائی جنگِ جمل میں جو ۳۶ھ میں ہوئی۔ دوسری جنگِ صفین ہے جو ۳۷ھ میں ہوئی۔ خارجیوں کی مخالفت کو آپ نے بہت دبایا اور پھر ایک خارجی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ کوفہ کی جامع مسجد میں ۱۸ رمضان کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ عبدالرحمٰن ابن ملجم نے خنجر سے حملہ کر کے سخت زخمی کر دیا۔ دو دن کے بعد ۲۱ رمضان المبارک کو وفات پا گئے۔

صاحبزادوں نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کی مدد سے غسل دیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور نجف اشرف میں سپردِ خاک کیا۔

عید کا شرعی پروگرام

عید کا چاند:

جب آپ کو عید کا چاند نظر آئے تو پہلے تین بار اللہ اکبر کہیے اور اس کے بعد یہ دُعا پڑھیے:

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ۔

ترجمہ: اے اللہ اس چاند کو ہم پر اس طرح طالع رکھیو کہ ہم آفات نفس اور حوادث دہر سے امن و امان میں رہیں اور سلامتی ایمان و قلب اور پابندی احکام الٰہی کے ساتھ زندہ رہیں۔ اے چاند تجھ کو وجود سے عدم میں لا کر زندہ رکھنے والا صرف اللہ ہے۔

چاند دیکھنے کے بعد مغرب کی نماز اسی جذبہ اور اخلاص کے ساتھ ادا کیجئے جس طرح کہ رمضان المبارک میں ادا کرتے تھے پھر عشاء کی نماز پڑھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و صلوٰۃ پڑھتے ہوئے سو جائیے۔

صبح اٹھئے اور فجر کی نماز باجماعت ادا کیجئے اور بہتر یہ ہے کہ ساری رات عبادت میں رہئے۔ حدیث شریف میں کہ جس نے دونوں عیدوں کی راتوں کو زندہ کیا اس کا دل اس دن زندہ رہے گا جس دن دوسروں کے دل مریں گے۔

عید کی سنتیں:

عید کے دن غسل' مسواک کرنا' عمدہ قسم کی خوشبو لگانا' نفیس ترین کپڑے پہننا' عیدگاہ کو پا پیادہ جانا' ایک راستے سے جانا' دوسرے راستے سے واپس آنا۔ عید الفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا سنت ہے۔

مستحبات:

عید کے دن صدقہ کی کثرت کرنا' عزیز و اقربا' دوست و احباب سے ملنا' مبارکباد دینا۔ خوشی کا' مسرت کا اظہار کرنا' مصافحہ اور معانقہ کرنا اور راستہ میں

اَللّٰہُ اَکْبَر' اَللّٰہُ اَکْبَر' لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر' اَللّٰہُ اَکْبَر وَلِلّٰہِ الْحَمْد

عید کی نماز:

عید کی ہر دو رکعت نماز عاقل' بالغ' مقیم' تندرست پر شہر میں واجب ہے۔ گاؤں میں جمعہ اور عید کی نمازیں جائز نہیں لیکن وہ بڑے گاؤں یعنی قصبے جو شہر کا حکم رکھتے

ہیں۔ ان میں جمعہ وعیدین دونوں جائز ہیں۔

جمعہ وعیدین دونوں کی صحت اور ادائیگی کی شرطیں ایک ہیں مگر فرق یہ ہے کہ جمعہ میں خطبہ فرض ہے اور نماز جمعہ سے قبل پڑھا جاتا ہے۔ عید کا خُطبہ سُنّت ہے اور نمازِ عید کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ عید کا خطبہ تمام نمازیوں کو اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر سُننا چاہیئے اور جن کو خُطبہ کی آواز نہ پہنچے وہ بھی خاموش بیٹھے رہیں۔ اُن کو بھی خطبہ کا ثواب مل جائے گا۔

نمازِ عید کا وقت:

عید کی نماز کا وقت آفتاب کے بقدر نیزہ بلند ہونے سے زوال تک ہے۔ اگر نماز پڑھنے میں زوال کا وقت آ گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ازقلم عبدالعزیز چیمہ

☆☆===============☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

(پارہ ۱، سورہ البقرہ، آیت ۲)

عظمتِ قرآن

از قلم:

مولانا عبدالوحید ربانی ملتان

تمہید:

اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کی ہدایت کیلئے ہر دَور میں اپنے پیغمبر مبعوث فرمائے۔ اُن نبیوں کو کوئی نہ کوئی صحیفہ یا کوئی نہ کوئی کتاب بھی دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو توراۃ دی گئی' حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو انجیل دی گئی' حضرت داؤد علیہ السّلام کو زبور اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور دُوسرے نبیوں کو صحیفے عطا فرمائے گئے۔ یہ تمام کتابیں انسانوں کو سچائی کے راستے دکھاتی تھیں' خُدا کے احکام بتاتی تھیں' رضائے الٰہی کے طریقے سکھاتی تھیں۔ یہ تمام کتابیں انسانیّت کیلئے "ہدایت نامے" تھے مگر چند جاہل' دولت کے پرستار اور بُری فطرت کے لوگوں نے اُن کتابوں میں اپنی مرضی سے ردّوبدل کر دیا' اپنی طرف سے کئی باتیں بڑھا دیں اور کئی گھٹا دیں۔ یہ حرص اور لالچ کے بندے خود تو نہ بدلے مگر اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو بدل ڈالا۔ نتیجے کے طور پر خود بھی ضلالت کے گڑھے میں گر گئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

سطحِ زمین پر خصوصاً سرزمینِ عرب پر جاہلیت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے' انسانیّت کی حدود کو پامال کیا جا چکا تھا' شرافت کے مُنہ پر تھپڑے مارے جا رہے تھے' حیاء نام کو نہ تھی' وہ گھر جس کو حضرت ابراہیم علیہ السّلام و حضرت اسماعیل علیہ السّلام نے خُدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کیلئے مکّہ کی تپتی ہوئی دُھوپ میں تعمیر کیا تھا' اس میں تین سو ساٹھ بُت رکھ دیئے گئے تھے' بیتُ اللہ شریف میں ننگے طواف ہو رہے تھے' لڑکیوں کو زِندہ دَرگور کیا جانے لگا تھا۔ اِن حالات میں اللہ تعالیٰ نے مُحسنِ انسانیّت' امام الانبیاء' سرورِ کائنات' فخرِ موجودات حضرت مُحمّد مُصطفےٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو شہر مکّہ میں مبعوث فرمایا۔ آپ کی زندگی میں تمام نبیوں کی سیرتیں یکجا اکٹھی ہو گئیں تھیں۔ دیانت' امانت' غیرت' شرم و حیاء اور راست بازی میں اپنی مثال آپ تھے۔ سچ تو یہ ہے

کہ اس جیسا ماہتابِ نبوّت' نہ طلوع ہُوا ہے' اور نہ ہی اُس جیسا کوئی آفتابِ رسالت جگمگائے گا۔ آپ خاتم النبیّین تھے' سراجِ مُنیر تھے' رحمۃ للعالمین تھے' رؤف ورحیم تھے' خُدا کے بعد تمام بزرگیاں' تمام عزّتیں اور تمام تعریفیں آپ ہی کو زیبا ہیں۔

دوسرے پیغمبروں کی طرح آپ کو بھی ایک کتاب دی گئی' جس کا نام ''قرآن'' ہے جو آج تک ہمارے پاس اُسی طرح موجود ہے جس طرح حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اُتارا گیا تھا۔

ایک سوال اور اُس کا جواب:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ تورات وانجیل میں ردّوبدل ہو گیا' صحیفے بدل گئے' زبور وہ نہ رہی جو حضرت داوٗد علیہ السّلام کی زبان پر جاری تھی تو آج چودہ سو سال گزر جانے کے بعد یہ قرآن کیسے اُسی طرح قائم رہ سکتا ہے؟

جواب: پچھلی جتنی بھی کتابیں تھیں' اُن سب کی حفاظت نبیوں کے سپرد تھی' تورات کی حفاظت حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور انجیل کی حفاظت حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ذمّہ تھی' زبور کی ذمّہ داری حضرتِ داوٗد علیہ السّلام کے سر تھی۔ جب تک نبی دُنیا میں موجود رہے' کتابیں صحیح سلامت رہیں لیکن جب انبیاء نے دُنیا سے پردہ فرمایا تو دُنیا کے لالچی اور خود غرض لوگوں نے اپنی مرضی سے کتابوں میں ترمیم و تنسیخ کا سلسلہ شروع کر دیا لیکن قرآن ایسی کتاب ہے جس کی حفاظت خداوند تعالیٰ نے اپنے ذمّہ لے لی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (پارہ ۱۴' سورہ الحجر' آیت ۹)

اس ذکرِ پاک کو یعنی قرآنِ مجید کو اُتارا بھی ہم ہی نے ہے اور اِس کی حفاظت کرنے والے بھی ہم ہی ہیں۔

خُدا کے اِس فرمان سے یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ دُنیا بدل سکتی ہے' آسمان تباہی کیلئے اپنے جبڑے کھول سکتا ہے' زمین پھٹ سکتی ہے' سمندر خشکیوں میں تبدیل ہو سکتے ہیں ہر ناممکن چیز ممکن بن سکتی ہے مگر خُدا کے اس مقدس کلام قرآنِ مجید' فُرقانِ حمید میں کسی قسم کا ردّ و بدل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس کی حفاظت کا ذمّہ خُود رَبّ العالمین نے اُٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا یہ قرآن جس طرح حضور علیہ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَام کی زبان پر تھا' جُوں کا تُوں موجود ہے۔ قرآنِ پاک کے کسی ایک نسخے میں بھی آپ کو ایک حرف کا بھی اختلاف نہیں ملے گا۔ ذَالِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ۔ یہ صرف ''قرآنِ پاک'' ہی کی صفت ہے۔

عربوں کی شاعری پر قرآن کا انقلاب:

عربوں کو اپنی شاعری پر ناز تھا۔ بڑے بڑے میلوں میں وہ اپنا کلام سُناتے۔ ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرتے' وہ اپنے اشعار میں اپنے اپنے خاندانوں کی بڑائی ظاہر کرتے' اپنے مخالف فریق اور گروہ کی ہجو کرتے' دُشمنوں پر طرح طرح کے کیچڑ اُچھالتے' شراب کی تعریفیں کرتے' گناہوں' عیاشیوں' فحاشیوں اور بُری باتوں پر ناز کرتے۔ ''قرآنِ مجید'' کے نازل ہونے کے بعد عربوں کی شاعری میں طوفان برپا ہو گیا۔ بڑے بڑے شاعر جو ایک ایک قبیلے میں کثرت سے پائے جاتے تھے' اُن کی تعداد قلیل ہو گئی' شاعری کا رُخ بدل گیا' اب بجائے شراب کی تعریف کرنے کے خُدا کی حمد ہونے لگی' عورتوں کے حُسن و جمال پر قصیدے کہنے کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح ہونے لگی۔

''قرآن پاک'' نے عربوں کے شعر و ادب میں ایک بہت بڑا انقلاب برپا کر دیا۔ وہ لوگ جنہیں اپنی قوّتِ گویائی پر فخر تھا' جو اپنے سوا ساری دُنیا کو گُونگا ''عجمی'' سمجھتے

اور کہتے تھے "قرآن پاک" نے ان خطیبوں شاعروں وہاں کے ادیبوں اور زبان دانوں کو چیلنج کیا کہ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ (پارہ ۱، سورہ البقرہ، آیت ۲۳)

قرآنِ مجید کی اس آیت کا کوئی بھی جواب نہ دے سکا۔ بھلا بندے کا کلام خُدا کے کلام کے مقابل کیسے ہو سکتا ہے؟

قرآن اور صحابہ:

حضور سرورِ کائنات پر جو لوگ ایمان لائے اور ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ایمان پر ہی اس دارِ فانی سے رخصت ہُوئے وہ "صحابی" کہلائے جاتے ہیں۔ ہم میں سے اگر کوئی نماز پڑھے وہ "نمازی" کہلایا جائے گا۔ کوئی فرد بیتُ اللہ شریف کا حج کر کے آئے تو ہم اُس آدمی کو "حاجی" کہہ کر پکارتے ہیں۔ ہم نمازی بن سکتے ہیں حاجی بن سکتے ہیں مگر صحابی نہیں بن سکتے۔ صحابی وہی تھے جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخِ انور کو دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام رہے۔ اللہ اکبر وہ کیسا منظر ہوگا جبکہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرتے ہوں گے ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کی زیارت کرتے رہتے ہوں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

جب حضور علیہ السّلام غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو آپ کے پاس مالِ غنیمت زیادہ تھا سونا اور چاندی بھی تھے غلّہ کے لدے ہوئے اُونٹ بھی تھے بھیڑوں اور بکریوں کے ریوڑ بھی تھے۔ حضور علیہ السّلام مسجدِ نبوی میں تشریف لائے دو رکعت نوافل ادا کیں پھر فرمایا آج جو کچھ مانگنا ہے مانگ لیجیے۔ کسی صحابی نے اُونٹ اور بکریاں

طلب کیں، کسی نے لونڈیاں مانگیں، کسی نے جنت میں رفاقت کی دُعا کیلئے کہا، جب یارِ غار جناب سیدنا ابُوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باری آئی تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا "اے ابوبکر! جو دِل میں آئے مانگو" تو صدیقِ اکبر نے عرض کیا:

حضور میں دُھن دَولت نہیں مانگتا، عزّت و عظمت کا طالب نہیں، رُعب و دَبدبہ کا خواہش مند نہیں، فقط اتنی تمنا ہے۔

یارسول اللہ! آپ کا چہرہ ہو اور میری نظر ہو۔

صحابہ کرام جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہر وقت زیارت کی، جن کے دل میں حقیقتاً عشقِ محمد مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم رچا ہُوا تھا، اُن کے دِل میں عظمتِ قرآن کتنی تھی۔ یہ مندرجہ ذیل واقعات سے صاف طور پر نمایاں ہے۔

حضرت ثابت بن قیس کا واقعہ:

صحابہ کرام میں بعض کی آواز قُدرتاً بھاری اور بلند تھی۔ ایک دن حضور علیہ السّلام صحابہ کے جُھرمٹ میں جلوہ گر تھے۔ ایک صحابی کی آواز حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز سے بلند ہو گئی۔ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

(پارہ ۲۶، سورہ الحجرات، آیت ۲)

اے ایمان والو! نبی کی آواز سے اپنی آواز بلند مت کرو

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بات سُننے میں نہیں آتی تھی۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ پر اس آیت کا اور بھی زیادہ اثر ہوا۔ اُن کی آواز تمام صحابہ کی آواز سے بھاری تھی، جب یہ آیت نازل ہوئی تو گھر میں بیٹھ گئے، کئی دن تک مدینہ کی گلیوں میں نظر نہ آئے۔ ایک

دن حضور علیہ السّلام نے سعد بن معاذ سے پوچھا کہ ثابت بن قیس کہاں ہیں؟ کہیں صاحبِ فراش تو نہیں؟ حضرت سعد نے جواب دیا ''میں اُن کا ہمسایہ ہوں' مجھے تو اُن کی بیماری کا علم نہیں''۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جاؤ پتہ کر کے آؤ''۔ حضرت سعد نے جا کر دیکھا کہ گھر کے ایک کونے میں سر جھکائے بیٹھے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ پوچھا: کیا بات ہے؟ بولے کیا بتاؤں بُرا حال ہے' حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے چلّا کر بولتا ہوں' میری آواز بھاری ہے' میرے سارے کام باطل ہو گئے' میں جہنمی بن گیا ہوں' اُنہوں نے واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ساری بات کہہ سنائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اُن سے جا کر کہو کہ تم جہنمی نہیں ہو بلکہ میں تمہیں جنّت کی بشارت دیتا ہوں''۔

حضرت ابُوطلحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

جب قرآنِ پاک کی یہ آیت نازل ہوئی

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

(پارہ ۴، سورہ آلِ عمران، آیت ۹۲)

''تم اُس وقت تک نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو''۔

تو انصار کے امیروں نے حضور کے سامنے مال و دولت کے ڈھیر لگا دیئے اور جس کے پاس جو بھی حقیقی چیز تھی اُسے لا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ مسجدِ نبوی کے سامنے ''بیرحاء'' کے نام سے حضرت ابُوطلحہ کی قیمتی زمین تھی' اس میں ایک کنواں تھا' جس کا پانی ٹھنڈا اور میٹھا تھا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس پانی کو شوق سے پیتے تھے چنانچہ حضرت ابُوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جب چوتھے پارے کی پہلی

آیت سُنی تو آپ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی : یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' میں نے ''بیرحاءٗ'' کو اللہ کی راہ میں وقف کردیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ سُن کر بہت خُوش ہوئے اور فرمایا یہ زمین اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔

قرآن کا عرب کی عورتوں پر اثر:

زمانہ جاہلیت میں عرب کی عورتیں اس طرح دوپٹہ اوڑھتی تھیں کہ سر اور سینہ کھُلا رہتا تھا لیکن جب قرآن نے کہا:

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۔ (پارہ ۱۸، سورہ النور، آیت ۳۱)

یعنی عورتوں کو چاہیئے کہ اپنے دوپٹوں سے سینہ کو ڈھکے رکھیں۔ تو عورتوں نے اپنے زائد کپڑوں کو پھاڑ کر دوپٹے بنا ڈالے اور اُن سے سر و سینہ کو اسی طرح ڈھک لیا کہ بقول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایسا معلوم ہوتا کہ ان کے سروں پر کوّے بیٹھے ہیں۔

الغرض صحابہ کرام نے قرآنی ارشادات میں سے ایک ایک آیت پر عمل کر کے دکھا دیا بلکہ یوں کہہ دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ نفوسِ قدسیہ قرآن کی چلتی پھرتی تصویریں تھیں۔ صحابہ کرام نے قرآن پاک کی ہر بات کو بغیر چُون و چرا کے تسلیم کیا۔ قرآن نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو نمرود نے دھکتی ہوئی آگ میں ڈالا مگر اللہ تعالٰی کے حکم پر وُہ آگ حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر سلامت ہوگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے دریا میں اپنا عصا ڈالا تو دریا میں راستے بن گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی قوم صحیح سلامت گزر گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ حضرت یونس علیہ السّلام کو مچھلی نگل گئی مگر اللہ کے حکم سے ساحل پر بغیر تکلیف

کے آ گئے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عالمِ بیداری میں بمعہ اپنے وجود کے آسمانوں کی سیر کی اور جتنا بھی خدا کے نزدیک ہو سکتے تھے' اُس کے قریب ہو گئے۔ قرآن نے کہا: جنت و دوزخ کا اپنا ایک وجود ہے۔ صحابہ کرام نے قرآن کی اِن تمام باتوں کو جو کہ عقلِ انسانی میں نہیں سما سکتی' بغیر چون و چرا کے دِل و جان سے تسلیم کیا۔ اسی قرآن کا اثر تھا کہ صحابہ کرام خود بھوکے رہتے تھے مگر بدر کے قیدیوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ ترجمانِ حقیقت شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے انہیں کیلئے کہا تھا:

یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے' حقیقت میں ہے قرآن

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے تو فرشتے اُن کی زبان سے کلامِ الٰہی سننے کیلئے آتے تھے۔

حضرت اُسید بن حضیر کا واقعہ:

حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں۔ اُن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: نعم الرجل اسید بن حضیر۔ یعنی اُسید بہترین انسانوں میں سے ایک ہیں۔ آپ کے کلامِ الٰہی پڑھنے کی حالت یہ تھی کہ جب آپ تلاوت کرتے تو آپ کی آواز میں اِتنا سوز و گداز ہوتا کہ لوگوں کے دل تڑپ اُٹھتے' ایک رات کو حضرت اُسید بن حضیر قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے تھے' ساتھ ہی اُن کا بچہ لیٹا ہوا تھا' بچے سے تھوڑے فاصلہ پر ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا' جب آپ نے تلاوت کی تو گھوڑا بدکا' انہوں نے قرآن مجید بند کر کے گھوڑے کی طرف دیکھا' اِتنے میں گھوڑا ٹھیک ہو گیا۔ آپ نے پھر تلاوت شروع کر دی' گھوڑا پھر اُچھلنے لگا۔ آپ نے دوبارہ دیکھا گھوڑے نے بدکنا بند کر دیا۔ اتنے میں خیال ہوا کہ کہیں بچہ گھوڑے کے

نیچے آکر کچلا نہ جائے۔ آپ نے قرآن شریف بند کر دیا اور گھر کے کمرے سے باہر نکلے یکا یک آسمان کی طرف نگاہ اُٹھی تو دیکھا نور کی شعائیں ہیں جو آسمان کی طرف جا رہی ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ غائب ہو گئیں۔ صبح مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے اور رات والا قصّہ سنایا۔ یہ واقعہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مُسکرائے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مُسکراتے تھے تو صحابہ کرام کے دل شاد ماں ہو جاتے تھے۔ ایک صحابی کا قول ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تبسّم فرماتے تو چاند حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرے میں پھرتا نظر آتا تھا۔ پھر حضور سرورِ عالم نے فرمایا وہ نُور کی شعائیں، حقیقت میں عرش کے فرشتے تھے جو تیرے مُنہ سے قرآن مجید سُننے کیلئے آئے تھے۔

ایک واقعہ:

حضرت امام ابُوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت امام محمد کے پاس ایک آدمی رُوتا ہوا آیا۔ حضرت نے رونے کی وجہ پوچھی، بولا: اے امامِ وقت! میں جوان ہوا تو والدین نے میری شادی کر دی لیکن اولاد نہ ہوئی۔ اب جبکہ میری داڑھی سفید ہو گئی، میرا سر کانپنے لگا، ہاتھوں میں رعشہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک لڑکی عطا فرمائی۔ جب لوگوں نے مجھے اس لڑکی کے پیدا ہونے کی خبر دی تو میں نے قسم اُٹھالی اور کہا اللہ کی قسم! جب میں اس کی شادی کروں گا تو دنیا کی ساری چیزیں اس کے جہیز میں دوں گا۔ اے عالمِ دین! اب لڑکی جوان ہے، میرے پاس اِتنی نقدی نہیں کہ میں ساری دُنیا کی چیزیں خرید سکوں اور یہ بھی علم نہیں رکھتا کہ دُنیا میں کیا کیا چیزیں ہیں؟

اے مبلّغِ اسلام! اگر قسم پوری نہ ہوئی تو اللہ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے اور خدائے قہّار کی پکڑ بہت سخت ہے۔ حضرت امام محمد نے اُسے تسلی دی اور فرمایا: بوڑھے

آدمی! پریشان نہ ہو' حیرانی اور پشیمانی کی کوئی بات نہیں' گھر جاؤ لڑکی کی شادی کر دو اور جہیز میں قرآن کریم اُٹھا کر دے دو"۔

اللہ اکبر! ایک وقت تھا کہ قرآن ہمارے جہیز کی رونق تھا' ہم اسی قرآن کو جہیزوں میں تحفہ کے طور پر دیا کرتے تھے لیکن آج ایسا نازک دَور آ گیا ہے کہ "عظمتِ قُرآن" تو ایک طرف قُرآنِ پاک کو بَر سرِ عَام نذرِ آتش کیا جا رہا ہے۔ قُرآنی اَوراق کی بے حُرمتی کی جاتی ہے۔ پہلی قوموں پر اس لئے عذاب آتا تھا کہ وہ اپنی کتابوں کی بے حُرمتی کرتی تھیں' انبیاء کرام کی بے اَدبی کیا کرتی تھی لیکن آج ہمارے قرآن پاک کی اس بے ادبی سے کیا آسمان تباہی کیلئے اپنے جبڑے نہیں کھولتا' زمین زلزلوں سے ایسی قوم کو غرق نہیں کرتی۔ ہوا اپنے اندر طوفانی بلائیں نہیں لاتی' چاند کی چاندنی ماند نہیں ہو جاتی' سُورج کی سفید چمکتی ہوئی جبین پر کالا داغ نہیں پڑ جاتا؟

قُرآن انسانی شکل میں:

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا ہے کہ قُرآن مجید قیامت کے دن انسانی شکل میں احکم الحاکمین کے دربار میں آئے گا۔ قرآں ایک آدمی کو پکڑ کر ربّ العالمین کے عدالت میں لائے گا اور اس کے خلاف مقدمہ دائر کرے گا۔ قرآن اِستغاثہ کی کہانی پڑھے گا کہ اے ربّ العالمین! آپ نے مجھے اس کا حامل بنایا مگر یہ بُرا ثابت ہوا۔ اِس نے میری حدود کو توڑا۔ میں نے اسے نماز قائم کرنے کو کہا مگر اس نے اپنا وقت رقص و سرور کی محفلوں میں ضائع کیا۔ میں نے اسے سُودی کاروبار سے منع کیا مگر اس نے سُود کو منافع سمجھ کر خود بھی کھایا اور دوسروں کو بھی کِھلایا۔ اے اللہ! اس نے بلیک مارکیٹ بھی کی' اس نے اپنی اولاد کو پابندِ صوم وصلوٰۃ کرنے کی بجائے اُسے جہنّم کا ایندھن بننے کیلئے

چھوڑ دیا۔ اے علیم و خبیر! اس نے منڈی و تھانہ، تعلقات و معاملات، مدرسہ و گھر، ایوانِ صدارت و وزارت غرضیکہ ہر جگہ اطاعتِ خُداوندی چھوڑے رکھی۔ آخر کار اس جبّار و قہار کی عدالت سے حکم ہو گا کہ اے قرآن! جس طرح اس نے دُنیا میں تیرے ساتھ سلوک کیا تھا، تو بھی اس کے ساتھ جس طرح تیرا جی چاہے کر! قرآن مجید جو کہ اس وقت انسانی شکل میں ہو گا اس کو بازو سے پکڑے گا اور گھسیٹ کر ناک کے بَل جہنّم میں پھینک دے گا۔

پھر قُرآن پاک ایک دوسرے آدمی کو لائے گا جو مُتقی اور صالح ہو گا۔ اللہ کے دربار میں قرآن اس کی سفارش کرے گا اور کہے گا:

اے مالک یوم الدّین! تُو نے مجھے اس کی طرف بھیجا، یہ اچھا ثابت ہوا، اس نے میری عزّت کی، آج تُو بھی اس کی عزّت کر۔ قرآن اس آدمی کا ہاتھ پکڑے گا، جنت کے دروازے پر لائے گا، جنت کا دروازہ بند ہو گا، دروازہ کھٹکھٹانے پر پُوچھا جائے گا کون ہیں؟ قرآن کہے گا میں قرآن ہوں اور میرے ساتھ میرا پڑھنے اور عمل کرنے والا ہے۔ دروازہ کھل جائے گا، داروغانِ جنّت کہیں گے ہمیں اللہ تعالیٰ سے یہی حکم تھا کہ سب سے پہلے قرآن کے پڑھنے اور عمل کرنے والے کیلئے دروازہ کھولا جائے۔ قُرآنِ پاک اُسے جنّت کے ایک محل میں لے جائے گا، اُس کے سر پر شاہی تاج رکھے گا اور اُسے شرابِ طہور پلائے گا۔ اس حدیث شریف سے دو پہلو صاف طور پر نمایاں ہیں۔ جو شخص قرآن کا نافرمان ہو گا قرآن مجید اس کیلئے اِستغاثہ کرے گا اور جو قارئِ قُرآن اور عاملِ قرآن ہو گا اِس کیلئے شفاعت کرے گا۔ یہ قرآن مجید دُنیا کا ساتھی اور آخرت کا شافع ہے۔ اب ہمیں خُود ہی فیصلہ کرنا ہے کہ آیا قرآن پاک کی بے حُرمتی کرنا، اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے اوراقِ قُرآن کو نذرِ آتش کر دینا کہاں کی

عقلمندی' کہاں کی سیاست اور کہاں کی انسانیت ہے۔یاد رکھئے! جس قوم نے اپنے نبی پر اُتاری ہوئی کتاب کی بے حُرمتی کی وہ دُنیا سے مٹادی گئی' اُن کا نام ونشان تک باقی نہ رکھا گیا۔آنے والی نسلوں کیلئے اُنہیں عبرت اور نصیحت بنادیا گیا۔اس چیز کو بھی ذہن نشین رکھنا چاہیئے جو قوم اپنے ہادی اور پیشوا کے فرمان کو پسِ پُشت ڈال دیتی ہے اُس قوم میں ہلاکُو اور چنگیز پیدا ہوئے ہیں' جو قوم اپنے ہادِی کے اقوال کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتی ہے اور اپنے رَہبر اور پیشوا کی کتاب کے ایک لفظ پر قُربان ہو جاتی ہے اُس قوم میں مُحمد بن قاسم' سُلطان صلاح الدین ایوبی پیدا ہوئے ہیں۔جب والدین قرآن کے پڑھنے والے' پڑھنے والے تھے تو بیٹا فریدالدّین تھا' جب والد صاحب مسجد میں مصلّی پر بیٹھنے والے تھے بیٹا بہاؤالحق تھا' جب ماں ہر وقت باوضو رہنے والی تھی تو بیٹا شاہ رُکنِ عَالم تھا' جب والدین ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہنے والے تھے تو بیٹا معین الدّین اجمیری تھا' جب گھر کے افراد غازی اور نمازی تھے' عابد اور زاہد تھے' والدین طیّب اور طاہر تھے' جب دُوست واحباب صابر وشاکر تھے' مُرشدِ پیرِ کامل اور مُتقی تھے تو اُس قوم کا جوان بھی داتا گنج بخش تھا۔جب والد مسجدِ نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقتدی تھا اور والدہ ساری ساری رات سجدہ میں گزارنے والی تھی تو بیٹا بھی کربلا کے بیابان اور کُوفہ کے ریگستان میں قرآن سُنانے والا تھا لیکن آج ایسا نازک وقت آگیا ہے کہ والدین اپنے بچوں کو خود سینما کا عادی بناتے ہیں' مسجدوں میں جانے کی بجائے ناچ گانوں کی محفل کو سجاتے ہیں۔

؎ آہ دِل کے پھپھولے جَل اُٹھے سینے کے داغ سے
اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ایک وقت تھا' بچے پیدا ہوتے تھے' بیتُ اللہ پر پہلی نظر جاتی تھی۔قرآن پر مسجدوں میں

زندگی گزرتی تھی' مسجدوں میں انتقال ہو جاتا تھا۔ آج ایسا نازک دور آ گیا ہے' بچے پیدا ہوتے ہیں سینماؤں میں' پہلی نظر جاتی ہے ناچنے والی پر' ہوٹلوں میں زندگی گزرتی ہے' ہسپتالوں میں مر جاتے ہیں۔ اگر ہم اصلاحِ معاشرہ چاہتے ہیں' اپنے اندر تمام برائیاں جمع کرنے کی بجائے نیکیوں سے اپنی جھولیوں کو بھرنا چاہتے ہیں تو والدین کو چاہیئے کہ خود بھی قرآن پر عمل کریں اور اپنی اولاد کو بھی زبردستی اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیں۔

لیکن اس بات کو نہ بھولئے کہ جب تک قرآن کو سمجھا نہ جائے اس وقت تک ہمارے ولولے پروان نہیں چڑھ سکتے اور یہ تبھی ہو گا جبکہ قرآن کے ساتھ ساتھ صاحبِ قرآن کی سیرت کو بھی دیکھا جائے۔

قرآن اور صاحبِ قرآن :

سارا قرآن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اخلاق کیا تھا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا' "کان خلقه القرآن" حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اخلاق قرآن تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت چلتا پھرتا قرآن تھا۔ یعنی جمالِ محمد کے جلوؤں کا نام "قرآن" ہے۔ جب تک حضور سرورِ کائنات کی سیرت کا مطالعہ نہ کیا جائے قرآن سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ مثلاً قرآن کا ارشاد ہے:

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ. نماز قائم کرو۔ (پارہ ۱۸، سورہ النور، آیت ۵۶)

ہم نے قرآن سے سوال کیا: اے قرآن! تو کہتا ہے نماز کو قائم کرو' نماز کو کس طرح قائم کیا جاتا ہے؟ کیا نماز پڑھیں؟ اگر نماز پڑھیں تو کس طرح سے ادائیگی نماز کریں؟ صبح کی نماز پڑھیں' شام کی نماز پڑھیں' ظہر کی نماز پڑھیں یا صرف صلوٰۃِ وسطیٰ یعنی عصر ہی پڑھیں؟ اگر نماز پڑھیں بھی تو قیام میں کیا پڑھیں؟ رکوع میں خدا کی بڑائی

کس طرح بیان کریں؟ سجود میں کیا فقرات زبان پر جاری کریں؟

قرآن پاک ان سوالات کے جواب میں بس اتنا ہی کہہ دیتا ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(پارہ ۲۱، سورہ الاحزاب، آیت ۲۱)

میرا کام تو صرف کہہ دینا ہے کہ یہ کام کرو، اس کام کو عملی جامہ پہنا کر دکھانے والے سرورِ کائنات، فخرِ موجودات ہیں۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں نمونہ دیں بس اُسی پر کاربند ہو جاؤ۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھیں اسی طرح پڑھیے۔ قرآنِ پاک کا اِرشاد ہوتا ہے: اٰتوا الزکوٰۃ زکوٰۃ ادا کرو۔ سوال پیدا ہوتا ہے کس طرح زکوٰۃ ادا کریں؟ کون کون سی چیزیں ہیں، جن میں زکوٰۃ ضروری ہے۔ زکوٰۃ کتنا دیں؟ بھیڑیں اور بکریوں میں زکوٰۃ کیا ہے، سونا اور چاندی کی زکوٰۃ کیا ہے۔

قرآن پاک خاموش ہے، اِرشاد ہوتا ہے جس طرح حضور سرورِ کائنات فرمائیں پس اُسی طرح کرو۔ چلتا پھرتا قرآن محمد مصطفےٰ، احمد مجتبیٰ ہیں۔ ''احکامِ قرآن'' پر اس وقت آدمی عمل نہیں کر سکتا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ نہ کیا جائے۔ دوسرے معانی میں یوں سمجھ لیجئے ''عظمتِ قرآن'' اس وقت تک دل میں پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ ''صاحبِ قرآن'' کی عزت نہ ہو۔

قرآن اور صاحبِ قرآن دونوں لازم ملزوم ہیں۔ اسی لئے تو اِرشاد ہوتا ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ط

(پارہ ۶، سورہ المائدہ، آیت نمبر ۱۵)

اے دُنیا والو! تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نُور آ گیا اور کتابِ مُبین آ گئی ہے۔

نُور سے مراد حضرت محمد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور کتابِ مُبین آئی ہے۔ یعنی رسول اور کتاب آپس میں لازم وملزوم چیزیں ہیں۔ جس طرح اللہ کے رسول آخری نبی ہیں، اسی طرح یہ قرآن پاک بھی اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔

قرآن صاحبِ قرآن کے الفاظ میں

ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے، حضرت حارث اَعْوَر فرماتے ہیں:

مَرَرْتُ فِی الْمَسْجِدِ	میں مسجد میں داخل ہُوا
فَاِذَا النَّاسُ یَخُوْضُوْنَ فِی	تُو دیکھا کچھ لوگ بعض مسائل میں جھگڑا کر
الْاَحَادِیْثِ فَدَخَلْتُ عَلٰی عَلِیٍّ	رہے ہیں، میں حضرت علیؓ کے پاس گیا اور
فَاَخْبَرْتُہٗ فَقَالَ اَوْقَدْ فَعَلُوْھَا؟	انہیں اس بات کی خبر دی حضرت علی رضی
فَقُلْتُ نَعَمْ	اللہ عنہ نے فرمایا کیا یہ باتیں ہونے لگیں؟
قَالَ اَمَا اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ	میں نے کہا جی ہاں، حضرت علیؓ نے فرمایا
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ	یاد رکھو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے
اَلَا اِنَّھَا سَیَکُوْنُ فِتْنَۃٌ	آپ نے فرمایا خبردار ہو عنقریب ایک بڑا فتنہ
قُلْتُ فَمَا الْمَخْرَجُ مِنْھَا یَا رَسُوْلَ	سر اُٹھائے گا۔ میں نے عرض کیا اس سے نجات
اللّٰہِ قَالَ کِتَابُ اللّٰہِ	کیا چیز دلائے گی یا رسول اللہ؟ اللہ کی کتاب؛
فِیْہِ نَبَاُ مَا قَبْلَکُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَکُمْ	اس میں تم سے پہلے گزرے ہوئے ہوئے
وَحُکْمُ مَا بَیْنَکُمْ ھُوَ الْفَصْلُ لَیْسَ بِالْھَزْلِ	لوگوں کے حالات ہیں، تم سے بعد ہونے
مَنْ تَرَکَہٗ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَہُ اللّٰہُ	والی باتوں کی خبر ہے اور تمہارے آپس کے
وَمَنِ ابْتَغَی الْھُدٰی فِیْ غَیْرِہٖ	معاملات کا فیصلہ ہے اور یہ ایک دو ٹوک

اَضَلَّهُ اللّٰهُ وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ وَهُوَ الَّذِيْ لَا يَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِيْ عَجَائِبُهُ هُوَ الَّذِيْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذَا سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا.

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهِ مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهِ اُجِرَ وَمَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ هُدٰى اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ خُذْهَا اِلَيْكَ يَا اَعْوَرُ.

(ترمذی ابواب فضائل القرآن باب ماجاء فی فضل القرآن)

بات ہے ہنسی دل لگی کی نہیں ہے جو سرکش اسے چھوڑے گا اللہ اسکی پیٹھ کی ہڈی توڑ دے گا اور جو کوئی اسے چھوڑ کر کسی اور بات کو اپنی ہدایت کا ذریعہ بنائے گا اللہ اُسے گمراہ کرے گا خدا کی مضبوط رسّی یہی ہے یہی حکمتوں سے بھری ہوئی یاددھانی ہے یہی بالکل سیدھی راہ ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے خواہشیں گمراہ نہیں کرتی ہیں اور نہ زبانیں لڑکھڑاتی ہیں۔ علماء کا دل کبھی اس سے نہیں بھرتا' اسے کتنا ہی پڑھو سیری نہیں ہوتی۔ اس کی عجیب باتیں کبھی ختم نہ ہوں گی۔ یہ وہی ہے' جسے سنتے ہی جن پکار اُٹھے تھے۔ بلاشبہ ہم نے عجیب وغریب قرآن سنا ہے' وہ ہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے لہٰذا ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جس نے اس پر عمل کیا اجر پائیگا۔ جس نے اس کی بنیاد پر فیصلہ کیا اس نے انصاف کیا' جس نے اس کی طرف دعوت دی اُس نے سیدھی راہ کی طرف دعوت دی اور ان باتوں کو گرہ میں باندھ لو۔

ران مُبارک الفاظ میں بڑی نصیحت ہے۔

۱۔ فتنہ کے زمانے میں قرآن پاک ہی ذریعہ نجات ہے۔

۲۔ قرآن پاک ہی ہمارے سارے فیصلوں اور جھگڑوں کا حل ہے۔

۳۔ قرآن پاک کو چھوڑ دینا بہت بڑی سرکشی ہے' اس کے بعد انسان اللہ تعالیٰ کی مدد اور حمایت سے محروم اور اُس کے غضب کا شکار ہو جاتا ہے۔

۴۔ قرآن شریف پر ایمان لانے والوں کو قرآن سے مُنہ موڑنے کے بعد سوائے گمراہی کے کچھ نصیب نہ ہوگا۔

قارئین کرام! یہ ہے وہ اللہ کی کتاب جس کے بارے میں ہادیٔ دو عالم کا فرمان آپ نے پڑھا ہے۔

اللہ کے فضل و کرم سے یہ کتاب ہمارے حصّہ آئی ہے۔ یہ نعمت بھی ہے' رحمت بھی' نُور بھی ہے ہدایت بھی' حیات بھی ہے اور بصیرت بھی' عدل و حق کا میزان بھی ہے' خیر و برکت کا سرچشمہ بھی' صراطِ مستقیم کا رہنما بھی ہے' اجرِ اُخروی کا مُبشّر و ضامن بھی' پھر کیوں نہ اس سے تعلّق جوڑیں' کیوں نہ اس کے دامن کو مضبوط ہاتھوں سے پکڑیں' کیوں نہ اسے اپنے سینوں میں جگہ دیں' کیوں نہ اسے اپنے دل کی گہرائیوں میں اُتاریں' کیوں نہ اسے اپنی زندگی میں سمولیں' کیوں نہ اس کے نُور سے اپنی کاشانہ زندگی کو پُرنُور کرلیں۔

اگر ہم ایسا کریں گے تو بے پایاں سعادتوں اور لازوال کامرانیوں سے اپنی جھولیوں کو بھرلیں گے۔

==================

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقیقتِ اعتکاف وصوم اور
اُس کے اسرار و مسائل

بفیضانِ نظر:

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، آفتابِ ولایت، زینت الاولیاء، فخر الملت

الحاج الحافظ صاحبزادہ پیر سیّد افضل حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

سجادہ نشین دربار عالیہ علی پور شریف (ضلع نارووال)

مؤلف:

مولانا علی احمد سندیلوی

دار العلوم جامعہ جماعتیہ حیات القرآن

بازار پاپڑ منڈی اندرون شاہ عالمی گیٹ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَابُ الصَّوْم (روزہ)

روزہ کا حکم: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ (پارہ ۲، سورہ بقرہ، آیت ۱۸۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

فرضیّت روزہ:

رمضان المبارک ۲ھ میں روزے فرض ہوئے اور سال میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھنا اسلام کا چوتھا رکن قرار پایا۔

روزہ کی جزاء:

جزاءٌ کا معنی بدلہ وعوض ہے۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات میں ایمان، نماز اور زکوٰۃ کے بعد روزہ کا درجہ ہے۔ اسلام میں پورے رمضان کے مہینہ کے روزے فرض ہیں اور جو شخص بلا کسی عذر یا مجبوری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے تو وہ بہت ہی سخت گنہگار ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ بندے کے سارے نیک اعمال کی جزا کا ایک قانون مقرّر ہے اور ہر عمل کا ثواب اسی مقرّرہ حساب سے دیا جائے گا لیکن روزہ اس عام قانون سے مستثنیٰ ہے۔

چاند کے لحاظ سے روزہ فرض ہونے کی حکمت:

رمضان کا مہینہ قمری حساب سے رکھا گیا ہے۔ کیونکہ جب نصف دُنیا پر سردی کا

موسم ہوتا ہے تو دوسرے نصف حصہ میں گرمی کا موسم ہوتا ہے۔ قمری مہینہ ادل بدل کر آنے سے کُل دُنیا کے مسلمانوں کیلئے مساوات قائم کر دیتا ہے لیکن اگر شمسی مہینہ مقرر کر دیا جائے تو نصف دُنیا کے مسلمان ہمیشہ سرما کی سہولت میں اور نصف کے مسلمان ہمیشہ گرما کی سختی اور تکلیف میں رہا کرتے اور یہ امر عالمگیر مذہب کے اصول کے خلاف ہوتا۔

روزہ کی حکمتیں:

انسانی فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ اس کی عقل کو نفس پر غلبہ و تسلط دائمی حاصل رہے مگر بسا اوقات خواہشات غالب آجاتی ہیں۔ لہٰذا تہذیب و تزکیہ نفس کیلئے اسلام نے روزہ کو مقرر کیا اس لئے کہ:

۱۔ روزہ سے انسان کی عقل کو نفس پر پورا پورا تسلط و غلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔

۲۔ روزہ سے خشیت اور تقویٰ کی صفت انسان میں پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ یعنی روزہ تم پر اس لئے فرض ہوا کہ تم متقی بن کر خدا کے عذاب سے بچ جاؤ اور روزہ تمہاری سپر ہو جائے۔ اسی وجہ سے حدیث شریف میں روزہ کو ڈھال کہا گیا ہے۔

فرمایا اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ۔ یعنی ماہ رمضان کے روزے انسان کیلئے عذاب دوزخ سے بچانے کے لئے ہیں۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ کتاب الصوم، پہلی فصل)

۳۔ روزہ رکھنے سے انسان کو اپنی عاجزی و انکساری اور خدا تعالیٰ کے اثبات اور اس کی قدرت پر نظر پڑتی ہے۔

۴۔ روزہ رکھنے سے چشم بصیرت کھلتی اور دُور اندیشی کے خیالات پیدا ہوتے اور کشف حقائق الاشیاء ہوتا ہے۔

۵۔ روزہ رکھنے سے درندگی و بہیمیت سے دُوری اور ملائکہ الٰہی سے قُرب حاصل ہوتا ہے۔

۶۔ روزہ رکھنے سے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی شکر گزاری کا موقعہ ملتا ہے۔

۷۔ روزہ رکھنے سے انسانی ہمدردی کا دل میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جس نے بھوک پیاس محسوس ہی نہ کی ہو وہ بھوکوں اور پیاسوں کے حال سے کیونکر واقف ہو سکتا ہے اور رازقِ مطلق کی نعمتوں کا شکریہ علیٰ وجہ الحقیقت کب ادا کر سکتا ہے۔ اگر زبان سے شکر کرے مگر جب تک اس کے معدہ میں بھوک و پیاس کا اُس کی رگوں و پٹھوں میں ضعف و ناتوانی کا احساس نہ ہو، وہ نعماءِ الٰہی کا کَمَاحَقَّہٗ شکر گزار نہیں بن سکتا۔ کیونکہ جب کسی کی کوئی محبوب و مرغوب و مالوف چیز کچھ زمانہ گم ہو جائے تو اس کے فراق سے اس کے دل کو اس چیز کا قدر معلوم ہوتا ہے۔

۸۔ روزہ موجبِ صحت جسم و رُوح ہے۔ چنانچہ قلّتِ اکل و شرب یعنی کھانا اور کم پینا طبیبوں نے جسم کیلئے اور صُوفیائے کرام نے صفائی دل کے لئے مفید لکھا ہے۔

۹۔ روزہ محبتِ الٰہی کا ایک بڑا نشان ہے، جیسے کوئی شخص کسی کی محبت میں سرشار ہو کر کھانا پینا چھوڑتا ہے اور بیوی کے تعلّقات بھی اس کو بھول جاتے ہیں۔ پس روزہ رکھنا کیا ہے گویا کہ روزہ دار خُدا کی محبّت میں سرشار ہو کر اس حالت کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۰۔ روزہ کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان کھانے اور پینے میں ایک مخصوص نظام اور اصول کا پابند ہو جائے، یعنی غروب آفتاب کے بعد فوراً کھانا کھانے کی عادت ڈال لے۔ اس اصول پر عمل کرنے سے معدہ کی اصلاح ہو جاتی ہے اور وہ قوی ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ روزہ دار میں، اخلاقِ حمیدہ اور صفّاتِ عالیہ پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ روزہ ہے، روزہ دار روزہ رکھنے سے مشکلات پر صبر کا خُوگر ہو جاتا ہے۔ اس میں علم اور بُردباری کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس میں مروت اور علوِ نفس کا جو ہر جگہ پا لیتا ہے۔ اس میں طاعت اور انقیاد کی رُوح پیدا ہو جاتی ہے۔ آدابِ شرع کا وہ لحاظ کرنے لگتا ہے۔ خضوع

وخشوع کی حالت نمایاں ہونے لگتی ہے۔

۱۲۔ اس دُنیا میں ہر چیز راحت و آرام کی جُویا ہے۔ یہی حال انسانی مشین کا بھی ہے۔ معدہ بھی کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے اور اسے راحت و آرام کی ضرورت محسوس ہوتی ہے' وجوبِ صَوم کی اور حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ معدہ کو مسلسل مشقت سے نجات ملے اور وہ کچھ راحت اور سکون پائے کیونکہ صحت کیلئے معدہ کا صحت مند رہنا نہایت ضروری ہے۔

جرمن ڈاکٹر کی تصدیق:

ایک جرمن ڈاکٹر کا بیان ہے کہ میرے پاس ایک مریض آیا' معدہ کا شاکی تھا' میں نے ہر ممکن طریقہ سے اس کا علاج کیا لیکن ذرا بھی فائدہ نہ ہوا۔ پھر میں نے مسلمانوں کے "روزے" کے اصول پر اس کا علاج کیا۔ یعنی فجر سے مغرب تک کھانے اور پینے کی سختی سے ممانعت کردی۔ چند ہی روز بعد شفا ظاہر ہونے لگی اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ مریض صحت یاب ہوگیا اور اس کا معدہ قوی ہوگیا اور اس کی صحت بحال ہوگئی۔

رمضان اور شیطان:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو آسمان (جنّت) کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنّم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں (تاکہ وسوسہ نہ ڈال سکیں)

(متفق علیہ، مشکوٰۃ کِتَابُ الصَّوم، پہلی فصل)

بُھول چُوک:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا" جس نے بھول کر (روزہ کی حالت میں) کھالیا اور پی لیا وہ اپنا روزہ پورا کرے اس لئے کہ اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے"۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ کتاب الصّوم، باب تنزیہ الصوم، پہلی فصل)

اسی حالت میں نہ صرف یہ کہ روزہ کی قضا نہیں لازم آئے گی بلکہ یہ روزہ تسلیم کر لیا جائے گا اور اس کا ثواب بدستور ملے گا۔

ماہِ رَمضان میں دوزخ کے دَروازے بند ہونے اور جنّت کے دَروازے کُھلنے کی حکمت

یہ بات ظاہر ہے کہ دُنیا میں عام شَر و بَدیاں جو انسانوں سے سَرزَد ہوتی ہے۔ وہ ان کی سیری و قُوّتِ جسمی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ لہٰذا روزہ کے باعث جب قُوّتِ جسمی میں فتور آ جائے تو گناہوں میں بھی کمی ہو جاتی ہے۔ جب انسان محض خُدا تعالیٰ کیلئے بھُوکے اور پیاسے ہوتے ہیں اور گناہوں کو ترک کرتے ہیں تو ان کیلئے رحمتِ الٰہی جوش میں آتی ہے۔ جنّت کے دروازے اُن کیلئے کُھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند بھی۔ ظاہر ہے جب گناہوں کا دروازہ ہی بند ہو گیا' جس کے باعث سے غَضبِ الٰہی کی آگ بھڑکتی ہے تو بے شک دوزخ کے دراوزے بھی بند ہو جائیں گے۔

اور شیاطین کا جکڑا جانا بھی ظاہر ہے کہ جب بنی آدم کے رگ و ریشہ اور جسم میں توانائی اور شکم سیر ہوتا ہے تو گناہوں کی طرف بھی انسان کی رغبت ہوتی ہے اور اندر سے پھُوں وَسوں سے شیطانی تحریکات شروع ہو جاتی ہیں مگر جب سارے جسم پر بھُوک و پیاس کا اثر ہو اور بحکم الٰہی شہوانی قوٰی کو روزہ کے ذریعہ دبایا جائے تو اس میں کچھ شک نہیں کہ اس طرح سے شیطان جکڑے جاتے ہیں۔

روزہ دار کے مُنہ کی بُو:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔ بے شک روزہ دار کے منہ کی بو خدا تعالیٰ کے نزدیک قیامت کو کستوری سے زیادہ خُوشبو والی ہوگی''۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ کتاب الصوم، پہلی فصل)

روزہ دار کے مُنہ کی بُو کستوری سے زیادہ خُوشبودار ہونے کی حکمت

معقول اور قابلِ قدر بات ہے کہ تحصیلِ کمالات کیلئے جو محنتیں و مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں، سب جانتے ہیں کہ پہلے جسم پر ان سے اتنی بڑی کوفتیں اور تھکان ہوتی ہیں کہ جسم کو ناگوار و بُودار معلوم ہوتی ہیں مگر ان کے آخری نتائج کی اُمیدیں انسان کو خُوشگوار اور معطر نظر آتی ہیں اور بالآخر ایسا ہی ہوتا ہے اور ان محنتوں اور مشقتوں کا بیابان، فرحت اور خوشبودار بستان سے بدل جاتا ہے۔

۲۔ روزہ دار کے مُنہ کی بُو خدا تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خُوشبو سے زیادہ خُوشبودار ہونے کی حکمت یہ ہے کہ اس جہاں کے اعمال کا بدلہ دوسری شکلوں میں ہوگا۔ دُنیا میں اجسام پر رُوحوں کا غلبہ ہے اور آخرت میں اجسام کا رُوحوں پر غلبہ ہوگا، یہاں اعمال قالب ہیں اور اس کے ثمرات رُوحیں ہیں، ہر کوئی جانتا ہے کہ قالب و روح کی صورت یکساں نہیں ہوتی اور اصل اور اس کے نتیجہ میں مشابہت ہونا ضروری نہیں۔

۳۔ دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک درخت کا بیج جو زمین میں بُویا جاتا ہے۔ وہ مٹی اور پانی کی تراوت سے متعفّن ہو کر بُودار بن جاتا ہے اور پھر وہ اُگتا ہے اور جب اس کو پھول و پھل لگتے ہیں تو ان کا کچھ اور ہی ذائقہ اور بُو ہوتی ہے اور جب اُن کو پکا کر کھایا جائے تو کچھ اور ہی مزہ آتا ہے۔ ایسا ہی روزہ دار کے مُنہ کی بُو بیج واصل ہے اور قیامت میں اس کا کستوری سے بھی زیادہ خُوشبودار ہونا اس کا نتیجہ و پھل ہوگا۔

۴۔ روزہ دار کے مُنہ کی بُو خُدا تعالیٰ کے نزدیک خُوشبودار ہے کیونکہ خُدا تعالیٰ کے ہاں خُوشبو کا محسوس کرنا ہماری طرح نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک تو وہ بدبُو ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدی کستوری سے بھی زیادہ خُوشبودار ہے۔

حضرت شیخ محی الدّین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ "فتوحاتِ مکیہ" میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ میں موسیٰ بن محمد موذن کے پاس حرمِ مکّہ کے منارہ میں مقیم تھا اور مسجد میں اُس نے کچھ کھانا رکھا ہوا تھا' جس سے ہر کسی کو گھِن آتی تھی' میں بموجب حدیثِ نبوی جانتا تھا کہ جس چیز کی بُو سے بنی آدم کو ایذا پہنچے اُس سے ملائکہ کو بھی ایذا پہنچتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مساجد میں تھوم اور پیاز وغیرہ ایسی چیز کا رکھنا منع فرمایا ہے۔ رات کو سونے کے وقت میرا ارادہ تھا کہ موسیٰ بن محمد کو کہہ دوں کہ اس طعام کو مسجد سے نکال دے۔ سو اسی حالت میں مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور بحالتِ خواب میں' نے خُدا تعالیٰ کو دیکھا تو خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ اس طعام کے متعلّق کچھ مت کہو' کیونکہ اِس طعام کی بُو جیسی تمہارے نزدیک ہے ویسے میرے نزدیک نہیں ہے۔

روزہ اور سحری:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "سحری کھاؤ کیونکہ سحری میں برکت ہے"۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ سحری کے بارے میں احکام، پہلی فصل)

اور فرمایا "سحری کھانے سے دن کے روزے پر استعانت کرو اور قیولہ سے رات کے قیام پر" اور فرمایا "تین شخصوں پر کھانے میں انشاء اللہ حساب نہیں جبکہ حلال کھایا' روزہ دار اور سحری کھانے والا اور سرحد پر گھوڑا باندھنے والا"۔

افطاری:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تین چیزوں کو محبوب رکھتا ہے" افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا۔

سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کی حکمت:

۱۔ ہر عمل کو اپنے مناسب وقت و موقعہ پر بجالانا اعتدال ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ کی ابتداء وانتہاء بیان نہ فرماتے تو بعض وہمی لوگ عشاء تک روزہ افطار نہ کرتے یا ابتداء یعنی سحری کی حد کم کر دیتے تو ان کی تقلید میں عام لوگوں کو تکلیف ہوتی اور بلاوجہ مشقت اُٹھاتے۔

۲۔ رات دن کی جُداگانہ تاثیرات معروف ومشہور ہیں اور روزہ رکھنا دن کے وقت میں شروع ہوا ہے۔لہٰذا دن کی برکات کے آثار علیحدہ ہیں اور جو خیرات وبرکات کے آثار اس ماہ کی رات سے وابستہ ہیں وہ جُدا ہیں۔یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شام کے وقت جلدی افطار و تاخیر سحری کی روایت آئی ہے تاکہ دونوں وقتوں کے درمیان امتیاز حاصل ہو جائے۔کیونکہ انسان کے ہر فعل کی ابتداء اور انتہاء پر جو کچھ اثرات مرتّب ہوتے ہیں ان کے حقائق بھی علیحدہ علیحدہ اور اُن کی جزا بھی علیٰ حسبِ مناسبت علیحدہ صُورتوں میں ہوگی۔

ضروری مسائل:

مسئلہ: روزہ عُرفِ شرع میں مسلمان کا بہ نیّت عبادت صُبح صادق سے غروبِ آفتاب تک اپنے کو قصداً کھانے پینے جماع سے باز رکھنا ہے۔عورت کا حیض ونفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔

مسئلہ: روزہ کی نیت یہ ہے

نَوَيْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰهِ تَعَالٰى مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ

یعنی میں نے نیّت کی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے اس رمضان کا فرض روزہ کل رکھوں گا

نیّت دِل کے ارادے کا نام ہے۔ زبان سے کہنا شرط نہیں مگر زبان سے کہنا مستحب ہے۔

روزہ افطار کرنے کی نیّت:

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ

(ابوداؤد، مشکوٰۃ، سحری کے بارے میں احکام، دوسری فصل)

اے اللہ! میں نے تیری رضا کیلئے روزہ رکھا اور تیرے رزق سے افطار کیا۔

مسئلہ: کھانے پینے جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو۔

مسئلہ: حُقّہ، سگریٹ، سگار، چرس وغیرہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اگرچہ اپنے خیال میں حَلق تک دُھواں نہ پہنچاتا ہو بلکہ پان یا صرف تمباکو کھانے سے بھی روزہ جاتا رہے گا اگرچہ پیک تھوک دی ہو کہ اس کے باریک اجزاء ضرور حلق میں پہنچتے ہیں۔

(بہارِ شریعت)

مسئلہ: شکر وغیرہ ایسی چیزیں جو مُنہ میں رکھنے سے گُھل جاتی ہیں، مُنہ میں رکھّی اور تھوک نگل گیا روزہ جاتا رہا۔ یونہی دانتوں کے درمیان کوئی چیز چنے کے برابر یا زیادہ تھی اسے کھا گیا یا کم ہی تھی مگر مُنہ سے نکال کر پھر کھالی یا دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اُترا اور خون تھوک سے زیادہ یا برابر تھا یا کم تھا مگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو ان سب صُورتوں میں روزہ جاتا رہا اور اگر کم تھا اور مزہ بھی محسوس نہ ہوا تو نہیں۔ (بہارِ شریعت)

مسئلہ: عورت کا بوسہ لیا یا چھُوا یا مباشرت کی یا گلے لگایا اور انزال ہوگیا تو روزہ جاتا رہا، اور عورت نے مرد کو چھُوا اور مرد کو انزال ہوگیا تو روزہ نہ گیا۔ عورت کو کپڑے کے اُوپر سے چھُوا اور کپڑا اتنا دبیز ہے کہ بدن کی گرمی محسوس نہیں ہوئی تو فاسد نہ ہوا اگرچہ انزال ہو گیا۔ (عالمگیری، بہارِ شریعت)

مسئلہ: قصداً مُنہ بھر قے کی اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو مطلقاً روزہ جاتا رہا اور اس سے کم کی تو نہیں اور بلا اختیار قے ہوگئی تو مُنہ بھر ہے یا نہیں اور بہر تقدیر وہ لوٹ کر حلق میں چلی گئی یا اُس نے خود لوٹائی یا نہ لوٹائی تو اگر مُنہ بھر نہ ہو تو روزہ نہ گیا اگرچہ لَوٹ گئی یا اُس نے خود لَوٹائی اور مُنہ بھر ہے اور اس نے لَوٹائی اگرچہ اس میں سے چنے کے برابر حلق سے اُتری تو روزہ جاتا رہا ورنہ نہیں۔

تنبیہ: روزہ ٹوٹنے کی کوئی صورت پیش آئے تو فوراً کھانے پینے سے پہلے کسی عالم کی طرف رجوع کریں، جُہلا سے فتویٰ نہ لیں، نہ ہی اپنے آپ کوئی حکم لگائیں۔

مرتب: علی احمد سندیلوی، ۱۷ شعبان ۱۴۱۲ھ

بمطابق ۲۲ فروری ۱۹۹۲ء بروز ہفتہ قبل از نمازِ مغرب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اعتکاف کے معنی:

لغت میں اعتکاف ٹھہرنے، گوشہ نشین ہونے اور نفس کو کسی جگہ مقید کرنے کے ہیں اور شریعت میں اس کے معنی ہیں ٹھہرنے کو عبادت سمجھتے ہوئے کسی ایسی مسجد میں ٹھہرنا جس میں پانچ وقت نماز ہوتی ہو۔ قرآن مجید میں یہ بھی لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے

اور ہم نے ابراہیم و اسماعیل (علیہ السّلام) کو حکم کیا کہ پاک رکھو میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کیلئے۔

(پارہ ا سورہ بقرہ، آیت نمبر ۱۲۵)

ایک دوسری آیت میں ہے:

"اور جب تم مساجد میں اعتکاف کرو تو عورت کے پاس مت جاؤ"۔

(سورہ بقرہ، آیت نمبر ۱۸۷)

پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی اُمتوں میں بھی اعتکاف کو مقام حاصل رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بھی عبادت سمجھ کر اعتکاف کیا کرتے تھے۔

وجہ تسمیہ:

لفظ اعتکاف عکف سے نکلا ہے، جس کے معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں چونکہ معتکف بحالتِ روزہ تمام دُنیوی ضرورتوں اور کاموں اور اغراضِ نفسانیہ سے اپنے آپ کو بقصدِ عبادتِ الٰہی مسجد میں روک کر درِ الٰہی پر گرا دیتا ہے اس لئے اس فعل و کام کا نام اعتکاف ہے۔

روزہ عاشقانہ رنگ میں ایک تصویری زبان کی دُعا والحاج ہے اور اعتکاف عاشق کا دروازہ معشوق پر اپنے آپ کو بحالتِ تضرع وزاری پیش کرنا ہے۔ گویا معتکف

اپنے آپ کو درگاہِ الٰہی میں ایسا مقید کرتا ہے جیسے کہ ایک منت و سماجت کرنے والا سائل کسی کے دروازہ پر بیٹھ جاتا ہے اور اپنے حاجت و مُراد حاصل ہوئے بغیر نہیں اُٹھتا۔

یا یہ کہ عاشقِ زار کی طرح اپنے معشوق کے دروازہ پر بھوکا پیاسا بن کر اور دُنیا کی تمام حاجتیں واغراض سے فارغ اور بے پرواہ ہو کر محض جلوۂ محبوب و معشوق کیلئے اُس کے دروازہ پر معتکف ہو جاتا ہے اور جب تک اس کا معشوق اس کو مُنہ نہ دکھائے' اس کے دَر سے نہیں ہٹتا اور اُس کے شوق میں ساری لذتیں چھوڑ کر اس کے اُوپر سر رکھ دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اعتکاف خانۂ خُدا یعنی مسجد کے بغیر کہیں جائز نہیں کیونکہ عاشق طالبِ دیدار کو اپنے معشوق کے دروازہ پر گرنا چاہیئے اور یہی وجہ ہے کہ بحالتِ اعتکاف معتکف کو رات میں بھی اپنی عورت سے مباشرت کرنی جائز نہیں کیونکہ صادق عاشق کو ان باتوں کا کہاں خیال رہتا ہے اور یہ جو ماہِ رمضان کے عشرہ آخری میں لیلۃ القدر کا ظہور روایات میں مَذکور ہے وہ اسی تجلی الٰہی کی طرف اشارہ ہے جس کا ظہور عاشقانِ الٰہی پر ہوتا ہے۔

اعتکاف کی حقیقت:

اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر طرف سے یکسو اور سب سے منقطع ہو کر بس اللہ سے لَو لگا کے اس کے دَر پہ یعنی کسی مسجد کے کونے میں پڑ جائے' اور سب سے الگ تنہائی میں اس کی عبادت اور اس کے ذکر و فکر میں مشغول رہے۔ یہ خواص بلکہ اخص الخواص کی عبادت ہے۔

نزولِ قرآن سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعتِ مبارک میں سب سے یکسو اور الگ ہو کر تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ذکر و فکر کا جو بیتابانہ جذبہ پیدا ہوا تھا' جس کے نتیجے میں آپ مسلسل کئی مہینے غارِ حرا میں خلوت گزینی کرتے رہے یہ گویا آپ کا پہلا اعتکاف تھا اور اس اعتکاف ہی میں آپ کی رُوحانیت اس مقام تک پہنچ

گئی تھی کہ آپ پر قرآنِ مجید کا نزول شروع ہو جائے۔

چنانچہ حرا کے اس اعتکاف کے آخری ایّام ہی میں اللہ کے حاملِ وحی فرشتے جبرائیل علیہ السّلام سورۂ اقراء کی ابتدائی آیتیں لے کر نازل ہوئے۔ تحقیق یہ ہے کہ یہ رمضان کا مہینہ اور اس کا آخری عشرہ تھا اور رات شبِ قدر تھی۔

اعتکاف کی رُوح:

اعتکاف کی رُوح دِل کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے اور مخلوقات سے الگ ہو کر صرف ایک خدا کی یاد میں مشغول و منہمک ہو جانا ہے۔ اسی کی سوچ و فکر، یہی تذکرے، اسی کی بات چیت یہاں تک کہ انسان کے دل و دماغ پر خدا ہی کا تصور چھا جائے اور اسی کی یاد دل میں سما جائے اور بجائے مخلوق کے خالق ہی سے دل لگ جائے۔

اعتکاف کی اقسام

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ واجب جو منّت اور نذر کی وجہ سے ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میں اس بیماری سے ٹھیک اور تندرست ہو گیا یا میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا یا بغیر کسی شرط کے یہ کہے کہ میں اپنے اوپر اتنے دنوں کا اعتکاف لازم کرتا ہوں، ان تمام صورتوں میں جتنے دنوں کی نیّت کی ہے، اتنے دن روزے رکھ کر اعتکاف کرنا لازم اور ضروری ہو جائے گا۔

۲۔ دوسری قسم سُنّتِ مؤکدہ ہے جو رمضان شریف کے آخری عشرہ یعنی آخری دنوں میں ہوتا ہے اس کا وقت رمضان المبارک کی بیس تاریخ کے غروبِ آفتاب سے لے کر عید کا چاند نظر آنے تک ہے۔ حضور علیہ السّلام اِن ایّام میں ہر سال پابندی کے

ساتھ اعتکاف فرماتے تھے جیسا کہ ابھی تفصیل آ رہی ہے۔

۳۔ تیسری قسم اعتکاف نفل ہے۔ اس میں نہ تو کسی وقت کی شرط ہے نہ کسی دن کی قید بلکہ انسان جس وقت اور جس روز چاہے مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیّت کر لے۔ جب تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا۔

یہاں یہ واضح رہنا ضروری ہے کہ اعتکاف واجب اور اعتکاف مسنون کے لئے روزہ شرط ہے۔ روزے کے بغیر یہ اعتکاف ادا نہیں ہوتے، لیکن نفلی اعتکاف کے لئے روزہ ضروری نہیں، اس لئے ہر شخص کو اس کا خیال اور اہتمام کرنا چاہیئے کہ جب بھی مسجد میں آئے اگرچہ دس یا پانچ منٹ کیلئے ہو، اعتکاف کی نیّت کر لیا کرے۔ ادھر نماز پڑھتا رہا کرے گا اور ساتھ ہی ساتھ اعتکاف کا ثواب بھی ملتا رہے گا۔ اس طرح اگر ہم ذرا سی توجہ اور فکر کر لیا کریں اور روزانہ بغیر کسی محنت و مشقت کے مفت میں کتنے اعتکافوں کا ثواب ہو سکتا ہے۔

اعتکاف کی برکتیں:

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں فرمایا:

وہ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کیلئے اتنی ہی نیکیوں کا ثواب جاری رہتا ہے جتنا ان نیکیوں کے کرنے والے کیلئے ہوتا ہے۔

(ابن ماجہ، مشکوۃ شریف، باب الاعتکاف، تیسری فصل)

اس حدیث میں اعتکاف کی برکتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ پہلی یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہو جاتی ہے ورنہ عام حالات میں بسا اوقات کوتاہی اور لغزش سے کچھ اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ آدمی گناہ

میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ رمضان المبارک کے متبرک وقت میں معصیت کا ہو جانا کس قدر بڑا جرم ہے۔ اعتکاف کی وجہ سے اِن سے امن اور حفاظت رہتی ہے۔

۲۔ اعتکاف کی دوسری برکت یہ ہے کہ دورانِ اعتکاف مسجد میں بیٹھے رہنے کے باعث کئی ایسے نیک اعمال ہیں، جن میں معتکف حصہ نہیں لے سکتا مثلاً وہ نمازِ جنازہ میں شرکت نہیں کر سکتا، مریض کی عیادت اور خدمت نہیں کر سکتا، لیکن اعتکاف کی وجہ سے وہ اس قسم کی جن عبارتوں سے رکا رہا، ان کا اجر بغیر کیے بھی ملتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فیاضی کی کتنی بڑی شان ہے۔

۳۔ اعتکاف کے دوران انسان کو اپنے اعمال کا جائزہ لینے کا موقع ملتا ہے۔ وہ اپنی کمزوریوں اور نقائص پر نظر ڈالتا ہے۔ ماضی کی غلطیوں پر ندامت کرتا ہے اور پھر گڑ گڑا کر توبہ کرتا ہے، آئندہ کیلئے ان بداعمالیوں سے پرہیز کرتا ہے، مستقبل میں نیکوکار بننے کا پکا ارادہ کرتا ہے۔

۴۔ اعتکاف کے وقفہ میں انسان عام انسانوں سے بہت کم ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے لو لگاتا ہے اور اس کے احکام پر غور و فکر کرتا ہے۔ اس کے ارشادات کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو اسلام کے سانچے میں ڈھال لینے کی کوشش کرتا ہے اور دوسروں میں بھی اس اعلیٰ تعلیم کو پھیلاتا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اعتکاف کی ان برکتوں کو حاصل کرنے کیلئے رمضان المبارک کے مہینہ میں اس سے فائدہ اُٹھائیں۔

حضور علیہ السّلام کی عادت مبارکہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السّلام کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ ہمیشہ رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی، پھر ان کے بعد آپ کی ازواجِ

مُطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ کتاب الصوم باب الاعتکاف، پہلی فصل)

تشریح:

اَزواجِ مُطہرات اپنے حُجروں میں اعتکاف فرماتی تھیں اور خواتین کیلئے اعتکاف کی جگہ اُن کے گھر کی وہی جگہ ہے جو انہوں نے نماز پڑھنے کی مقرر کر رکھی ہو۔ اگر گھر میں نماز کی کوئی خاص جگہ مقرر نہ ہو تو اعتکاف کرنے والی خواتین کو ایسی جگہ مقرر کر لینی چاہیئے۔

کَانَ یَعْتَکِفُ (اعتکاف فرمایا کرتے تھے) سے معلوم ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل وفات تک رہا، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّتِ مُبارکہ ہے کہ بیس رمضان کی مغرب سے عید کے چاند تک اعتکاف کیا جائے لیکن سب صحابہ اور سب اہل خانہ کا ہمیشہ کا اعتکاف نہیں ہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ سُنّتِ کفایہ ہے، سب پر نہیں۔ اور احادیث سے اس کا اہتمام وتاکید اور اس کا بڑا ثواب ثابت ہے۔

نیز ہیشگی سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف سُنّتِ مؤکدہ ہے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم اُمّت کو صراحۃً نہیں دیا، بلکہ رغبت دلائی ہے اس لئے اعتکاف واجب نہیں کیونکہ وجوب کیلئے حکم دینا ضروری ہے۔ اس لئے یہ حدیث علماء احناف کی دلیل ہے کہ رمضان المبارک کا اعتکاف سُنّتِ مؤکدہ ہے اور مدینہ منوّرہ میں صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ کرام و بعض اُمہات المومنین ہی اعتکاف کرتے تھے۔ سب مُسلمان نہ کرتے تھے، جو اس کے سُنّتِ مؤکدہ علی الکفایۃ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں گھر کے ہر اس چھوٹے بڑے کو بیدار فرما دیتے جو نماز پڑھنے کی طاقت رکھتا۔ (طبرانی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کیلئے تیار اور مستعد ہو جاتے اور عورتوں سے پرہیز کرتے تھے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں کوشش و جدّو جہد کرتے تھے جو اور دنوں میں نہیں کرتے تھے۔

(مسلم، مشکوٰۃ کتاب الصوم، باب لیلۃ القدر، پہلی فصل)

اعتکاف کے فضائل و برکات

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا اس کو دو حج اور دو عمرہ کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔ (رواہ البیہقی)

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حالتِ ایمان میں ثواب کی اُمید کرتے ہوئے اعتکاف کرتا ہے اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ (رواہ دیلمی)

۳۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے کسی بھائی کے کام میں چلے اور کوشش کرے یہ اس کیلئے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقوں کو آڑ بنا دیتا ہے۔

(رواہ حاکم)

جن کی مسافت زمین و آسمان کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ ہے۔ ایک روایت میں دس کی بجائے بیس سال کا ذکر ہے۔

عقلی فضیلت:

۱۔ یہ عمل سب اعمال سے اشرف ہے کیونکہ ہر نماز اور اس کے بعد سے دُوسری نماز کا معتکف منتظر رہتا ہے اور حدیث میں ہے کہ اس کے منتظر کے لئے بھی نماز کا ثواب ہے، پھر یہ عمل دس دن رات کا مسلسل عمل ہے۔ دوسری اشرفیت یہ ہے کہ یہ حالت غیر اللہ سے منقطع ہونے کی اور قربِ الٰہی کی ہے۔

۲۔ اعتکاف میں چونکہ انسان دُنیا کے تمام دَھندے اور جھگڑے چھوڑ کر اپنے آپ کو اور اپنے تمام اَوقات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے وقف کر دیتا ہے اس لئے چاہیئے کہ اسی ذات پاک کی یَاد میں مشغول ہو کر اپنے تمام تفکّرات وخیالات کو اُسی کی طرف مرکُوز کر دے یہاں تک کہ دُنیا کی محبت اور اُنس کو اپنے قلب سے نکال کر صرف اسی رحیم و کریم کی محبت اور اُس کے ساتھ اُنس کو قائم کرنے میں لگ جائے۔ مرنے کے بعد یہی محبت اور اُلفت قبر کی تنگیوں اور سختیوں میں میدانِ حشر کی تکلیفوں اور پریشانیوں میں کام آنے والی ہے۔

اس عبادت کے فضائل اتنے ہوتے ہوئے بھی اگر ہم اس سے محروم رہیں تو یہ ہماری بدنصیبی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم غفلتوں ہی میں پڑے رہیں اور یہ وقت ہم سے نکل جائے، بعد میں کفِ دَست ملتے ہوئے آنسو بہائیں۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، کیا آئندہ سال یہ بابرکت آخری عشرہ میسّر ہو یا نہ ہو، اس لئے آج صحت وتندرستی کی نعمت کی قدر کرتے ہوئے پورا پورا فائدہ حاصل کرنا چاہیئے۔

اعتکاف کے آداب:

اعتکاف کے آداب میں سے یہ ہے کہ وہاں ثواب اور نیکیوں کی باتیں کرے۔ خدا تعالیٰ ہمت دیں تو پورے عشرۂ اخیر رمضان کا اعتکافِ مسنون ادا کرنے کی

کوشش کریں اور حتی الوسع افضل المساجد میں اعتکاف کیا جائے۔ اپنے شہر میں جس مسجد میں جمعہ ادا کیا جاتا ہے' شہر کی وہی افضل المساجد ہے۔ سفرِ حجاز میں اوّل بیت اللہ شریف پھر مسجدِ نبوی افضل ہیں۔

اپنی طاقت کے مطابق معتکف اپنے اوقات عباداتِ الٰہی میں صرف کرے۔ مثلاً نوافل پڑھے' تلاوتِ کلامِ پاک کرے' تفسیر اور حدیث یا اُن کی شرح کی کتابیں دیکھے۔ علم دین کی صحیح مستند کتابیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک' حضرات انبیاء اکرام کے حالات و حکایات' اُن کے اقوال و ملفوظات اور دیگر نصیحت آمیز کتابیں اور مسائل شرعیہ کی کتابیں پڑھے پڑھائے سُنے اور سنائے اور جو بات سمجھ میں نہ آئے' کسی اچھے عالم سے اس کا مطلب دریافت کرائے' بلکہ جو کتاب بھی مطالعہ کرے اُس کو دِکھلائے تا کہ بجائے فائدہ کے نقصان نہ ہو کیونکہ آج کل ایسی کتابیں اور رسالے بھی چھپ گئے ہیں کہ آدمی کو دین ہی سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اختلافی مسائل کی کتابیں بھی حتی الوسع نہ پڑھے ان کو عالموں کے سمجھے' ہاں فضائل کی کتابوں کا معمول بنائے۔

اذکارِ مسنونہ پڑھے۔ جتنی تسبیح بآسان پڑھ سکے' سب بہتر ہیں مثلاً تسبیحات یہ ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ' اَللّٰہُ اَکْبَرُ ' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ' لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ' استغفار یا جو یاد ہو وہی پڑھے مثلاً

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ یَا رَبِّ اغْفِرْلِیْ یَا رَبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ. اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

یا سَیِّدُ الْاِسْتِغْفَار یعنی سب استغفار کا سردار جس کی فضیلت یہ ہے کہ اگر کوئی

ایک مرتبہ یقین کے ساتھ صبح کے وقت پڑھ لے اور شام سے پہلے اس کا انتقال ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہو۔ وہ سیّد الاستغفار یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ۔

(بخاری، مشکوٰۃ باب الاستغفار والتوبہ، پہلی فصل)

اگر والدین اور تمام مسلمانوں کیلئے استغفار کرنا چاہیے تو یہ دعا بھی کلام پاک میں آئی ہے لیکن یہ خیال رہے کہ جو ذکر بھی کرتا ہو بالخصوص استغفار تو دھیان اور توجہ کے ساتھ کرے۔ کم از کم یہ خیال تو کرے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہوں۔ اس کے علاوہ درود شریف کثرت سے پڑھے۔

صلوٰۃ تسبیح کا بہت ثواب ہے۔ اس کے پڑھنے سے دس قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پانچوں وقت تکبیر اولیٰ کے ساتھ باجماعت ادا کرے۔ اشراق کی نماز یا چار رکعت نفل' چاشت کی دو یا چار یا آٹھ رکعت نفل زوال کے بعد چار رکعت سنن زوال پڑھے' یہ ظہر کی سنتوں کے علاوہ ہیں اور مغرب کے چھ رکعت اوابین کی پڑھے۔ ان تمام نوافل کا بہت ثواب احادیث میں آیا ہے۔

عصر کے فرضوں سے فارغ ہو کر مغرب تک ذکر اللہ میں مشغول رہے' جیسے صبح کی نماز پڑھ کر اشراق تک ذکر اللہ میں مشغول ہونے کا خاص وقت ہے' تہجد پڑھے جو دو رکعت سے لے کر بارہ رکعت تک ہیں۔ نیت خواہ نفل کی کرے یا سنت کی کرے' دونوں طرح درست ہے۔

شب قدر کی پانچوں راتوں میں جاگ کر عبادت کرنے کی پوری کوشش کرے

اپنے والدین عزا' اقارب اور جملہ مسلمانانِ عالم کیلئے دُعا کرے اور جب بھی کوئی عبادت اور ذکر کرے اتنی دیر تو کرے کہ اپنے کو کچھ مشقت ہونے لگے۔ ہاں اتنا زیادہ بھی نہ کرے کہ طبیعت ملول ہو جائے اور آئندہ بالکل ہی چھوڑ دے' تھوڑا ہو مگر ہمیشہ کرتا رہے وہ بہتر ہوتا۔

اپنے شیخ کے تعلیم کردہ اَوراد و وظائف بجالائے' کسی کو نماز اور قرآن سُنا کر صحیح کرے' اپنی عمر کو بہت تھوڑی تصوّر کر کے جو کچھ عمل ہو جائے' غنیمت جانے لیکن ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہونی چاہیئے۔

طریقہ صلوٰۃ التسبیح:

اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ پڑھے پھر

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر

پندرہ بار پڑھے پھر اعوذ اور بسم اللہ اور الحمد اور سورۃ پڑھ کر دس بار یہی تسبیح پڑھے۔ پھر رکوع کریں۔

اور رکوع میں دس بار پڑھے' پھر رکوع سے سر اُٹھائے اور بعد تسمیع و تحمید دس بار کہے پھر سجدہ کو جائے اور اس میں دس مرتبہ پڑھے پھر سجدہ سے سر اُٹھا کر دس بار کہے پھر سجدے کو جائے اور اس میں دس مرتبہ پڑھے' یُونہی چار رکعت پڑھے' ہر رکعت میں ۷۵ بار تسبیح اور چاروں میں تین سو بار ہوئیں اور رکوع و سجود میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم' سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنے کے بعد تسبیحات پڑھے۔

مسئلہ: اگر سجدہ سہو واجب ہو اور سجدے کرے تو ان دونوں میں تسبیحات نہ پڑھی جائیں' اگر کسی جگہ بھول کر دس بار سے کم پڑھی ہیں تو دوسری جگہ پڑھ لے کہ وہ مقدار پوری ہو

جائے۔

☆ معتکف نے بھول کر دن میں کھالیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا' گالی گلوچ یا جھگڑا کرنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا مگر بے نور بے برکت ہوتا ہے۔

☆ معتکف مسجد ہی میں کھائے پیے سوئے اِن امور کیلئے مسجد سے باہر ہوگا تو اعتکاف جاتا رہے گا' مگر کھانے پینے میں یہ احتیاط لازم ہے کہ مسجد آلودہ نہ ہو

☆ غیر معتکف کو مسجد میں کھانے پینے کی اجازت نہیں اور یہ کام کرنا چاہے تو اعتکاف کی نیّت کر کے مسجد میں جائے اور نماز پڑھے یا ذکرِ الٰہی کرے پھر یہ کام کر سکتا ہے۔

جب مسجد داخل ہو تو اعتکاف کی نیّت کر لینی چاہیئے۔ جب تک مسجد میں رہے بغیر محنت ثواب ملتا رہے گا۔ مسجد میں اگر دروازے پر یہ عبارت لکھ دی جائے کہ اعتکاف کی نیّت کر لو اعتکاف کا ثواب پاؤ گے تو بہتر ہے کہ جو اِس سے ناواقف ہیں اُنہیں معلوم ہو جائے گا اور جو جانتے ہیں اُن کیلئے یاد دہانی ہو۔

اعتکاف میں پردہ ڈالنا:

اعتکاف میں پردہ ڈالنا اور نہ ڈالنا دونوں طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہیں اِعْتَکَفَ فِیْ قُبَّۃٍ

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تُرکی قبہ میں اعتکاف فرمایا' جس کے دروازہ پر چٹائی کھڑی کر رکھی تھی۔ اس روایت سے پردہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ دُوسری روایت میں اس طرح ہے

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اعْتَکَفَ طُرِحَ لَہٗ فِرَاشُہٗ وَیُوْضَعُ لَہٗ سَرِیْرُہٗ وَرَاءَ اُسْطُوَانَۃِ التَّوْبَۃِ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کیلئے تخت وفرش کو اسطوانہ توبہ کے پیچھے جنّت کی کیاری میں بچھا دیتے تھے۔ اس میں تخت وفرش کا ذکر ہے اور پردہ کا ذکر نہیں ہے۔ (مجمع الزوائد)

لہٰذا معتکف اپنے نفس کو دیکھے اگر پردہ ڈالنے سے عُجب اور کبر و تکبّر پیدا ہونے کا یار یا کاری کا خطرہ ہو تو پردہ نہ ڈالے تاکہ خواہ مخواہ ظاہری صورت سے یہ ناجائز امراض پیدا نہ ہوں اور عبادت خراب نہ ہو جائے۔

اعتکاف کی رُوح کی رُوح:

یاد رکھئے خلوت (تنہائی) اعتکاف کی رُوح ہے اور ذکر اللہ رُوح الارواح (روح کی روح) ہے کیونکہ جس کے کوچہ میں سب کچھ چھوڑ کر جا پڑیں گے کیا اس کو دل سے بھلا سکتے ہیں۔ سو اس کی یاد ضرور ہوئی اور یہی حاصل ہے لا الہ الا اللہ کا۔ اعتکاف میں اسی مقصد لا الہ الا اللہ کی طرف توجّہ رہے۔ اور اس کی حقیقت فنا محض ہے یعنی احکامِ الٰہی کے سامنے اپنے وہ تمام ارادے اور خواہشات جو اس کلمہ کے خلاف ہیں چھوڑ کر امتثالِ امرِ الٰہی ہو جائے اور اس کی یاد دِل میں جم جائے۔ اِس نیّت سے اگر اعتکاف کیا جائے تو واقعی وہ معتکف ہے۔

اعتکاف کے احکام و مسائل:

☆ رمضان المبارک کے عشرۂ اخیر کا اعتکاف سُنّتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی ایک محلہ کے لوگوں میں سے ایک شخص نے بھی اعتکاف کر لیا تو اِس ذِمّہ سے سب سبکدوش ہو جائیں گے اور اگر کسی نے بھی اعتکاف نہ کیا تو سب کے سب گنہگار ہوں گے۔ اس لئے محلہ والوں کے ذمّے یہ ضروری ہے کہ وہ بیس رمضان المبارک آنے سے پہلے اس بات کی تحقیق کر لیں کہ محلّے کی مسجد میں کوئی شخص اعتکاف کر رہا ہے یا نہیں؟

بیس رمضان المبارک کو غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے مسجد میں داخل ہو جانا چاہیے۔

☆ اعتکاف کسی ایسی مسجد میں کرنا چاہیے جس میں پانچ وقت نماز باجماعت ہوتی ہو۔

☆ عورت کو اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہیے اور اگر گھر میں نماز کیلئے کوئی جگہ نہ ہو تو اعتکاف کرنے سے پہلے مکان کے کسی گوشہ کو اس کیلئے مخصوص اور متعین کر لینا چاہیے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عورتیں غفلت ولاپرواہی کی وجہ سے اتنی بڑی عبادت اور سعادت سے محروم ہی رہتی ہیں' حالانکہ مردوں کی نسبت عورتوں کیلئے اعتکاف کرنا زیادہ سہل اور آسان ہے۔ اس لئے ان کو خصوصیت سے اس طرف توجّہ دلانی چاہیے۔

☆ اگر زمانہ اعتکاف میں عورت کو ماہواری شروع ہو جائے تو اعتکاف کو توڑ کر باہر آ جائے۔

☆ اعتکاف کرنیوالے کو چاہیے کہ اپنے اَوقات کو اللہ تعالیٰ کے ذِکر و اذکار' تلاوتِ قُرآن' درس و تدریس' دینی کُتب کے مطالعہ اور وعظ نصیحت میں مشغول رکھے۔ خاموشی کو عبادت سمجھ کر خالی چُپ چاپ بیٹھے رہنا مکروہ ہے' اور اسی طرح مسجد میں غیر ضروری اشیاء کی خرید و فروخت کرنا اور بے ضرورت باتیں کرنا' جھگڑا فساد کرنا بھی مکروہ ہے۔ ان سب چیزوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

☆ اعتکاف کرنے والے کو صرف پیشاب پاخانہ اور فرض غسل کرنے کے لئے مسجد سے نکلنا جائز ہے۔ جمعہ کے غسل کیلئے نکلنا جائز نہیں۔ مسجد جس میں اعتکاف کیا ہے اگر اس میں جُمعہ نہ ہوتا ہو تو کسی قریبی جامع مسجد میں نماز ادا کرنے کیلئے اتنے پہلے سے جانا جائز ہے کہ وہاں پہنچ کر پہلے چار سنتیں اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ سکے۔

☆ اگر شرعی یا طبعی ضرورت اور مجبوری کے بغیر تھوڑی دیر (ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم) وقت کیلئے اپنے معتکف اعتکاف کی جگہ سے باہر چلا گیا۔

عملاً یا سہواً تو واجب اور سنت اعتکاف فاسد اور نفل اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

حسب ذیل صورتوں میں معتکف کو اعتکاف کی جگہ سے نکلنا جائز نہیں اگر نکلے گا تو واجب اور سنت اعتکاف فاسد اور نفل اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

۱۔ محض تبرید (ٹھنڈک) کے واسطے غسل کرنے کیلئے

۲۔ خوف یا بیماری کی وجہ سے۔

۳۔ اپنی جان مال اور بیوی بچوں کو ظالموں کے پنجے سے چھڑانے کیلئے۔

۴۔ مریض کی عیادت کیلئے

۵۔ نماز جنازہ میں شرکت کیلئے

۶۔ گواہی دینے کیلئے

۷۔ جہاد کیلئے (اگر جہاد کیلئے منادی یا طلب ہیں)

۸۔ کسی ڈوبتے ہوئے شخص کو بچانے کیلئے

۹۔ آگ بجھانے کیلئے

۱۰۔ مسجد کے گرنے کے خوف سے

۱۱۔ معتکف سے باہر نکال دیئے جانے سے (مثلاً کسی جرم میں حاکم وقت کی طرف سے وارنٹ جاری ہو اور سپاہی اس کو گرفتار کر کے لے جائیں یا کسی کا قرض ہو اور وہ باہر نکال لے یا کوئی ظالم معتکف سے جبراً نکال دے)

۱۲۔ کسی شرعی یا طبعی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے باہر نکلنے کی صورت میں قرض خواہ کے قرض وصول کرنے کیلئے راستہ میں روک لینے یا بیمار ہو جانے کی وجہ سے معتکف تک پہنچنے میں کچھ دیر ہو جانے سے۔

۱۳۔ کسی شرعی یا طبعی عذر سے معتکف سے نکلنے کی صورت میں ضرورت سے زیادہ دیر تک باہر ٹھہرے رہنے سے۔

۱۴۔ جماع اور دواعی و مقدماتِ جماع جیسے مباشرت فاحشہ، بُوسہ لینا، معانقہ کرنا، مساس کرنا وغیرہ۔ اعتکاف کی حالت میں حرام اور ناجائز ہیں۔ جماع سے تو ہر حال میں اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔ خواہ قصداً ہو یا بھُولے سے، دن میں ہو یا رات میں، انزال ہو یا نہ ہو (بدائع) اور دواعی جماع سے صرف اس صورت میں کہ انزال ہو جائے۔ اگر محض تخیّل و تصوّر سے کوئی (شہوت انگیز) صُورت دیکھ کر انزال ہو جائے تو اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔ احتلام کا یہی حکم ہے۔

تنبیہ نمبر۱: اگر شرعی یا طبعی ضرورت کیلئے نکلے اور اس درمیان میں خواہ ضرورت پوری ہونے سے پہلے یا اس کے بعد کسی مریض کی عیادت کرے یا نماز جنازہ میں شریک ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

تنبیہ نمبر۲: جہاد کیلئے نکلنے کی صورت میں اعتکاف تو ٹوٹ جائے گا لیکن اس پر کوئی ملامت نہ ہوگی۔ اگر جہاد کیلئے عام منادی نہ ہو تو اس وقت نکلنے سے اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا اور اس پر ملامت بھی ہوگی۔

تنبیہ نمبر۳۔ نمبر۸ تا ۱۰ کی صورت میں مُعتکف سے نکلنا گناہ تو نہیں بلکہ جان بچانے کیلئے ضروری ہے مگر اعتکاف قائم نہ رہے گا۔

تنبیہ نمبر۴: اگر مسجد گرنے لگے یا کوئی جبراً مسجد سے نکال دے اور معتکف یہاں سے نکل کر فوراً دوسری مسجد میں چلا جائے تو اعتکاف سُنّت فاسد نہ ہوگا۔ بشرطیکہ مسجد سے نکلتے وقت یہی نیّت ہو کہ دُوسری مسجد میں چلا جاؤں گا اور راستہ میں کسی کام میں مشغول بھی نہ ہو۔ ابنِ ہمام نے اس صورت میں بہر کیف فساد کا قول کیا ہے۔

☆ واجب اعتکاف کم از کم ایک دن کا ہو سکتا ہے۔ زیادہ جس قدر نیت کرے۔ واجب اعتکاف کیلئے چونکہ روزہ شرط ہے اس لئے اس کا وقت کم از کم ایک دن ہے۔ اس لئے ایک دن سے کم مثلاً دو چار گھنٹے یا رات کے اعتکاف کی منّت ماننا صحیح نہیں۔ سُنّتِ اعتکاف رمضان کے آخری عشرے میں ہوتا ہے اور نفل اعتکاف کیلئے نہ کوئی وقت مقرّر ہے نہ ایّام کی تعداد۔

☆ واجب فاسد ہو جائے تو اُس کی قضا واجب ہے اگر نذر کے ایّام متعیّن نہ ہوں تو کُل ایّام کی ورنہ صرف ان دنوں کی جن میں اعتکاف فاسد ہو۔ سُنّت اعتکاف کی قضا بعض کے نزدیک واجب نہیں اور بعض نے واجب کہا ہے' اس میں احتیاط ہے۔ صرف ان دنوں کی قضا کرے جن میں اعتکاف فاسد ہوا' نفل اعتکاف کی قضا واجب نہیں۔

☆ واجب اعتکاف کیلئے روزہ شرط ہے۔ اگر کوئی یہ نیّت بھی کرے کہ میں روزہ نہ رکھوں گا تب بھی اس کیلئے روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اسی وجہ سے اگر کوئی صرف رات کے اعتکاف کی نیّت کرے تو وہ لغو سمجھی جائے گی کیونکہ رات روزے کا محل نہیں' ہاں اگر رات دن دونوں کی نیت کرے یا صرف کئی دن کی تو پھر تبعاً اور ضمناً داخل ہو جائے گی۔ (صرف دن ہی کا اعتکاف واجب ہوگا یعنی صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک) سُنّت اعتکاف میں چونکہ روزہ ہوتا ہے اس لئے اس کے واسطے شرط کرنے کی ضرورت نہیں۔

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ظاہر الروایہ یہ ہے کہ نفل اعتکاف میں روزہ شرط نہیں ہے۔ صاحبین کا قول بھی یہی ہے' احتیاط یہ ہے کہ نفل اور مستحب اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے۔ اور صحیح اور معتمد یہ ہے کہ شرط نہیں۔ مستحب اعتکاف میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی مقدار کم از کم ایک دن ہے اور یہ احتیاط اس کے مطابق ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کیلئے کوئی مقدار مقرّر نہیں۔

☆ روزے کا خاص اعتکاف کیلئے رکھنا ضروری نہیں، خواہ کسی غرض سے روزہ رکھا جائے اعتکاف کیلئے کافی ہے مثلاً کوئی شخص رمضان میں اعتکاف کی نذر کرے تو رمضان کا روزہ اس اعتکاف کیلئے بھی کافی ہے۔

☆ جس ضرورت کیلئے معتکف سے باہر جائے اس سے فارغ ہو جانے کے بعد قیام نہ کرے فوراً واپس آجائے۔

جہاں تک ممکن ہو اسی جگہ اپنی ضرورت رفع کرے جو اس کے معتکف سے زیادہ قریب ہو مثلاً اگر پاخانہ کیلئے جائے اور اس کا گھر دور ہو اور اس کے کسی دوست وغیرہ کا گھر مسجد کے قریب ہو تو وہیں جائے' ہاں اگر اس کی طبیعت اپنے گھر سے مانوس ہو اور دوسری جگہ جانے سے اس کی ضرورت رفع نہ ہو تو پھر اپنے گھر جانا جائز ہے۔ مثلاً معتکف کے دو مکان ہوں۔ ایک تو اعتکاف کی جگہ سے قریب ہو اور دوسرا دور تو قریب والے مکان میں حاجت رفع کرنا ضروری ہو۔ سراج الوہاج میں ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک دور والے مکان میں رفع حاجت کیلئے جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

☆ عورت کو بھی اعتکاف کی جگہ سے فقط پیشاب پاخانہ یا کھانے پینے کی مجبوری سے اگر کوئی کھانا دینے والا نہ ہو' اٹھنا جائز ہے۔ اگر کوئی کھانا پانی دینے والا ہے تو اس کیلئے بھی نہ اٹھے' ہر وقت اسی جگہ رہے اور وہیں سوئے۔ بہتر یہ ہے کہ بیکار نہ رہے۔ قرآن پاک کی تلاوت] نفل نمازوں' تسبیحوں وغیرہ میں مشغول رہے۔

☆ نفلی اعتکاف میں عذر یا بلا عذر نکال لیں کچھ حرج نہیں۔

☆ حالتِ اعتکاف میں بے ضرورت کسی دنیاوی کام میں مشغول ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ مثلاً بے ضرورت خرید و فروخت یا تجارت کا کوئی کام کرنا۔ ہاں اگر کوئی کام نہایت ضروری ہو جیسے گھر میں کھانے کو نہ ہو اور اس کے سوا کوئی دوسرا قابلِ اطمینان شخص

شخص خریدنے والا نہ ہو تو ایسی صورت میں مسجد میں رہتے ہوئے خرید وفروخت کرنا جائز ہے۔ رہا مبیع (بکری کی چیز) کا مسجد میں لانا تو یہ صرف بعض کے یہاں اس شرط سے درست اور جائز ہے کہ مسجد کے خراب ہونے اور جگہ کے رُک جانے کا اندیشہ نہ ہو' تجارت کیلئے خرید وفروخت جائز نہیں۔

جس مسجد میں اعتکاف کیا ہے اگر وہاں جُمعہ کی نماز نہیں ہوتی تو مُعتکف نماز جمعہ کیلئے اندازہ کرکے ایسے وقت جائے کہ وہاں پہنچ کر تحیۃ المسجد کی دو رکعت اور جمعہ کی چار سُنتیں پڑھنے کے بعد خُطبہ سُن سکے۔ اس مقدار وقت کا اندازہ اس شخص کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اگر اندازہ غلط ہو جائے یعنی کچھ پہلے سے وہاں پہنچ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ جماعت کے بعد جامع مسجد میں اتنی دیر ٹھہرنا تو بلا کراہت درست ہے جس میں سُنتیں اور نفل پڑھ لے اور اس سے زیادہ ٹھہرنا حتیٰ کہ اعتکاف کا اسی مسجد میں پورا کرلینا بکراہت تنزیہی جائز ہے۔

☆ جب معتکف کسی ضرورت سے باہر نکلے تو آہستہ آہستہ چلنا جائز ہے۔

☆ جس منارے پر اذان دی جاتی ہے اس پر اذان کیلئے چڑھنے سے بالاتفاق اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ اگرچہ منارے کا دروازہ مسجد سے باہر ہو۔

☆ عورت کا شوہر کی اجازت سے اور غلام کا مالک کی اجازت سے اعتکاف کرنا صحیح ہے۔ عورت کو اجازتِ اعتکاف دینے کے بعد پھر شوہر کو روکنے کا اختیار نہیں۔ مالک اگر غلام کو اعتکاف کی اجازت دے دے اور پھر اعتکاف کرنے سے روک دے تو اب غلام اعتکاف نہ کرے اگرچہ مالک اس ممانعت سے گناہ کا مرتکب ہوگا۔ مکاتب کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مالک کی اجازت کے بغیر اعتکاف کرے' مالک اسے منع نہیں کرسکتا۔

مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں کہ جس کا آقا یہ کہہ دے کہ اتنی رقم ادا کرنے پر تو

آزاد ہو جائے گا۔

تنبیہ: تنخواہ دار ملازم کو مالک سے اجازت لینی ہو گی جبکہ یومیہ مزدوری پر کام کرنے والے کو ضرورت نہیں۔

☆ اگر عورت اعتکاف کی نذر کرے تو شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کو روک دے۔ ایسے غلام اور باندی اعتکاف کی نذر کریں تو مالک کو منع کرنے کا حق ہے۔

ہاں جب عورت مرد کے نکاح سے نکل جائے (شوہر مر جائے یا طلاق دے دے) اور غلام آزاد ہو جائے تب وہ اس نذر اعتکاف کی قضا کریں۔

☆ اگر عورت کا مہینہ بھر مسلسل اعتکاف کرنے کا ارادہ ہو اور شوہر نے اس کی اجازت دے دی تو مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کو تھوڑا تھوڑا اعتکاف کرنے کیلئے کہے۔ لیکن اگر اس نے ایک مقررہ ماہ کی اجازت دے دی اور بیوی نے مسلسل ایک ماہ کے اعتکاف کی نیّت کر لی وہ منع نہیں کر سکتا۔

☆ اگر عورت کو اعتکاف کی حالت میں حیض یا نفاس آ جائے تو اعتکاف چھوڑ دے کیونکہ اس حالت میں اعتکاف درست نہیں لیکن پاک ہو جانے کے بعد واجب غیر معیّن (جس میں نذر کے ایام متعیّن نہ ہوں) میں کُل ایام کی قضا واجب ہو گی اور واجب مستحن اور مسنون اعتکاف میں صرف باقی ایّام کی قضا واجب ہے۔

☆ نذر زبان سے کرے تو اعتکاف واجب ہو گا۔ صرف دل کی نیّت سے نذر لازم نہیں ہوتی۔

نذر میں اگر کسی خاص زمان یا مکاں وغیرہ کی تعیّن کی تو اس کی پابندی ضروری نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص رمضان کے اعتکاف کی نذر کرے تو کسی اور مہینے میں ادا کر لے اس کی نذر پوری ہو جائے گی۔ مگر علی الاتصل (لگاتار) روزے رکھنا اور اس میں

اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔

☆ اگر کسی خاص رمضان میں اعتکاف کرنے کی منّت مانی ہوتو اُسے جب چاہیے ادا کرے مگر آئندہ کسی رمضان میں ادا کرنا صحیح نہیں۔

☆ کسی شخص نے کسی مخصوص مہینے کی یا غیر مخصوص مہینے کی یا تین دن کے اعتکاف کی نذر کی تو اس پر مسلسل اعتکاف واجب ہوگا۔

☆ اعتکاف کے اندر جب رات دن دونوں شامل ہوں تو اس وقت اعتکاف رات سے شروع کیا جائے گا کیونکہ اصولاً ہر رات آنے والے دن کے ماتحت ہوتی ہے

☆ کسی شخص نے یہ کہا کہ اللہ کے واسطے دو روز کا اعتکاف میرے ذمّے واجب ہے تو اس کو غروبِ آفتاب سے قبل مسجد میں داخل ہونا چاہیے۔ اس رات کو' اگلے دن' اگلی رات اور دوسرے دن مغرب کے وقت تک وہیں ٹھہرا رہے اور غروبِ آفتاب کے بعد مغرب کے باہر آئے' ایسے ہی بہت دنوں کے اعتکاف کی نذر کی تب بھی غروبِ آفتاب سے پہلے مسجد میں چلا جائے۔

☆ کسی مخصوص مہینے یا معیّن دن کے اعتکاف کی نذر کی اور اس وقت سے پہلے اعتکاف کرلیا یا مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر کی اور کسی اور مسجد میں کرلیا تو جائز ہے۔

☆ عید کے روز کے اعتکاف کی نذر کی تو وہ دوسرے وقت میں اس اعتکاف کی قضا کرے کیونکہ نذر کے اعتکاف کے ساتھ روزہ بھی واجب ہے اور عید کے روز روزہ رکھنا صحیح نہیں۔ اگر قسم کھا کر عید کے دن اعتکاف کی نذر کی تھی تو قسم کا کفارہ واجب ہوگا۔ اگر اسی روز اعتکاف کیا تو اعتکاف واجب ادا ہو جائے گا اگرچہ اس کو اس کا گناہ ہوگا۔

☆ رات کے وقت معتکف نشہ آور چیز کھالے تو گنہگار تو ہوگا مگر اعتکاف نہیں ٹوٹے گا کیونکہ شریعت میں حرام تو ہے مگر اعتکاف کے ممنوعات میں سے نہیں۔

☆ وضو اور فرض غسل کیلئے مسجد سے نکلنا جائز ہے بشرطیکہ مسجد میں نہ ہو سکیں۔ یعنی کوئی ایسی چیز نہ ہو جس میں وضو و غسل کا پانی لے سکے اس طرح کہ مسجد میں پانی کی کوئی بُوند نہ گرے کہ وضو و غسل کا پانی مسجد میں گرانا ناجائز ہے۔ اور لگن وغیرہ موجود ہو کہ اس میں وضو اس طرح کر سکتا ہے کہ کوئی چھینٹ مسجد میں نہ گرے تو وضو کیلئے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، نکلے گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔

یُونہی اگر مسجد میں وضو و غسل کیلئے جگہ بنی ہو یا حوض ہو تو باہر جانے کی اجازت نہیں۔

تنبیہ: اگر جمعہ کیلئے اور محض جسم ٹھنڈا کرنے کیلئے مسجد سے باہر نکلے گا یا غسل کیلئے مسجد کے غسل خانوں میں جائے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ یونہی اگر ٹوٹیوں پر کپڑے دھوئے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

☆ اگر گرمیوں میں پسینہ وغیرہ کی وجہ سے طبیعت میں پریشانی آئی تو کپڑا گیلا کر کے جسم پر پھیرنے سے کوئی حرج نہیں، جبکہ مسجد سے باہر نہ نکلے اور کپڑا پانی میں اس طرح تر نہ کیا ہو کہ قطرے مسجد میں کریں۔

تنبیہ: بعض علماء کو اس سے مغالطہ ہوا کہ اعتکاف سُنّت میں استثناء جائز ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ آخری عشرہ میں اگر استثناء کر لیا تو بھی مسجد سے نہیں نکل سکتا، نکلے گا تو اعتکافِ سُنّت ادا نہ ہوگا۔

☆ پاخانہ پیشاب کیلئے گیا تھا، قرض خواہ نے روک لیا، اعتکاف فاسد ہو گیا۔

☆ معتکف مسجد میں ہی کھائے پیے سوئے ان امور کیلئے مسجد سے باہر ہوگا تو اعتکاف جاتا رہے گا مگر کھانے پینے میں یہ احتیاط لازم ہے کہ مسجد آلودہ نہ ہو۔

☆ غیر معتکف کو مسجد میں کھانے پینے کی اجازت نہیں، اگر یہ کام کرنا چاہیئے تو

اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں جائے اور نماز پڑھے یا ذکر الٰہی کرے پھر یہ کام کر سکتا ہے۔

وضو کرنے کا مسنون طریقہ

پہلے نیت کر کے وضو کریں' قبلہ رو اونچی جگہ بیٹھیں' وضو کا پانی پاک جگہ گرائیں' اور وضو کرنے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَام' پڑھ لیں' پھر دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین بار دھوئیں اور اِس کا خیال رکھیں کہ انگلیوں کی گھائیاں اور کروٹیں پانی بہنے سے نہ رہ جائیں ورنہ وضو نہ ہوگا پھر تین مرتبہ مسواک کریں پھر تین بار اس طرح کُلّی کریں کہ مُنہ کی تمام جڑوں اور دانتوں کی سب کھڑکیوں میں غرض ہر بار مُنہ کے اندر اور ہر پرزہ پر پانی بہہ جائے اور روزہ نہ ہو تو غرغرہ کریں۔ اور کُلّی یا غرغرہ داہنے ہاتھ سے پانی لے کر کریں پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی ناک میں ڈال کر ناک صاف کریں۔ اور تین چُلّو سے تین بار ناک میں پانی چڑھائیں کہ جہاں تک نرم گوشت ہوتا ہے۔ ہر بار اس پر پانی بہہ جائے اور روزہ نہ ہو تو ناک کی جڑ تک پانی پہنچائیں۔ یہ کام داہنے ہاتھ سے کریں پھر مُنہ دھونے کیلئے دونوں ہاتھوں سے ماتھے کے سرے پر ایسا پھیلا کر پانی ڈالیں کہ اُوپر کا بھی کچھ حصّہ دُھل جائے اور دونوں رُخسار ساتھ ہی ساتھ دھوئیں اور مُنہ پر پانی لمبائی میں پیشانی کے بالوں کی جڑوں سے تھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی میں ایک کان سے دوسرے کان تک بہائیں۔

پھر پہلے داہنا پھر بایاں دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک اِس طرح دھوئیں کہ پانی کی دھار ناخنوں۔ سے کہنیوں تک برابر پڑتی چلی جائے اور اس کا خیال رکھیں کہ ایک دو رونگٹا و بال بھی خشک نہ رہے۔ اگر پانی کسی بال کی جڑ کو تر کرتا ہوا بہہ گیا اور اُوپر کا حصّہ خشک رہ گیا تو وضو نہ ہوگا پھر پورے سر کا مسح کریں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں

ہاتھوں کا انگوٹھا اور کلمہ کی اُنگلی چھوڑ کر ایک ہاتھ کی باقی انگلیوں کا سرا دُوسرے ہاتھ کی تینوں انگلیوں کے سرے سے ملائیں اور پیشانی کے بال پر رکھ کر گُدّی تک اِسی طرح کھینچتے ہوئے لے جائیں کہ ہتھیلیاں سر سے جُدا رہیں۔ وہاں سے مسح کرتے ہوئے پیشانی تک واپس لائیں اور کلمہ کی انگلی کے پیٹ سے کانوں کے پیٹ کا اور انگوٹھوں کے پیٹ سے کانوں کی پُشت کا اور اُنگلیوں کی پُشت سے گردن کا مسح کریں، گلے پر ہاتھ نہ لگائیں کہ بدعت ہے۔

پھر تین تین بار پہلے دایاں پھر بایاں دونوں پاؤں ٹخنے کے اوپر نصف پنڈلی تک دُھوئیں اور دُھونے میں ہر بار پانی پاؤں کے ناخنوں کی طرف سے گٹّوں کے اُوپر تک لائیں کہ سُنت یہی ہے اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے کریں۔ وضو کے بعد بچا ہُوا پانی تھوڑا سا پی لیں کہ شفا بخشتا ہے اور آسمان کی طرف مُنہ کر کے کلمہ شہادت اور اِنَّآ اَنْزَلْنَا پڑھ لیں۔

==============

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیاد گار

اعلیٰ حضرت امیرِ ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

زینت الاولیاء آفتابِ ولائت الحاج الحافظ پیر

سید افضل حسین شاہ صاحب

سجادہ نشین دربار عالیہ علی پور شریف

نمازِ تراویح کے ضروری مسائل

اور

تراویح و تہجد میں فرق

مرتب:

علی احمد سندیلوی

جامعہ جماعتیہ حیات القرآن شاہ عالمی گیٹ لاہور

تراویح

تراویح کا معنیٰ:

تراویح' ترویحہ کی جمع ہے ترویحہ' دو نشست جس میں کچھ راحت لی جائے' چونکہ تراویح کی چار رکعتوں پر سلام پھیرنے کے بعد بیٹھے بیٹھے دُعا پڑھی جاتی ہے اور اس طرح کچھ آرام مل جاتا ہے' اس لئے تراویح کی چار رکعت کو ایک ترویحہ کہا جانے لگا اور چونکہ پُوری تراویح میں پانچ ترویحہ میں' اس لئے پانچوں کا مجموعہ تراویح کہلاتا ہے۔

تراویح وہ نماز ہے جو رمضان المبارک میں عشاء کے بعد باجماعت پڑھی جائے۔ شارح بخاری علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سُمِّيَتِ الصَّلٰوةُ بِالْجَمَاعَةِ فِيْ لَيَالِيْ رَمَضَانَ التَّرَاوِيْحَ — رمضان کی راتوں میں نماز جماعت کا نام تراویح ہے

(التراویح فتح الباری جلد ۴، ص ۲۵۰)

اہلحدیث عالم حافظ عبداللہ صاحب لکھتے ہیں:

"نماز تراویح وہ نماز ہے جو ماہ رمضان المبارک کی راتوں میں عشاء کے بعد باجماعت پڑھی جائے"۔ (ضمیمہ رکعات التراویح)

نیز دیکھئے قسطلانی جلد ۳، ص ۲۸۳۔ یہی وجہ ہے کہ تراویح کو "قیامِ رمضان" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور تہجد کو "قیام اللیل" سے جیسا کہ کتُب حدیث سے ظاہر ہے۔

تراویح کا اجر و ثواب:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "قیامِ رمضان"

وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ فَيَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذَالِكَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰى ذَالِكَ فِيْ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ صَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ عَلٰى ذَالِكَ. (مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب قیام شہر رمضان پہلی فصل، بخاری کتاب الصیام باب فضل من قام رمضان جلد۱، ص۲۶۱، مسلم جلد۱، ص ۲۵۹، ابوداؤد جلد۱، ص ۲۰۵، باب فی قیام شہر رمضان)

پر اُبھارتے تھے بغیر اس کے کہ کسی تحدید و تاکید کا حکم دیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جس نے رمضان المبارک کی راتوں میں ایمان و احتساب کے ساتھ نماز پڑھی اس کے اگلے گناہ (صغیرہ) معاف کر دیئے جائیں گے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور معاملہ اسی طرح رہا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی ایّامِ خلافت میں بھی اسی طرح رہا

اس حدیث سے تراویح کے اجر و ثواب کے ساتھ ساتھ درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامِ رمضان (تراویح) کا شوق دلاتے تھے مگر اُس کی نہ کوئی تعداد متعیّن کی تھی، نہ کوئی تاکید، بلکہ ہر شخص کی صواب دید پر تھا جتنا ہو سکے پڑھے، کم یا زیادہ، اور پڑھے یا نہ پڑھے۔

۲۔ یہی صورت حال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پوری مُدّتِ خلافت تک رہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانۂ خلافت میں بھی۔ آیئے اِن دونوں باتوں کو مزید تفصیل سے دیکھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح:

حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَیْلَۃً مِّنْ جَوْفِ اللَّیْلِ فَصَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ وَصَلّٰی رِجَالٌ بِصَلٰوتِہٖ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَاجْتَمَعَ اَکْثَرُ مِنْھُمْ فَصَلّٰی فَصَلُّوْا مَعَہٗ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَکَثُرَ اَھْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّیْلَۃِ الثَّالِثَۃِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی فَصَلُّوْا بِصَلَاتِہٖ فَلَمَّا کَانَتِ اللَّیْلَۃُ الرَّابِعَۃُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ اَھْلِہٖ حَتّٰی خَرَجَ لِصَلٰوۃِ الصُّبْحِ فَلَمَّا قَضَی الْفَجْرَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَتَشَھَّدَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّہٗ لَمْ یَخْفَ عَلَیَّ مَکَانُکُمْ وَلٰکِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفْتَرَضَ عَلَیْکُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْھَا فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن رات میں نکلے، پس آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے بھی وہی نماز پڑھی، جب صبح ہوئی تو لوگوں نے پچھلی رات کی نماز کا آپس میں تذکرہ شروع کیا، چنانچہ دوسری رات پہلے سے زیادہ تعداد ہو گئی پس آپ نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ وہی نماز دوسرے لوگوں نے بھی پڑھی، صبح ہوئی تو پھر چرچا ہوا اور تیسری رات لوگوں کی تعداد اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے وہی نماز پڑھی، جب چوتھی رات آئی تو مسجد نمازیوں سے تنگ ہو گئی۔ اُس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح کیلئے ہی نکلے۔ جب نمازِ فجر ادا کر لی تو لوگوں کی طرف متوجّہ ہوئے اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا مجھے تمہاری

وَالْاَمْرُ عَلٰی ذَالِکَ.

(بخاری جلد ۱، کتاب الصیام باب فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ' ص ۲۶۹ ،مسلم جلد ۱، ص ۲۵۹' ابوداؤد باب فی قیام شھر رمضان)

آمد کا علم تھا لیکن میں ڈرا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے' پس تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے تشریف لے گئے اور معاملہ اسی طرح رہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ تین رات پیش آیا مگر یہ نہیں پتہ چلتا کہ رمضان کی کن تاریخوں کا واقعہ ہے اور لگاتار پیش آیا یا ناغہ کر کے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ ساری باتیں واضح ہو جاتی ہیں:

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ نُفَیْرٍ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَمَضَانَ فَلَمْ یَقُمْ بِنَا شَیْئًا مِّنَ الشَّھْرِ حَتّٰی بَقِیَ سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتّٰی ذَھَبَ ثُلُثُ اللَّیْلِ فَلَمَّا کَانَتِ السَّادِسَۃُ لَمْ یَقُمْ بِنَا فَلَمَّا کَانَتِ الْخَامِسَۃُ قَامَ بِنَا حَتّٰی ذَھَبَ شَطْرُ اللَّیْلِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ نَفَّلْتَنَا قِیَامَ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ قَالَ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا صَلّٰی مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ

حضرت جبیر بن نفیر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ علیہ سے راویت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے رمضان المبارک کا روزہ رکھا' پورے مہینہ آپ نے ہمیں رات میں نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ سات دن باقی رہ گئے تو (تیسوئیں رات میں) آپ نے نماز پڑھائی یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی' جب چھ دن رہ گئے تو نماز نہیں پڑھائی (یعنی چوبیسویں رات میں) پھر جب پانچ دن رہ گئے تو نماز پڑھائی (یعنی پچیسویں رات

حُسِبَ لَہٗ قِیَامُ لَیْلَۃٍ قَالَ فَلَمَّا کَانَتِ الرَّابِعَۃُ لَمْ یَقُمْ فَلَمَّا کَانَتِ الثَّالِثَۃُ جَمَعَ اَھْلَہٗ وَ نِسَاءَہٗ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتّٰی خَشِیْنَا اَنْ یَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ قَالَ قُلْتُ مَا الْفَلَاحُ قَالَ السَّحُوْرُ ثُمَّ لَمْ یَقُمْ بِنَا بَقِیَّۃَ الشَّھْرِ.

(ابوداؤد جلد ۱، ص ۲۱۱، باب فِی قِیَامِ شَھْرِ رَمَضَانَ، ترمذی، ابواب الصوم باب ما جاء فی قیام شھر رمضان جلد ۱، ص ۱۹۹ ابن ماجہ ص ۹۵، نسائی جلد ۱ ص ۲۳۸، مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ بابُ قِیَامِ شَھْرِ رَمَضَانَ دوسری فصل)

میں) یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کاش ان راتوں کا قیام آپ ہمارے لئے (فرائض وواجبات کے علاوہ) مزید متعین فرمادیتے۔ آپ نے فرمایا جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز عشاء پڑھے پھر اپنے گھر واپس جائے تو پوری رات نماز پڑھنے والا شمار کیا جائے گا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب چار دن رہ گئے تو آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی (یعنی چھبیسویں رات میں) جب تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے اپنے گھر والوں، عورتوں اور لوگوں کو جمع کیا اور نماز پڑھائی (یعنی ستائیسویں رات میں) اور ایسی طویل نماز تھی کہ ہمیں خوف ہوا کہ ہم سے فلاح فوت ہو جائیں گی۔ جبیر بن نفیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا فلاں فوت ہونے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا سحری۔ پھر بقیہ ایام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز نہیں پڑھائی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں چوتھی رات کے متعلق مزید تفصیل یہ بھی ہے۔

ثُمَّ فَقَدُوْا صَوْتَهُ لَيْلَةً وَّ ظَنُّوْا اَنَّهُ قَدْ نَامَ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَتَنَحْنَحُ لِيَخْرُجَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا زَالَ بِكُمُ الَّذِيْ رَاَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهٖ.

(متفق علیہ' نسائی جلد ا، ص ۲۳۷' مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب قِیَامِ شَھْرِ رَمَضَانَ پہلی فصل)

پھر ایک رات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز محسوس نہ کی تو سمجھے کہ آپ سو گئے ہیں' کچھ نے کنکھارنا شروع کیا تا کہ آپ باہر تشریف لائیں۔ چنانچہ جب (فجر کے وقت) حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا مجھے تمہارے آنے کا حال معلوم تھا لیکن مجھے خوف ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے' اگر فرض ہو جائے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اسے ادا نہ کر سکو۔

ان روایات میں تین رات تراویح باجماعت پڑھانے کا ذکر ہے مگر یہ نہیں پتہ چلتا کہ کتنی رکعتیں پڑھائیں۔ آٹھ یا بیس۔

اسی لئے محدثین اور علمائے محققین کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے سند صحیح کے ساتھ تراویح کا کوئی مخصوص عدد متعینہ طور پر ثابت نہیں۔

(بذل جلد ۲، ص ۳۰۴)

تہجّد اور تراویح میں فرق

۱۔ تہجّد کی مشروعیت قرآن سے ہے۔

فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ. رات کے کچھ حصّے میں تہجّد ادا کیجئے یہ

(پارہ ۱۵، بنی اسرائیل آیت ۷۹) خاص آپ کے لئے زیادہ ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا اَوْ زِدْ عَلَیْهِ. (پ ۲۹، سورہ مزمل آیت ۱ تا ۴)

اے چادر میں لپٹنے والے! رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی رات قیام آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم یا کچھ زیادہ۔

اور تراویح کی مشروعیت حدیث میں ہے۔

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَکَرَ شَهْرَ رَمَضَانَ فَقَالَ شَهْرٌ کَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ صِیَامَهٗ وَ سَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَهٗ.

(ابن ماجہ ص ۹۵، نسائی جلد ۱، ص ۲۵۸، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۳۹۵)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کا ذکر کیا پس فرمایا یہ ایسا مہینہ ہے کہ جس کے روزے کو اللہ نے تم پر فرض کیا اور اس کی راتوں میں نماز پڑھنے کو میں نے تمہارے لئے مسنون کیا۔

۲۔ جمہور اُمت کا اِس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح زندگی میں صرف تین دن پڑھی ہے' اب اگر تراویح اور تہجد ایک ہے تو جس رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن پڑھی تھی، اس کے بقیہ دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تہجد ادا کی اُسے تراویح بھی کہنا چاہیئے مگر آٹھ کے قائلین سے بھی پوچھا جائے تو بقیہ دنوں کی نماز کو تہجد ہی کہیں گے نہ کہ تراویح' حالانکہ وہ بھی رمضان میں ہی ادا ہوئی۔ دوسری طرف رمضان میں تراویح و تہجد کے ایک ہونے کا بھی دعویٰ ہے۔

۳۔ تہجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اور تراویح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین دن پڑھی ہے۔ یہ کسی حدیث صحیح یا ضعیف میں منقول نہیں کہ گیارہ ماہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد فرض ہوئی تھی اور رمضان میں تراویح' یا یہی نماز رمضان میں

تراویح کے شمار میں ہوتی تھی۔

۴۔ تہجد اور تراویح میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ تہجد کی رکعتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحۃً منقول ومروی ہیں یعنی کم از کم چار (وتر کے ساتھ سات) زیادہ سے زیادہ دس (وتر کے ساتھ تیرہ) مگر تراویح کی رکعتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحۃً منقول نہیں۔ تفصیل گزر چکی ہے۔

۵۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے عمل سے بھی دونوں کا الگ الگ ہونا ثابت ہوتا ہے' چنانچہ ان کا معمول تھا کہ رمضان المبارک میں رات کے ابتدائی حصہ میں اپنے شاگردوں کے ساتھ باجماعت نماز پڑھتے اور ایک ختم کرتے تھے اور سحر کے وقت اکیلے پڑھتے تھے اور ہر تیسرے دن ایک ختم کرتے تھے اور تراویح کی ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھنے کا التزام کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيُّ اِذَا كَانَ اَوَّلَ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ يَجْتَمِعُ اِلَيْهِ اَصْحَابُهُ فَيُصَلِّيْ بِهِمْ وَيَقْرَأُ فِيْ رَكْعَةٍ عِشْرِيْنَ اٰيَةً وَكَذَالِكَ اِلٰى اَنْ يَّخْتِمَ الْقُرْآنَ وَكَانَ يَقْرَءُ فِي السَّحْرِ مَا بَيْنَ النِّصْفِ اِلَى الثُّلُثِ مِنَ الْقُرْآنِ فَيَخْتِمُ عِنْدَ السَّحْرِ فِيْ كُلِّ ثَلَاثِ لَيَالٍ۔	رمضان المبارک کی پہلی رات میں امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ان کے شاگرد واصحاب جمع ہوتے پس وہ انہیں نماز پڑھاتے اور ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے' ایسے ہی ختم قرآن تک سلسلہ چلتا رہتا اور سحر کے وقت (تہجد میں) نصف سے تہائی قرآن تک پڑھتے اور سحر کے وقت ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے

(ہدی الساری' مقدمہ فتح الباری جلد ۲، ص ۲۵۳)

۶۔ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے بھی دونوں کا دو ہونا ثابت ہوتا ہے۔
چنانچہ ان کے صاحبزادے قیس بن طلق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ:

زَارَنَا طَلْقُ بْنُ عَلِیٍّ فِیْ یَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ وَ اَمْسٰی عِنْدَنَا وَاَفْطَرَ ثُمَّ قَامَ بِنَا تِلْکَ اللَّیْلَۃَ وَاَوْتَرَبِنَا ثُمَّ انْحَدَرَ اِلٰی مَسْجِدِہٖ فَصَلّٰی بِاَصْحَابِہٖ حَتّٰی اِذَا بَقِیَ الْوِتْرُ قَدَّمَ رَجُلًا فَقَالَ اَوْتِرْ بِاَصْحَابِکَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا وِتْرَانِ فِیْ لَیْلَۃٍ
(ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۱۹ پارہ ۹ باب فی نقض الوتر)

طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے ہماری زیارت کی۔ رمضان کے ایک دن اور شام کو ہمارے پاس افطار کیا' پھر اُس رات میں ہمیں نماز پڑھائی اور وتر بھی پڑھی' پھر اپنی مسجد میں گئے' پس اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی، یہاں تک کہ جب وتر باقی رہ گئے تو مقتدیوں میں سے ایک شخص کو آگے بڑھایا اور کہا کہ وتر پڑھاؤ۔ اس لئے کہ میں نے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے پہلی دفعہ مع وتر جو نماز پڑھی وہ تراویح تھی اور دوسری دفعہ اپنی مسجد میں جا کر جو ادا کی وہ تہجد تھی۔

۷۔ فقہ حنبلی کی کتاب مقنع میں ہے:

ثُمَّ التَّرَاوِیْحُ وَھِیَ عِشْرُوْنَ رَکْعَۃً یَقُوْمُ بِھَا فِیْ رَمَضَانَ فِیْ جَمَاعَۃٍ وَیُوْتِرُ بَعْدَھَا فِی الْجَمَاعَۃِ فَاِنْ کَانَ لَہٗ تَھَجُّدٌ جَعَلَ الْوِتْرَ بَعْدَہٗ

تراویح بیس رکعت ہے' رمضان المبارک میں جماعت کے ساتھ پڑھے اور اس کے بعد وتر بھی جماعت کے ساتھ پڑھے اور اگر تہجد بھی پڑھنا ہو تو وتر تہجد کے بعد پڑھے

اس سے بھی تراویح اور تہجد دونوں کا الگ الگ ہونا ثابت ہوا۔ اس کے علاوہ اسی کتاب کے حاشیہ پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ایک مسئلہ بھی موجود ہے' جسے شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے نے نقل کیا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص تراویح اور تہجد دونوں پڑھتا ہے' اگر تراویح کے بعد وتر میں امام کے ساتھ شامل ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ تیسری رکعت پر جب امام سلام پھیرے تو یہ سلام نہ پھیرے بلکہ کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھ لے تا کہ چار رکعت ہو جائے۔ اس کے بعد جب تہجد پڑھے تو وتر اسی کے ساتھ پڑھے تا کہ ایک رات میں دوبارہ وتر پڑھنا لازم نہ آئے' جس کی حدیث میں ممانعت ہے۔ (ترمذی جلد ۱ ص ۶۲' رکعات تراویح مذیل ص ۱۱۹)

۸۔ ابتدائے اسلام میں نماز تہجد' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تمام اُمت پر فرض تھی۔ ایک سال کے بعد فرضیت منسوخ ہو گئی اور یہ نماز اُمت کے حق میں نفل بن گئی

عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ قُلْتُ حَدِّثِيْنِي عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ قَالَتْ اَلَسْتَ تَقْرَأُ يَاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَتْ فَاِنَّ اَوَّلَ هٰذِهِ السُّوْرَةِ نَزَلَتْ فَقَامَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى انْتَفَخَتْ اَقْدَامُهُمْ وَحُبِسَ خَاتِمَتُهَا فِى السَّمَآءِ اِثْنَى عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ نَزَلَ اٰخِرُهَا فَصَارَ قِيَامُ اللَّيْلِ تَطَوُّعًا بَعْدَ فَرِيْضَةٍ

حضرت سعد بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے عرض کیا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز (تہجد) کے بارے میں بتایئے۔ فرمایا کیا تم یاایھا المزمل نہیں پڑھتے' میں نے کہا کیوں نہیں' فرمایا اس سورہ کا ابتدائی حصہ نازل ہوا تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنی شروع کی یہاں تک کہ ان کے قدم ورم کر گئے اور اس کا آخری حصہ آسمان میں بارہ مہینہ تک رُکا رہا

(ابوداؤد شریف، ابواب قیام اللیل باب فی صلوٰۃ اللیل جلد ا، ص ۲۰۶) پھر اس کا آخری حصّہ نازل ہوا تو قیامِ لیل (تہجّد) فرضیت کے بعد نفل بن گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مفہوم کی روایت موجود ہے۔ (دیکھئے ابوداؤد جلد ا، ص ۲۰۱)

ابتدائے اسلام میں جب تہجّد تمام مُسلمانوں پر فرض تھی، اس وقت نمازِ تراویح کا وجود بھی نہ تھا، ہجرت کے بعد جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوتے تو اسی کے ساتھ رمضان المبارک میں تراویح کے زائداز فرض ہونے کو بھی بیان کیا گیا۔ چنانچہ اسی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا:

جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَہٗ فَرِیْضَۃً وَّ قِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعًا رواہ البیھقی۔ (مشکوٰۃ جلد ا، ص ۱۷۳)

اللہ نے رمضان المبارک کا روزہ فرض کیا اور اس کی رات کی نماز نفل قرار دی۔

اب اگر نمازِ تہجد ہی تراویح بنتی تو قیام لیلہ تطوعاً (اس کی رات کی نماز نفل قرار دی) کہنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ یوں کہہ دیا جاتا کہ اب تک جو نمازِ تہجد رمضان وغیر رمضان میں فرض تھی، اب وہی رمضان وغیر رمضان میں نفل بن گئی ہے۔

ابن ماجہ کی روایت میں ہے:

کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ صِیَامَہٗ وَ سَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَہٗ۔ (ص ۹۵)

اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان المبارک کا روزہ فرض فرمایا اور میں نے تمہارے لئے اس کی رات کی نماز سنت قرار دی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قیامِ رمضان (تراویح) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون فرمایا تھا اور تہجّد کا نفل ہونا اس سے قبل ہی خود بحکمِ الٰہی ہو چکا تھا۔ اس

سے ظاہر ہوا کہ تہجد اور تراویح دو نمازیں ہیں، دو وقت میں مقرر کی گئی ہیں۔ تہجد کی اصل مشروعیت قرآن سے ہے:

فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۔ (بنی اسرائیل: ۷۹) اور تراویح کی مشروعیت حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ سَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ ۔الخ

۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد آخر شب میں پڑھتے تھے۔ اس قسم کی متعدد روایات موجود ہیں، تہجد سے فارغ ہونے کے بعد وتر ادا کرتے۔ اس کے بعد دو رکعت نفل کبھی پڑھتے، کبھی نہ پڑھتے، پھر کبھی کچھ آرام کرنے کیلئے لیٹتے، کبھی نہ لیٹتے کہ فجر کی اذان ہو جاتی تھی۔ (بخاری جلد ا، ص ۱۵۲، مسلم جلد ا، ص ۲۵۳)

اب ظاہر ہے کہ تہجد اور وتر سے فراغت کے بعد فجر کی اذان ہو جانا یا اذان کا وقت قریب آ جانا تہجد کو آخر شب میں پڑھنے کی صریح دلیل ہے اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا۔

اس کے برعکس تراویح کو آپ نے اوّل شب میں پڑھا ہے۔ چنانچہ پہلے دن جب تراویح سے فراغت ہوئی تو تہائی رات گزر چکی تھی حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ ۔

(ابوداؤد جلد ا، ص ۲۱۱، ترمذی جلد ا، ص ۹۹)

دوسرے دن جب فراغت ہوئی تو آدھی رات گزر چکی تھی حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ (حوالہ مذکورہ)

تیسرے دن جب فارغ ہوئے تو سحری کا وقت آ گیا۔ یعنی اوّل شب سے آخر شب تک ادا کرتے رہے۔ حَتّٰى خَشِيْنَا اَنْ يَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ قُلْتُ وَمَا الْفَلَاحُ قَالَ السُّحُوْرُ. (حوالہ مذکورہ)

۱۰۔ تہجد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تنہا پڑھتے تھے، بلا کر کبھی دوسروں کو اپنے

ساتھ شامل نہیں کیا۔ کوئی خود سے شامل ہو گیا تو ہو گیا جیسا کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آ کر شامل ہو گئے تھے۔ (ابوداؤد، جلد ۱، ص ۲۰۸)

لیکن تراویح تینوں دن جماعت کے ساتھ ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں اور عورتوں کو بُلا بُلا کر شامل کیا تھا۔

(ترمذی جلد ۱، ص ۹۹، ابوداؤد جلد ۱، ص ۲۱۱)

۱۱۔ نمازِ تہجد کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی رات بھر نہیں جاگے بلکہ سوتے بھی تھے اور جاگ کر تہجد بھی پڑھتے تھے۔ (بخاری جلد ۱، ص ۱۵۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

وَلَا اَعْلَمُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَءَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِيْ لَيْلَةٍ وَلَا صَلّٰى لَيْلَةً اِلَى الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا غَيْرَ رَمَضَانَ.	میں نہیں جانتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوائے رمضان کے پورا قرآن ایک رات میں پڑھا ہو یا کسی رات صبح تک نماز پڑھی ہو یا پورے ماہ روزہ رکھا ہو۔

(مسلم جلد ۱، ص ۲۵۶، ابوداؤد جلد ۱، ص ۲۰۶)

اور نماز تراویح کیلئے تیسری رات پوری رات جاگنا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے۔ حَتّٰى خَشِيْنَا اَنْ يَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ

(ابوداؤد جلد ۱، ص ۲۱۱، ترمذی جلد ۱، ص ۹۹)

خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی یہ بات معلوم تھی کیونکہ تیسری رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ازواجِ مطہرات کو بھی شامل کر لیا تھا۔ (حوالہ مذکورہ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ظاہر ہے کہ بلند پایہ ازواجِ مطہرات میں سے ہیں۔ لہٰذا جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی

رات صبح تک نماز نہیں پڑھی تو اس سے مراد تہجد ہے۔ ورنہ تیسری رات کی تراویح جو صبح تک ہوئی تھی اس میں وہ خود بھی شریک تھیں۔

۱۲۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں نوافل وغیرہ کا جتنا اہتمام کرتے تھے' کسی ماہ میں اتنا اہتمام نہیں کرتے تھے' رمضان المبارک کے علاوہ کسی اور مہینے میں رات رات بھر نماز میں مشغول نہ رہتے۔ اسی طرح رمضان المبارک میں جود و سخا کا دریا بہانے اور راہِ خدا میں لٹانے کا جذبہ اور زیادہ ہو جاتا تھا۔

(بخاری جلد ۱، ص ۲۵۵)

دوسری طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں مع وتر گیارہ رکعات ہی پڑھتے تھے۔ اب اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر رمضان المبارک میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز گیارہ رکعت ہی ہوتی تھی تو شدتِ اجتہادِ عبادت جس کا حدیث میں تذکرہ ہے' کہاں ہوا۔ رمضان اور غیر رمضان' ہر ایک کی رات کی عبادت برابر ہوگئی۔ ماننا پڑے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح الگ پڑھی اور تہجد الگ' اس طرح شدّت اجتہادِ عبادت بالکل ظاہر و باہر ہے۔

اگر رمضان اور غیر رمضان کی نماز برابر ہوتی تو ان حدیثوں کا کیا مطلب ہوگا

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانَ لَمْ يَاْتِ فِرَاشَهُ حَتّٰى يَنْسَلِخَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رمضان المبارک آ جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر نہیں جاتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔ (بیہقی)

خصوصاً رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے متعلق آیا ہے کہ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهٗ وَاَحْيٰى لَيْلَهٗ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ

(بخاری' کتاب الصیام جلد۱، ص ۲۷۱، مسلم جلد۱، ص ۳۷۲، مسند حمیدی جلد۱، ص ۹۷' مشکوٰۃ کتاب الصوم' باب لیلۃ القدر پہلی فصل، ابوداؤد باب فی قیام شھر رمضان)

ہیں کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آجاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری مستعدی ظاہر کرتے' رات عبادت میں گزارتے اور ازواجِ مطہرات کو بھی جگاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَالَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهٖ.

(مسلم جلد۱، ص ۳۷۲' مشکوٰۃ کتاب الصوم، باب لیلۃ القدر پہلی فصل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت میں جو کوشش فرماتے تھے اتنی اس کے علاوہ رمضان کے دیگر عشروں میں نہیں کرتے تھے۔

۱۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی تہجد اور تراویح کا الگ الگ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں تراویح باجماعت ہوتے دیکھ کر فرمایا تھا:

نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ وَالَّتِيْ تَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِيْ تَقُوْمُوْنَ يعني اٰخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ

(بخاری جلد۱، کتاب الصیام باب فضل من قام رمضان' ص ۲۶۹، موطا امام مالک ص ۹۳' مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب قیام شھر رمضان تیسری فصل)

کتنی اچھی ہے یہ نئی چیز (یعنی متفرق جماعتوں کی ایک بڑی جماعت) اور وہ نماز جس سے تم سوئے رہتے ہو افضل ہے اُس نماز سے جسے تم پڑھتے ہو۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ مراد لیتے ہیں کہ تم اس نماز کو رات کے آخر میں پڑھو تو یہ زیادہ

افضل ہے اور لوگ اوّل حصّے میں پڑھتے تھے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر تم لوگ یہ تراویح بجائے اوّل شب میں پڑھنے کے آخر شب میں پڑھتے جو تمہارے سونے کا وقت ہے تو یہ زیادہ بہتر ہوتا کیونکہ آخر شب میں تہجد ہوتی ہے۔ اب اگر تراویح بھی آخر شب میں ہو تو اسی تراویح سے تہجد کا ثواب مل جاتا کیونکہ نوافل میں تداخل ہوتا ہے۔ مثلاً اگر چاشت کے وقت نماز کسوف (سورج گرہن والی نماز) پڑھی جائے تو وہ چاشت کے قائم مقام ہو جاتی ہے' چاشت کی نماز الگ سے پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی طرح مسجد میں جاتے ہی اگر کوئی شخص ظہر وغیرہ کی سنت ادا کرلے تو یہ سنت تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔

اسی طرح اگر تہجد کے وقت تراویح پڑھ لی جائے تو تراویح' تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے اور الگ سے تہجد پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ تیسری رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری رات تراویح پڑھی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سحری فوت ہونے کا خطرہ ہونے لگا تھا۔ اس رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا الگ سے تراویح پڑھنا بظاہر منقول نہیں اور وجہ اس کی یہی تداخل ہے کیونکہ تہجد کے وقت تک تراویح ادا ہوتی رہی۔

بہرحال جس طرح نمازِ کسوف و نماز چاشت الگ الگ نمازیں ہیں' سنّتِ ظہر اور تحیۃ المسجد الگ الگ نمازیں ہیں مگر دونوں کا تداخل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تراویح اور تہجد میں بھی تداخل ہو جاتا ہے۔

رکعات تراویح اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رکعات تراویح کا کوئی مخصوص عدد سندِ صحیح کے ساتھ بالصراحت مروی نہیں (بذل المجہود جلد ۲، ص ۳۰۴)

لہٰذا ضروری ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرزِ عمل کو دیکھا جائے کہ وہ کتنی رکعتیں پڑھتے تھے کیونکہ وہی اسلام کے اوّلین مخاطب اور قول و فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شارح تھے۔ انہوں نے سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جس طرح عمل کیا وہ سنّت رسول پر عمل کرنے کے جیسے شیدائی تھے' اس کی نظیر و مثال نہیں مل سکتی اور بعد کے لوگ تو اُن کی برابری کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔

چنانچہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس سُنّت (تراویح) پر عمل کرنے لگے تھے' مختلف جماعتوں میں' متفرق ہو کر' الگ الگ ٹولیوں میں بٹ کر وہ تراویح پڑھتے رہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تھے لیکن کبھی اس پر ناپسندیدگی یا ناگواری کا اظہار نہیں کیا بلکہ پسندیدگی اور رضامندی کی سند عطا فرمائی۔ کیونکہ تراویح کو آپ نے ہی سُنّت فرمایا تھا۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَمَضَانَ فَقَالَ شَھْرٌ فَرَضَ اللّٰہُ صِیَامَہٗ وَسَنَنْتُ اَنَا قِیَامَہٗ

(ابن ماجہ' ص ۹۵' بیہقی' نسائی' ابن شیبہ)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کا ذکر کیا۔ پس فرمایا رمضان المبارک ایسا مہینہ ہے کہ جس کے روزوں کو اللہ نے فرض کیا ہے اور اس کی رات کی نماز کو میں نے مسنون کیا ہے۔

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ فَرَاٰى نَاسًا فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ يُصَلُّوْنَ فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَآءِ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰؤُلَآءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمُ الْقُرْاٰنُ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَقْرَاءُ وَهُمْ مَعَهُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهٖ قَالَ قَدْ اَحْسَنُوْا وَقَدْ اَصَابُوْا وَلَمْ يَكْرَهْ ذَالِكَ لَهُمْ (رواہ البیہقی فی المعرفۃ جلد۲، ص۳۹۔ ابوداؤد باب فی قیام شهر رمضان)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کی ایک رات میں نکلے تو دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد نبوی کے ایک گوشے میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ ایک شخص نے جواب دیا اے اللہ کے رسول! یہ قرآن کے حافظ نہیں اُبی بن کعب (رضی اللہ عنہ) قرأت کر رہے ہیں اور یہ لوگ ان کے ساتھ وہی نماز پڑھ رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں نے اچھا کیا اور درست کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کیلئے اسے ناپسند نہیں کیا۔

اسی مضمون کی ایک دوسری روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد شریف میں ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابُوْا وَنِعْمَ مَا صَنَعُوْا (جلد۱، ص ۲۱۱)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے درست کیا اور بڑا اچھا کام کیا۔

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ:

خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي	میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات میں مسجد نبوی کی جانب نکلا تو لوگ مختلف گروہوں میں

الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَ يُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ اَرٰى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَآءِ عَلٰى قَارِئٍ وَّاحِدٍ لَّكَانَ اَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

(بخاری، کتاب الصیام باب فضل من قام رمضان، جلد۱، ص ۲۶۹، موطا امام مالک ص ۴۲، مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان، تیسری فصل)

بٹے ہوئے نظر آئے، کوئی خود نماز پڑھ رہا تھا، کوئی کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر پڑھ رہا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں ان لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دوں تو بہت عمدہ ہوتا پھر اس کا پختہ ارادہ کر لیا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں سب کو جمع کر دیا

دوسری روایت میں ہے:

عَنْ نَوْفَلِ بْنِ اِيَاسٍ الْهُذَلِيِّ قَالَ كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي الْمَسْجِدِ فَيَتَفَرَّقُ هٰهُنَا فِرْقَةٌ وَّهٰهُنَا فِرْقَةٌ وَّ كَانَ النَّاسُ يَمِيْلُوْنَ اِلٰى اَحْسَنِهِمْ صَوْتًا فَقَالَ عُمَرُ اَرَاهُمْ قَدِ اتَّخَذُوا الْقُرْاٰنَ اَغَانِيَ اَمَا وَاللّٰهِ لَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَاُغَيِّرَنَّ فَلَمْ يَمْكُثْ اِلَّا ثَلٰثَ لَيَالٍ حَتّٰى اَمَرَ اُبَيًّا فَصَلّٰى لَهُمْ. (رواہ البخاری فی خلق افعال العباد وابن سعد و جعفر الفریابی واسنادہ صحیح۔ (آثار السنن جلد۲، ص ۵۱)

نوفل بن ایاس ہذلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں مسجد نبوی میں نمازِ تراویح پڑھتے تھے تو مختلف گروہوں میں تقسیم رہتے تھے، ایک گروہ یہاں پڑھتا، دوسرا گروہ وہاں، لوگ سب سے اچھی آواز والے امام کی طرف مائل ہوتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں نے قرآن کو گانے کی چیز بنا لیا ہے۔ خدا کی قسم! اگر مجھے استطاعت ہوتی تو اسے ضرور بدل دوں گا چنانچہ اس بات کے تین راتوں کے بعد حضرت ابی بن

کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا لہٰذا وہ سب کو نماز پڑھانے لگے۔

ان روایات سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تراویح پڑھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر پسند فرمایا۔

۲۔ یہ تراویح باجماعت ہوتی تھی، مگر ایک امام کے پیچھے نہیں بلکہ ایک ہی مسجد میں مختلف اماموں کے پیچھے۔ گویا ایک ہی مسجد میں تراویح کی کئی کئی جماعتیں ہوتی تھیں۔

۳۔ تراویح کی یہ متفرق جماعتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ہوتی رہیں اور آپ کے بعد بھی۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہونے کا تذکرہ ثعلبہ بن اُبی مالک قرظی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات اور عہدِ فاروقی میں ہونے کا ذکر عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رحمۃ اللہ علیہ اور نوفل بن ایاس رحمۃ اللہ علیہ کی روایات سے ظاہر ہے۔

۴۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں متفرق جماعتوں کو ملا کر ایک جماعت کر دی اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان سب کا امام مقرر کر دیا۔ تاکہ مختلف جماعتوں کی وجہ سے اعتکاف و انتشار نہ ہو اور سبھی لوگوں کی اس خواہش کی بھی تکمیل ہو جائے کہ سب سے اچھے قرآن پڑھنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھیں تاکہ قرآن سے رغبت بڑھے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا
اَقْرَأُكُمْ اُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ (تم میں سے اچھے قاری ابی بن کعب ہیں)

۵۔ مگر اِن روایات سے ایک بات کا پتہ نہیں چلتا۔ وہ یہ کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متفرق جماعتوں کے ساتھ تراویح پڑھتے تھے' وہ کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے پہلے متفرق جماعتوں والے کتنی رکعتیں ادا کرتے تھے۔ آٹھ یا بیس یا کوئی اور تعداد؟

اس روایت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ صریح طرزِ عمل معلوم ہوا کہ وہ آٹھ سے زائد پڑھتے تھے اور اسی روایت سے بارہ سے زائد بیس کی طرف اشارہ ملا اور جہاں تک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بات ہے تو انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بیس ہی رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا (جیسا کہ روایات آ رہی ہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس حکم پر کسی بھی صحابی نے انکار نہیں کیا یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن کی گیارہ رکعات والی روایت آٹھ کے قائلین پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کوئی گرفت نہیں کی کہ آپ سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بجائے آٹھ کے بیس کا حکم کیوں دے رہے ہیں؟ گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک بھی تراویح کی بیس ہی رکعتیں مسنون تھیں اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے' حضرت عبداللہ بن عمر بھی' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ وغیرہ کا بالاتفاق اجماعی طور پر بیس رکعتوں کو تسلیم کر لینا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیس کی ادائیگی میں مشغول و مصروف ہو جانا' اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے عین مطابق سمجھتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بیس والی روایت اگرچہ بعد کے راوی کی وجہ سے ضعیف قرار پاتی ہے مگر صحابہ کرام کے اجماعی فیصلے نے اسے

تقویت دے دی اور بتادیا کہ بعد کے زمانہ کے اعتبار سے خواہ اس میں ضعف ہو مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک وہ کسی طرح ضعیف نہیں تھی' کیونکہ اگر صحابہ کرام کے نزدیک وہ ضعیف ہوتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہوتی تو اسے برداشت کر لینا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اُس مخصوص مزاج کے خلاف تھا' جس پر قرآن وحدیث گواہ ہیں کہ وہ خلافِ سنت اور خلافِ حق کوئی بات' کوئی حکم' کوئی چیز ایک لحہ کیلئے بھی' قطعی طور پر گوارہ نہ کر سکتے تھے' خواہ اس کیلئے انہیں ابتلاء وآزمائش کے کتنے ہی مراحل سے کیوں نہ گزرجانا پڑے۔ ایک عمر رضی اللہ عنہ کیا؟ سیکڑوں عمر رضی اللہ عنہ بھی انہیں کسی غلط بات اور خلافِ سُنّت امر پر مجبور نہیں کر سکتے تھے اور خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنہیں زبانِ رسالت سے کہیں تو کہا گیا کہ لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرَ (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوسکتا تو عمر ہوتے) کہیں فرمایا گیا اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَ قَلْبِہٖ (اللہ نے کلمۂ حق' عمر کی زبان اور قلب پر جاری کر دیا ہے) کہیں کہا گیا اِنَّ الشَّیْطَانَ یَخَافُ مِنْکَ یَا عُمَرُ (اے عمر! تم سے شیطان بھی خوف کھاتا ہے) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے مَا كُنَّا نُبْعِدُاَنَّ السَّكِیْنَةَ تَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ (ہم لوگ' یعنی صحابہ' اس کو بعید نہیں سمجھتے تھے کہ سکینہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر بولتا ہے)

نوٹ: یہ ساری احادیث کریمہ مشکوٰۃ جلد ثانی ص ۵۵۶ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ میں ترمذی' ابوداؤد اور بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے درج ہیں۔

ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بیان کردہ ان خصوصیات کے حامل حضرت عمر آٹھ رکعات مسنون تراویح چھڑوا کر بیس

رکعات غیر مسنون کا حکم دے سکتے تھے؟ ہر گز نہیں۔

امام ابوداؤد سجستانی فرماتے ہیں:

اِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْظُرُ بِمَا اَخَذَبِہٖ اَصْحَابُہٗ۔ (ابوداؤد شریف جلد ۱ ص ۲۶۳)	جب وہ متضاد حدیثیں ہمارے سامنے ہوں تو دیکھا جائے گا کہ عمل صحابہ رضی اللہ عنہم کس کے مطابق ہے۔

یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل سے صحیح سند اور غیر مضطرب روایت کے ساتھ رکعاتِ تراویح کا کوئی متعین عدد ثابت نہیں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماعی فیصلے نے بتادیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح کی رکعتیں بیس ہی تھیں اور بیس ہی مسنون ہیں اور اس اعتبار سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بیس والی روایت عہدِ صحابہ میں ہر قسم کے ضعف سے خالی اور استدلال کی پوری قوت کی حامل نظر آتی ہے اور عہدِ صحابہ کے بعد اس کے سلسلۂ سند میں کسی ضعیف راوی کا شامل ہو جانا اس کے درجے اور مرتبے کو کسی طرح کم نہیں کرتا۔ اشکال تو اس وقت ہوتا جب بیس رکعتوں کو صحابہ کرام نے تسلیم نہ کیا ہوتا' یہاں تو صورتِ حال یہ ہے کہ بیس پر خلفائے راشدین (حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی رضی اللہ عنہم) نے عمل کیا۔ اجلہ صحابہ نے عمل کیا' تابعین' تبع تابعین' آئمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ' مالک' شافعی' احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم) نے تسلیم کیا۔ مختصر یہ کہ چند گنے چنے افراد کو چھوڑ کر پوری اُمّت نے ہاتھوں ہاتھ لیا' پھر یہ اشکال ہی کہاں رہ جاتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ضعیف ہے۔ کیا یہ سب لوگ خلافِ سنّت پر ہی عمل کرانے کے درپے ہیں؟ کیا انہیں سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں ہے؟

ایک دُوسرے اعتبار سے سوچئے تو بیس پر عمل کرنا اس لئے بھی بہتر ہے کہ اگر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح بیس رکعات تھی تو آٹھ پڑھنے والا سنت سے محروم رہا اور اگر آٹھ رکعت تھی تو بیس میں آٹھ شامل ہے۔ بیس پڑھنے والا بہر حال آٹھ پر عمل کرنے والا قرار پائے گا اور سنّت سے محروم نہیں رہے گا۔

بہر حال اب بیس رکعتوں پر خُلفائے راشدین سمیت دیگر اجلہ صحابہ و تابعین، تبع تابعین، آئمہ اربعہ اور اُمت کے اجماعی عمل کی روایات ملاحظہ فرمائیں:

بیس رکعتوں کا ثبوت، خُلفائے راشدین سے:

حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے عہدِ خلافت میں تراویح کی بیس رکعتیں ہونا درج ذیل روایات سے ثابت ہے۔

۱۔ حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَابِ اَمَرَ رَجُلاً يُصَلِّيْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۳۹۳، آثار السنن ص ۲۵۳)	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ انہیں (صحابہ و تابعین) کو بیس رکعات پڑھائے۔
۲. عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ اَنَّهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَّ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (موطا امام مالک ص ۹۸، سنن کبریٰ بیہقی جلد ۲، ص ۴۹۶، آثار السنن ص ۲۵۳)	یزید بن رومان کہتے ہیں کہ لوگ (صحابہ و تابعین) حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تیئس رکعتیں پڑھتے تھے (بیس تراویح، تین وتر
۳۔ عن يزيد بن خصيفة عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانُوا يقومون	حضرت یزید بن خصیفہ، حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ لوگ

عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً قَالَ وَكَانُوْا يَقْرَؤُوْنَ بِالْمِئِيْنَ وَكَانُوْا يَتَوَكَّئُوْنَ عَلٰى عِصِيِّهِمْ فِيْ عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ. (بیہقی جلد ۲، ص ۴۹۶، فتح الباری جزء ۸، ص ۳۱۶)	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں رمضان المبارک میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ تراویح میں کئی سو آیتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں شدتِ قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں کا سہارا لیتے تھے۔

۴۔ کنز العمال میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

فَصَلّٰى لَهُمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. (جلد ۲، ص ۲۸۴)

پس انہوں نے ان کو (صحابہ و تابعین کو) بیس رکعتیں پڑھائیں۔

۵. عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رَفِيْعٍ قَالَ كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فِيْ رَمَضَانَ بِالْمَدِيْنَةِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ. (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۳۹۳، آثار السنن ص ۵۵)	حضرت عبد العزیز بن رفیع کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو رمضان المبارک میں مدینہ منورہ میں بیس رکعتیں اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔
۶. عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ أَنَّ عَلِيًّا دَعَا الْقُرَّاءَ فِيْ رَمَضَانَ	حضرت عبد الرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک

فَأَمَرَ رَجُلًا اَن يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَّكَانَ عَلِيٌّ يُوْتِرُبِهِمْ
(معرفۃ السنۃ للبیہقی، جلد۱، ص ۴۷۷ و سنن کبریٰ للبیہقی جلد۲، ص ۴۹۶)

میں قراء کو بلایا، پس اُن میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔

قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا:

هَلْ كَانَ لِعُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَهْدٌ مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهِ تَعَالٰى لَمْ يَكُنْ عُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ مُبْتَدِعًا. (فیض الباری شرح بخاری جلد۲، ص ۴۲۰، مراقی الفلاح ص ۱۸۱، البحرالرائق جلد۲، ص ۶۶)

کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بیس رکعات کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات معلوم تھی؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدعت کو ایجاد کرنے والے نہ تھے (یعنی بلاشبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بیس رکعتوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات ضرور معلوم تھی، ورنہ وہ اپنی طرف سے بیس کی تعیین نہ کردیتے۔

دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم:

۱۔ وَفِيْ قِيَامِ اللَّيْلِ قَالَ الْاَعْمَشُ كَانَ اَيِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يُصَلِّيْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ.
(تحفۃ الاحوذی جلد۲، ص ۷۵)

قیام اللیل میں ہے کہ حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر۔

۲. عَنْ اَبِی الْخَصِیْبِ قَالَ کَانَ یَؤُمُّنَا سُوَیْدُ بْنُ غَفْلَةَ فِیْ رَمَضَانَ فَیُصَلِّیْ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً. (بیہقی جلد۲، ص۴۹۶)

حضرت ابوالخصیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلہ رمضان المبارک میں ہماری امامت کرتے تھے اور پانچ ترویحوں میں ہمیں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔

۳۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

کَانَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ یُصَلِّیْ بِنَا فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً.

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد۲، ص۳۹۳)

حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ ہمیں رمضان المبارک میں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔

۴. اِنَّ عَلِیَّ بْنَ رَبِیْعَةَ کَانَ یُصَلِّیْ بِهِمْ فِیْ رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ وَیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ. (حوالہ مذکورہ)

حضرت علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ انہیں رمضان المبارک میں پانچ ترویحے اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

۵۔ حضرت عطاء بن رباح رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ

اَدْرَکْتُ النَّاسَ وَهُمْ یُصَلُّوْنَ ثَلَاثًا وَّ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً بِالْوِتْرِ (حوالہ مذکورہ)

میں نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو پایا کہ وہ مع وتر تیئس رکعتیں پڑھتے تھے۔

۶. عَنْ شُتَیْرِ بْنِ شَکْلٍ وَ کَانَ مِنْ اَصْحَابِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ کَانَ یَؤُمُّهُمْ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَةً وَیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ.

(بیہقی جلد۲، ص۴۹۶، و مصنف ابن ابی شیبہ جلد۲، ص۳۹۳)

حضرت شتیر بن شکل" جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اصحاب میں سے تھے وہ لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

۷۔ عَنِ الْحَارِثِ اَنَّهٗ کَانَ یَؤُمُّ النَّاسَ فِیْ رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَةً۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد۲،ص ۳۹۳)

حضرت حارث رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک میں لوگوں کی امامت کرتے اور بیس رکعتیں پڑھاتے۔

۸۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ کَعْبِ الْقُرْظِیِّ کَانَ النَّاسُ یُصَلُّوْنَ فِیْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً۔ (قیام اللیل ص ۹۱)

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ لوگ (صحابہ وتابعین) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔

۹۔ ابن قدامہ مقدسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس رکعتوں پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع نقل کیا ہے۔(المغنی جلد۲،ص ۱۶۷)

علامہ ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عبدالبر بھی یہی کہتے ہیں۔

(تحفۃ الاخیار ص ۱۹۷، مرقات جلد۲،ص ۱۷۴)

امام غزالی بھی اسی کے قائل ہیں۔(احیاء العلوم جلد۱،ص ۲۰۸)

آئمہ اربعہ کے نزدیک تراویح کی رکعتیں

حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی وامام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم یہ سب کے سب بیس رکعات تراویح کو مسنون قرار دیتے ہیں۔ البتہ امام مالک چھتیس رکعتیں پڑھتے تھے یعنی بیس میں سولہ کے اضافہ کے ساتھ۔ اور اضافہ کی وجہ یہ تھی کہ اہلِ مکہ ہر چار رکعت پر خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا کرتے تھے اور اہل مدینہ ظاہر ہے کہ اس پر قادر نہیں تھے۔ لہٰذا انہوں نے طواف کا بدل یہ نکالا کہ ہر طواف کے عوض چار رکعتیں مزید پڑھنے لگے تا کہ اہل مکہ سے برابری ہو سکے کہ اگر اہل مکہ بیس رکعتوں کے ساتھ چار مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف کر کے ثواب حاصل کرتے ہیں تو یہ لوگ بیس رکعتوں کے

ساتھ مزید سولہ رکعتیں پڑھ لیتے ہیں۔ چونکہ اہل مدینہ کے ہی عمل کو امام مالک رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا تھا' اس لئے وہ بھی بیس کے ساتھ مزید سولہ رکعتوں کے قائل تھے۔

ابن قدامہ مقدسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اِنَّمَا فَعَلَ هٰذَا اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لِاَنَّهُمْ اَرَادُوْا مُسَاوَاةَ اَهْلِ مَكَّةَ فَاِنَّ اَهْلَ مَكَّةَ يَطُوْفُوْنَ سَبْعًا بَيْنَ كُلِّ تَرْوِيْحَتَيْنِ فَعَمِلَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مَكَانَ كُلِّ سَبْعٍ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ. (المغنی جلد ۲، ص ۱۶۷)

اہل مدینہ نے یہ اس لئے کیا تھا تاکہ اہل مکہ کے ساتھ برابری ہو جائے کیونکہ اہل مکہ ہر دو ترویحوں کے درمیان سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ لہٰذا اہل مدینہ نے ہر سات طرف کی جگہ چار رکعتیں رکھ دیں۔

پھر ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ لیکن چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بیس ہی رکعات مروی ہیں' اس لئے ہمیں اسی کی اتباع کرنی چاہیے۔ خواہ کسی جگہ بھی رہیں۔

وَمَا كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلٰى وَاَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ. (حوالہ مذکورہ)

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اولیٰ ہیں اور اتباع کے زیادہ حق دار ہیں

علامہ ابن رشد مالکی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں

وَاخْتَلَفُوْا فِي الْمُخْتَارِ مِنْ عَدَدِ الرَّكَعَاتِ الَّتِيْ يَقُوْمُ بِهَا النَّاسُ فِيْ رَمَضَانَ فَاخْتَارَ مَالِكٌ فِيْ اَحَدِ قَوْلَيْهِ وَاَبُوْ حَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِيُّ

رکعات تراویح کے مختار عدد کے بارے میں آئمہ مجتہدین کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو قولوں میں سے ایک میں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ

وَاَحْمَدُ وَ دَاوٗدُ الْقِيَامُ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً سِوَى الْوِتْرِ وَ ذَكَرَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مَالِكٍ اَنَّهٗ يَسْتَحْسِنُ سِتًّا وَّثَلَاثِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرُ ثَلَاثٌ

(بدایۃ المجتہد جلد ا، ص ۱۵۲)

اللہ علیہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری نے وتر کے علاوہ بیس رکعتوں کو اختیار کیا ہے اور عبدالرحمٰن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ وہ چھتیس رکعات اور تین رکعات وتر کو بہتر سمجھتے تھے۔

شوافع کا توشیح میں بیس رکعات کا مسلک نقل کیا گیا ہے۔

(بذل جلد ۲، ص ۳۰۵)

ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَالْمُخْتَارُ عِنْدَ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ رَحِمَہُ اللّٰہُ فِیْھَا عِشْرُوْنَ رَكْعَةً وَبِھٰذَا قَالَ الثَّوْرِیُّ وَاَبُوْ حَنِیْفَةَ وَالشَّافِعِیُّ وَقَالَ مَالِكٌ سِتَّةٌ وَ ثَلَاثُوْنَ وَ تَعَلَّقَ بِفِعْلِ اَھْلِ الْمَدِیْنَةِ

(المغنی جلد ۲، ص ۱۶۷)

امام ابوعبداللہ (احمد بن حنبل) رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تراویح میں بیس رکعتیں مختار و پسندیدہ ہیں، اسی کے قائل ہیں۔ سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم بھی اور امام مالک چھتیس رکعات کے قائل ہیں...... اہلِ مدینہ کے فعل سے تعلق پیدا کرتے ہوئے۔

دیگر آئمہ کبار و علمائے محققین

عام طور پر تمام آئمہ کبار اور علمائے محققین بیس کے ہی قائل ہیں لیکن بعض بیس سے بھی زیادہ کے، جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ گزرا، اس کے علاوہ کچھ اور حضرات اس سے بھی زیادہ کے، جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے:

وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ فَرَاٰى بَعْضُهُمْ اَنْ يُّصَلِّيَ اِحْدٰى وَ اَرْبَعِيْنَ رَكْعَةً مَعَ الْوِتْرِ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ وَاَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى مَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ وَ عُمَرَ وَ غَيْرِ هِمَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَ قَالَ الشَّافِعِي وَهٰكَذَا اَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِمَكَّةَ يُصَلُّوْنَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً۔

(ترمذی شریف' ابواب الصوم باب ماجاء فی قیام شھر رمضان' جلد ا' ص ۹۹)

اہلِ علم نے قیام رمضان (تراویح) کے بارے میں اختلاف کیا ہے' اُن میں سے بعض مع وتر اکتالیس رکعتوں کے قائل ہیں۔ یہی اہلِ مدینہ کا قول ہے اور اسی پر اہلِ مدینہ کا عمل ہے۔ [1] اور اکثر اہلِ علم اُن بیس رکعتوں کے قائل ہیں جو حضرت علی' حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور ان دونوں کے علاوہ دیگر اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ یہی سفیان ثوری' عبداللہ بن مبارک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔ [2] اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں نے ایسے ہی اپنے شہر مکّہ میں پایا کہ وہ بیس رکعتیں پڑھتے ہیں [3]

---

[1]: یہ اکتالیس رکعتیں وتر کو شامل کر کے ہیں اور وتر کی بعض علماء کے نزدیک پانچ رکعتیں بھی مروی ہیں۔ لہٰذا چھتیس اور پانچ' اکتالیس ہو جاتی ہیں' اس طرح اہل مدینہ کے عمل میں سابقہ چھتیس والی روایت اور موجودہ اکتالیس والی روایت میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ (فتح الباری جلد ۴' ص ۲۵۳)

[2]: غور کیجئے اب تک کے جتنے اقوال سامنے آئے خصوصاً امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی حضرات کے نام گنا دیئے' کسی کا بھی آٹھ کا قول نہیں ملا زیادہ تر بیس کے ملے۔ بعض بیس سے بھی زیادہ۔

[3]: مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آج بھی بیس رکعات پر ہی عمل ہوتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں وتر کے علاوہ بیس رکعات تراویح ہوا کرتی تھی اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پڑھاتے تھے۔ پھر آگے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ عہدِ فاروقی میں اسی بیس رکعات پر تمام انصار و مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا تھا اور کسی نے بھی اس پر نکیر نہیں کی۔

وَاَنَّهُ قَدْ ثَبَتَ اَنَّ اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ کَانَ یَقُوْمُ بِالنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً فِیْ قِیَامِ رَمَضَانَ وَیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ فَرَاٰی کَثِیْرٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ اَنَّ ذَالِکَ هُوَ السُّنَّةُ لِاَنَّهُ اَقَامَهُ بَیْنَ الْمُهَاجِرَةِ وَالْاَنْصَارِ وَ لَمْ یُنْکِرْهُ مُنْکِرٌ۔
(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۲۳، ص ۱۱۲)

یہ بات سند صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں (صحابہ و تابعین) کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے لہٰذا بہت سارے علماء اسی کو سنت قرار دیتے ہیں کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت حضرات انصار و مہاجرین کی موجودگی میں پڑھائی تھیں اور کسی نے انکار نہیں کیا۔

کشف الغمہ جلد ۱، ص ۱۶۷ پر عارف ربانی امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھنے کے بعد یہ بھی بتا دیا کہ:

وَاسْتَقَرَّ الْاَمْرُ عَلٰی ذَالِکَ فِی الْاَمْصَارِ۔

تمام بلادِ اسلامیہ میں اسی پر عمل درآمد متعین ہو گیا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بیس رکعتیں ہی منقول ہیں۔ (دیکھئے غنیۃ الطالبین جلد ۲، ص ۱۰، ۱۱، احیاء العلوم جلد ۱، ص ۲۰۸، حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲، ص ۶۷) ان سب حضرات نے بیس رکعات کو

ہی سُنّت قرار دیا ہے۔

شیخ احمد رومی مجالس الابرار میں فرماتے ہیں:

وَالصَّحَابَةُ حِيْنَئِذٍ مُتَوَافِرُوْنَ مِنْهُمْ
عُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَ
الْعَبَّاسُ وَابْنُهُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَ
مُعَاذٌ وَغَيْرُهُمْ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ
وَالْاَنْصَارُ وَمَا رَدَّ عَلَيْهِ وَاحِدٌ مِنْهُمْ
بَلْ سَاعَدُوْهُ وَوَافَقُوْهُ وَامَرُوْهُ
بِذَالِكَ وَوَاظَبُوْا عَلَيْهَا حَتّٰى اَنَّ
عَلِيًّا اَثْنٰى عَلَيْهِ وَدَعَا لَهُ وَقَالَ
نَوَّرَ اللّٰهُ مَضْجَعَ عُمَرَ كَمَا نَوَّرَ
مَسَاجِدَنَا وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ
الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ
وَهِيَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً.

(مجالس الابرار مجلس ۲۸، ص ۱۸۷)

صحابہ رضی اللہ عنہ اس وقت بکثرت موجود تھے، اُن میں حضرت عثمان، وحضرت علی رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود بھی، حضرت عباس بھی اور عبداللہ بن عباس بھی، طلحہ وزبیر اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم بھی اور اُن کے علاوہ بہت سے انصار و مہاجر صحابہ، کسی نے بھی حضرت عمرؓ پر اعتراض نہیں کیا بلکہ ان کی مساعدت و موافقت کی اور ان کے حکم کی تعمیل کی اور مداومت و ہمیشگی کے ساتھ اس پر عمل کیا یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عمرؓ کی تعریف کی اور دعا دی اور فرمایا ''اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو منوّر کر دے جس طرح انہوں نے ہماری مساجد کو منور کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ تم پر لازم ہے میری سُنّت اور میرے بعد والے خلفائے راشدین کی سُنّت اور خلفائے راشدین کی سُنّت بیس رکعت ہے۔

تراویح میں قرآن پڑھنے کا بیان

رمضان شریف کے متبرک مہینے میں حضرت جبریل علیہ السّلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن مجید کا دَور کیا کرتے تھے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی اکثر راتوں میں تراویح میں قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حفاظت قرآن کی خاطر تراویح کا خاص اہتمام کیا چنانچہ تراویح میں قرآن مجید کا ایک ختم پڑھنا یا سُننا سُنّت ہے اور دو ختم کرنا فضیلت اور تین ختم میں افضلیّت ہے۔ حسن بن زیاد امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ تراویح کی ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھے تا کہ تیس راتوں میں ایک ختم پورا ہو جائے کیونکہ تیس راتوں میں چھ سو رکعتیں تراویح کی ہوتی ہیں اور قرآن مجید میں چھ ہزار ساٹھ آیتیں ہیں۔ چھ ہزار کو چھ سو پر تقسیم کیا جائے تو خارج قسمت دس نکلا آیتیں باقی بچیں وہ چند رکعتوں میں بڑھا دی جائے پُورا ختم ہو جائے گا۔ اس لئے علماء نے ہر دس آیت پر (ے) کا نشان دے دیا ہے جس کے دس عدد ہوتے ہیں۔ علماء بخارا کہتے ہیں کہ ستائیسویں شب کو ختم کرنا بہتر ہے اسی واسطے انہوں نے قرآن شریف میں پانچ سو چالیس رکوع قرار دیئے ہیں اور علامت کیلئے (ع) بنا دیا ہے تا کہ ایک ایک رکوع ایک ایک رکعت میں پڑھنے سے ستائیسویں شب کو ختم ہو جائے کیونکہ ستائیس راتوں میں پانچ سو چالیس رکعتیں تراویح کی ہوتی ہیں اور اسی قدر رکوع ہیں

(ما ثبت بالسنہ۔ قاضی خاں، ذخیرۃ العقبیٰ)

الغرض ایک ختم کرنا چاہیئے اور نمازیوں کی کاہلی سے ترک نہ کیا جائے۔ البتہ اگر مقتدی ایک ختم سُننے کی بھی طاقت نہ رکھتے ہوں اور امام جانے کہ اس قدر پڑھنے سے بھی مقتدی جماعت چھوڑ بیٹھیں گے اور مسجد میں نہ آئیں گے تو ایک ختم بھی نہ کرے اور

ہر رکعت میں تین آیت چھوٹی یا ایک آیت بڑی پڑھ کر تراویح کا تمام کرے یا جسب دستور الم تنزیل کیف سے پڑھ دیا کرے جیسا کہ دُرِ مختار اور اس کی شرح ردالمحتار سے ظاہر ہے۔ یہاں سے بھی معلوم ہو گیا کہ کثرت جماعت کا لحاظ رکھنا اور مقتدیوں کی رعایت کرنا ایک ضروری چیز ہے کیونکہ شریعتِ محمدیہ میں اتفاقِ باہمی کی نہایت تاکید ہے۔ اس وجہ سے ہر ایک امر میں اس کا لحاظ رہتا ہے یہاں تک کہ اتفاق کی خاطر بعض بعض امور شریعت میں خاص رعایت ہو جاتی ہے مگر افسوس ہے کہ ہمارے بھائی مسلمان اس کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ ذرا ذرا سی بات میں نزاع کر کے نفاقِ باہمی پیدا کر لیتے ہیں اتفاق عجب نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ بھائی مسلمانوں کو نصیب کرے۔ آمین

مسئلہ: ہر دوگانہ میں برابر قرآن مجید پڑھنا افضل ہے یعنی جس قدر پہلے دو رکعت میں قرآن پڑھا جائے اسی قدر دوسرے اور تیسرے آخر تک پڑھتا رہے اور امام اعظم و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ہر رکعت میں مساوات افضل ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی رکعت میں زیادہ اور دوسری رکعت میں کم پڑھنا بہتر ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

مسئلہ: منیۃ المصلی کی شرح میں لکھا ہے کہ جو کوئی نماز میں قرآن مجید ختم کرے تو اُسے چاہیئے کہ انیسویں رکعت میں قل اعوذ برب الناس پر ختم کر کے رکوع کر دے اور بیسویں رکعت میں الحمد اور سورہ بقرہ میں سے تھوڑا سا پڑھ کر رکعت تمام کرے اور ایسا ہی فتاویٰ عالمگیری میں درمختار میں ہے جس کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

خیر الناس الحال المرتحل ای الخاتم المفتتح

آدمیوں میں بہتر وہ شخص ہے جو قرآن مجید کو تمام کر کے پھر شروع کر دے اور تفسیر اتقان میں بسندِ حسن دارمی سے منقول ہے کہ حضرت اُبی بن کعب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قل اعوذ برب الناس پڑھ چکتے (یعنی قرآنِ

مجید ختم فرماتے) تو پھر الحمد سے شروع کرتے اور اولئک هم المفلحون تک پڑھتے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ اس وقت جو انیسویں رکعت ختم قرآن اور بیسویں میں سورہ بقرہ مفلحون تک حفاظ پڑھتے ہیں وہ موافق سنّت کیلئے ہے۔ البتہ بعض حفاظ اس کے علاوہ جو اور آیتیں متفرق وما ارسلنک الا رحمة للعالمين وغیرہ پڑھتے ہیں، وہ بے اصل ہے، اس کا ثبوت کہیں نہیں بلکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے یہ روایت نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ اسی وجہ سے حلیمی ایسے پڑھنے کو بہتر نہیں کہتے اور صغیری شرح منیۃ المصلی میں ہے کہ آیت رکعت میں بلاضرورت ایک آیت سے دوسری آیت کی طرف انتقال کرنا مکروہ ہے اگرچہ ان دونوں آیتوں کے بیچ میں دو آیتیں یا زیادہ چھوٹ جائیں۔

مسئلہ: قل هو الله کا تین مرتبہ تراویح میں پڑھنا جیسا کہ اس وقت رائج ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے قول یا فعل سے ثابت نہیں ہے۔ البتہ اس قدر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض وقت تہجد میں ایک آیت کو چند بار پڑھا ہے اس وجہ سے فقہا تکرار آیت کو نوافل میں جائز رکھتے ہیں اور قل ھو اللہ کا تراویح میں تین بار پڑھنا مختلف فیہ ہے۔ بعض علماء کے نزدیک تو بہتر ہے کیونکہ تین دفعہ قل هو الله پڑھنے میں پورے قرآنِ مجید کا ثواب ہو جائے گا مگر بعض کے نزدیک بہتر نہیں۔ جیسا کہ عالمگیری اور منیۃ المصلی کی شرح میں مذکور ہے۔ بہرحال قل هو الله کی تکرار بغیر سنّت جانے کرے تو درست ہے۔

مسئلہ: تمام قرآن مجید کی کسی سورت کے شروع میں ایک بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا باآواز بلند پڑھنا ضرور ہے کیونکہ یہ بھی قرآن شریف کا ایک جز ہے، اگر جہر سے اس کو نہ پڑھا تو مقتدیوں کو پورے قرآن کا ثواب نہ ملے گا۔

مسئلہ: تین روز سے کم میں ختم کرنا بہتر نہیں (غنیۃ الطالبین) یہاں سے شبینہ کا حال بھی معلوم ہو گیا۔ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح ہمارے شہروں میں شبینہ ہوتا ہے کہ مقتدی گر گر پڑتے ہیں اور بیٹھے یا لیٹے رہتے ہیں اور امام اس قدر جلد پڑھتے ہیں کہ حرف کیا لفظ کے لفظ کھا جاتے ہیں' بہت برا ہے۔ ہاں اگر کسی کو عبادت کا شوق ہو اور وہ اچھی طرح پڑھے تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: (عالمگیری اور غنیۃ الطالبین) میں ہے کہ اگر ایک آیت یا زیادہ پڑھنی بھول گیا اور بعد کی آیت پڑھ گیا پھر اس کو خود یا کسی کے بتانے سے یاد آیا تو اس رہی ہوئی آیت سے پڑھنا مستحب ہے تا کہ قرآنِ مجید کی ترتیب میں فرق نہ آئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں بعض حفاظ کا یہ طریقہ اچھا نہیں کہ جب آیت یا رکوع بھولے سے پڑھنا رہ گیا اور آگے پڑھنا شروع کر دیا تو پھر یاد آنے پر فقط اس رہی ہوئی آیت یا رکوع کو پڑھ لیتے ہیں' بعد کی پڑھی ہوئی آیتوں کو نہیں لوٹاتے۔ ہاں اگر بہت زیادہ پڑھنے کے بعد یاد آئے اور اس سب کے پڑھنے سے مقتدیوں کو گرانی ہو تو صرف بھولی ہوئی آیتیں ہی پڑھ سکتے ہیں۔

مسئلہ: اگر تراویح کا کوئی دوگانہ فاسد ہو جائے تو جو کچھ اس میں پڑھا ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ دوگانہ کے ساتھ اس کے پڑھے ہوئے قرآن کو پھیرے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: اگر تراویح میں ایک قرآن شریف پڑھے یا سن لے تو بقول مفتی بہ رمضان شریف کی باقی راتوں میں تراویح ترک نہ کرنا چاہیئے۔ (عالمگیری' ارکانِ اربعہ)

مسئلہ: قرآن مجید میں چودہ مقام ہیں کہ ان کے پڑھنے سے سجدۂ تلاوت کا واجب ہوتا ہے وہ یہ ہیں۔ پہلا سورہ الاعراف کے آخر میں ولہ یسجدون۔ دوسرا سورہ رعد میں

بـالـغـدو والاصال. تیسرا سورہ نحل میں مـا یو مـرون ۔ چوتھا سورہ بنی اسرائل میں ویـزیـدھم خشوعا ۔ پانچویں سورۂ مریم میں سـجد و بکیا ۔ چھٹے سورۂ حج میں ان اللہ یفعل ما یشاء ۔ اس سورۃ کا دوسرا سجدہ حنفیوں کے نزدیک نہیں ہے شافعیوں کے نزدیک ہے ساتو یں سورہ فرقان میں وزادھـم نفورا ۔ آٹھویں سورۂ نمل میں رب العـرش الـعظیم ۔ نویں سورۂ الم تنزیل میں وسبحـو بـحـمـده ربهم وهم لا یستـکبـرون ۔ دسویں سورۂ ص میں حسـن مـــاب ۔ گیارھویں سورۂ حم سجدہ میں لایسامون ۔ بارھویں سورۂ والنجم میں فـاسـجـدوا اللہ و عبدہ ۔ تیرھویں سورۂ اذا السماء انشقت میں لا یسجدون ۔ چودھویں سورۂ اقراء میں واسجدو اقترب.

(درالمختار وغیرہ)

مسئلہ: جب امام سجدہ کی آیت پڑھے تو امام اور مقتدی سب پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے اگرچہ مقتدی نے سُنا ہی نہ ہو اور اگر مقتدی نے سجدہ کی آیت پڑھی تو امام اور مقتدی کسی پر سجدہ واجب نہیں ہوتا ۔ البتہ اگر مقتدی کے سجدہ کو...... کسی ایسے شخص نے سُنا کہ جو اُس نماز سے علیحدہ ہے خواہ وہ نماز پڑھ رہا ہے یا نہیں تو اُس پر سجدہ واجب ہو جائے گا ۔ (غنیۃ الطالبین)

قرآن پڑھنے میں غلطی کرنا:

نماز میں قرآن مجید کے پڑھنے میں ایسی غلطیاں جس سے نماز پر اثر پڑتا ہے وہ کئی طرح کی ہوسکتی ہیں یا تو اعراب کی غلطی ہوگی یا مشدد کو غیر مشدد اور غیر مشدد کو مشدد اور مدّ والے حرف کو بلا مدّ کے بلا مدّ والے کو بڑھا کر پڑھ دیا یا ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف اور ایک کلمہ کی بجائے دوسرا کلمہ اور آیت کی تقدیم و تاخیر یا وصل کی جگہ فصل اور فصل کی جگہ وصل وغیرہ وغیرہ ۔

مسئلہ: ایسی اعراب کی غلطی جس سے معنی میں کوئی تغیّر نہ آیا ہو نماز کو فاسد نہیں کرتا جیسے اگر ان المومنین والمومنات میں بجائے زیر کے زبر پڑھ دیا اور لم یجعل کے لام پر زیر پڑھ لیا یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں دال کو زبر سے پڑھا اور الرَّحِیْم کا میم والرَّحْمٰنِ کی نون پر زیر اور نَعْبُدُ کی (ب) کو زیر یا زبر سے پڑھا تو نماز میں کچھ خلل نہ ہوگا کیونکہ اعراب کی خطا سے بچنا بہت مشکل ہے۔ (قاضی خاں)

مسئلہ: اگر اعراب کے تغیّر میں ایسی غلطی کی جس سے معنی میں فساد آتا ہو کہ جو کفر کی حد تک پہنچتا ہے جیسے وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی. (طٰہٰ: ۱۲۱) میں آدم کی میم زبر اور ربہ کے (ب) پر پیش پڑھا یا اَلْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (الحشر: ۲۴) کے واؤ کو زبر اور اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر: ۲۸) میں اللہ کو پیش سے اور علما کو زیر سے اور و من یغفر الذنوب الا اللہ میں اللہ پر زبر اور وما یعلم تاویلہ الا اللہ میں (ہ) کا زبر اور اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ (التوبۃ: ۳) میں لام کا زیر تو اسی قسم کی غلطیاں نماز کو فاسد کر دیتی ہیں۔ علماء متقدمین کے نزدیک لیکن علماء متاخرین ابونظر محمد بن سلام ابوبکر بن سید بلخی، فقیہ ابوجعفر الہندوانی، شمس الائمۃ الحلوائی وغیرہ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ عوام کا اس سے محفوظ رہنا بہت مشکل ہے۔ (قاضی خاں)

مسئلہ: مدّ اور تشدید کے ترک سے اکثر فقہاء کے نزدیک نماز میں خرابی نہیں آتی کیونکہ یہ بھی اعراب کی طرح ہے لیکن قاضی امام ابوبکر زرنجری رحمۃ اللہ علیہ جو علم قرأت کے بڑے مشہور عالم ہیں، فرماتے ہیں کہ مشدد کو غیر مشدد پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی مگر رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کی ب اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں ی بلا تشدید پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی۔

(قاضی خاں)

مسئلہ: اگر ایک حرف کی جگہ دُوسرا حرف پڑھ دیا تو ایسی صُورت میں اگر معنی میں کچھ فرق پیدا نہیں ہُوا تب تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ جیسے ان المسلمون وان الظالمون وغیرہ پڑھ گیا اور اگر معنی میں تغیر آ گیا تو اُس کی دو صُورتیں ہیں ایک تو یہ کہ اُن دُونوں حرفوں کی آواز میں بہت فرق ہے مثلاً الطالحات پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ دوسرے یہ کہ ایسا حرف میں اوّل بدل ہو گیا جن کی آوازیں مشابہ ہیں، جیسے ظ۔ ض۔ س۔ ص۔ ط۔ ت وغیرہ تو اکثر عُلماء کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی۔

الا ما اضطرر تم اور وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا (العٰدیٰت : ۱) میں بجائے ض کے ظ سے پڑھنا اور البطشة الکبریٰ میں بجائے ط سے ت اور خصیما کو س سے اور غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ میں ض کی جگہ ظ اذ اور وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں ض کی جگہ اور صراط میں ط کی جگہ ت تو نماز فاسد ہو جائے گی اور الضالین میں بجائے ض کے ظ یا ذ پڑھا تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (قاضی خاں)

تراویح کے ادا کرنے کا طریقہ:

جس رات کو رمضان شریف کا چاند دیکھا جائے اُسی رات سے تراویح پڑھنا شروع کرے اور تمام مہینے ہر شب کو بیس رکعت پڑھا کرے اور عید کے چاند سے ایک روز پہلے ختم کر دے۔

مسئلہ: تراویح مرد اور عورت دونوں کیلئے سُنّتِ مؤکدہ ہے۔ جس طرح مرد اُس کے نہ پڑھنے سے گنہگار ہوگا اسی طرح عورت بھی نہ پڑھنے سے گنہگار ہوگی۔

مسئلہ: بیس رکعت تراویح دس سلام سے پڑھنا چاہیئے اور ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا جتنی دیر میں یہ چار رکعتیں پڑھی ہیں، مستحب ہے اور اس بیٹھنے میں اختیار ہے

کہ تسبیح پڑھے خواہ قرآن شریف یا نفل یا چپ بیٹھا رہے۔ اور جامع الرموز میں ہے کہ تین بار اسے پڑھے:

سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذین لا یموت سبوح قدوس رب الملئکة والروح لا الہ الا اللہ نستغفر اللہ نسئلک الجنة ونعوذبک من النار۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "ماثبت من السنۃ" میں لکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں چار رکعت کے بعد بقدر اُس چار رکعت کے بیٹھنا نمازیوں کو دشوار ہوتا ہے کیونکہ حُفّاظ قرأت میں بہت طوالت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تراویح میں زیادہ پڑھنا اچھا نہیں۔ کیونکہ اس وجہ سے ایک فعل مُستحب جو سلف سے برابر چلا آتا ہے' فوت ہوتا ہے اور اگر چار رکعت کے بعد اِتنا نہ بیٹھے جتنا اُس میں پڑھا ہے بلکہ اس قدر بیٹھے جتنی دیر میں معتدل قرأت کے ساتھ چار رکعتیں ہو جائیں تو بھی کافی ہے۔

مسئلہ: اگر بیسوں رکعتیں ایک سلام سے پڑھے اور ہر دوگانہ کے بعد التحیات کے مقدار بیٹھا جائے تو بھی بیس رکعت ہو جائیں گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر ہر دوگانہ میں نہ بیٹھا بلکہ بیسویں میں بیٹھا تو دو رکعتیں تراویح میں شمار کی جائیں گی اور باقی نفل ہوں گی۔ (درمختار، طحطاوی)

اگر دسویں رکعت یا کسی اور دوگانہ میں بیٹھا ہے اور پھر بیسویں میں بیٹھا تو قیاس اس کا مقتضی ہے کہ یہ کل چار رکعتیں ہیں۔

مسئلہ: اگر چار چار یا آٹھ آٹھ رکعت کے بعد سلام پھیرے اور ہر دوگانہ کے بعد بقدر

التحیات پڑھنے کے بیٹھتا جائے تو وہ کل رکعتیں شمار کی جائیں گی اور اگر ہر دوگانہ کے بعد التحیات پڑھنے کے قدر نہیں بیٹھا، تو جس دوگانوں کے بعد بیٹھا ہے وہ ایک دوگانہ شمار کیا جائے گا۔ یعنی اگر چار رکعت کے بعد بیٹھا ہے تو بھی دو رکعت ہوئیں اور آٹھ کے بعد بیٹھا ہے تو بھی یہ کل دو رکعت ہوئیں۔ (ردالمحتار، غنیۃ الطالبین)

تراویح کے وقت کا بیان

نمازِ عشاء کے بعد تراویح کا وقت شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک باقی رہتا ہے۔ اس درمیان میں جس وقت چاہے پڑھے خواہ وتر کے قبل ہو یا بعد۔ البتہ وتر سے پہلے پڑھنا افضل ہے۔ (غنیۃ الطالبین وغیرہ)

مسئلہ: اگر تکبیر تحریمہ کے بعد نیت کرے تو بقول صحیح اُس کا کچھ اعتبار نہیں۔

تراویح کی نیّت کا بیان

نیّت دلی ارادے کو کہتے ہیں مگر نماز کی نیّت یہ ہے کہ نماز کا اللہ کے واسطے دل میں ارادہ کرے، زبان سے کہنا ضروری نہیں۔ البتہ اکثر علماء کے نزدیک دلی ارادے کے ساتھ آہستہ الفاظ کہنا مستحب ہے اور باآواز بلند کہنا بالاتفاق ممنوع ہے۔

مسئلہ: تراویح میں اس قدر نیّت کرنا کافی ہے کہ نماز پڑھتا ہوں یا نفل پڑھتا ہوں مگر اس طرح کہنے میں احتیاط ہے کہ تراویح پڑھتا ہوں یا یوں کہے کہ قیام رمضان کرتا ہوں اور اگر مقتدی ہے تو اس کو اقتداء کی نیّت بھی ضروری ہے یعنی یہ کہنا کہ پیچھے اس امام کے۔ اور اگر امام، امام ہونے کی نیّت نہ کرے تو مقتدیوں کی نماز ہو جائے گی مگر امام کو جماعت کا ثواب اُس وقت ملے گا جب یہ امام ہونے کی نیّت کرے گا۔ اس لئے چاہیئے کہ امامت کی نیّت کرے تاکہ جماعت کا ثواب ہاتھ سے نہ جائے (ردالمحتار، غنیۃ الطالبین)

مسئلہ: نیت میں تعدادِ رکعت کا بیان کرنا' جہت قبلہ کا ذکر کرنا ضرور نہیں۔ اگر دو رکعت کی نیّت کرے اور چار رکعت پڑھے یا اس کے برعکس کرے تو نماز میں کسی طرح کا فتور نہیں آئے گا۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ: نیّت اُسی زبان میں کرے جس میں بے تکلف اُس کے معنی کی طرف توجہ ہو سکے اور اُس کو سمجھ سکے۔ بعض اشخاص جو زبان عربی میں نیّت کرتے ہیں باوجودیکہ اُس کے معنی کچھ نہیں سمجھتے ہرگز صحیح نہیں۔ ہاں اگر زبان سے عربی الفاظ کہے اور عمل میں اُس طرح ارادہ بھی کرے جس طرح ابھی بیان کیا گیا تو نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: جس وقت امام تکبیر کہے اُس وقت اقتداء کی نیّت کرنا افضل ہے اور اگر امام نے اب تک تکبیر نہیں کہی مگر مصلّیٰ پر آ کر کھڑا ہو گیا ہے تو اُس وقت بھی اقتداء کی نیت درست ہے۔ (طحطاوی)

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے متصل نیّت کرے اور اگر کچھ پیشتر کرے گا تو بھی درست ہے یہاں تک کہ اگر وضو کرنے میں نماز کی نیّت کی اور بعد میں اس کے کوئی کام ایسا نہیں کیا جس سے نماز جاتی رہتی ہے۔ مثلاً بات چیت' کھانا پینا کچھ نہیں کیا اور آتے ہی تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دی تو نماز میں کسی طرح کا فتور نہیں آئے گا۔ (طحطاوی)

مسئلہ: اگر تکبیر تحریمہ کے بعد نیّت کرے تو بقول صحیح اُس کا کچھ اعتبار نہیں۔

مسئلہ: شروع تراویح میں نیّت کرنا کافی ہے' ہر دُوگانہ کے شروع میں نیّت ضروری نہیں۔ خواہ تنہا پڑھتا ہو یا جماعت سے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: کسی نے عشاء کی نماز فرض اور تراویح اور وتر سب گھر میں پڑھ لئے اور پھر اُس نے تراویح کی جماعت کرائی اور امامت کی نیّت کی تو امام کی نماز مکروہ ہوگی اور مقتدیوں

کی مکروہ نہ ہوگی۔ اور اگر اُس نے امامت کی نیّت نہ کی اور بطور خود نفل پڑھنے لگا اور لوگوں نے اقتداء کر کے تراویح کی نیّت کر لی تو کسی کی نماز مکروہ نہ ہوگی۔ (قاضی خاں)

جماعت تراویح کا بیان

جماعت تراویح سنت مؤکدہ کفایہ ہے مگر اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ سُنّت کفایہ باعتبار تمام شہر کے ہے' یا شہر کے ہر ایک محلہ کے' یا ہر ایک مسجد کے۔ یعنی بعض کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر تمام شہر کی ایک مسجد میں بھی جماعت تراویح ہو جائے تو سارے شہر کے ذمّہ سے یہ سُنّت اُتر جائے گی اور کوئی گنہگار نہ ہوگا۔ اور بعض کے کلام سے یہ پایا جاتا ہے کہ اگر ہر ایک محلّے کے بعض اشخاص پڑھیں گے تو باقی اہل محلہ گنہگار نہ ہوں گے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اگر شہر کی ہر ایک مسجد میں بعض اہل مسجد پڑھ لیں گے تو سُنّت ادا ہو جائے گی' کوئی گنہگار نہ ہوگا۔ ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ طحطاوی میں پہلے قول کو ترجیح دی ہے اور ردالمحتار میں دوسرے قول کو۔ اور یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر پہلے قول کو ترجیح دی جائے تو احتمال قوی ہے کہ اکثر اہلِ شہر جماعت تراویح کی نسبت بہت سُست اور کاہل ہو جائیں گے اور اس شعار اسلام کا ظہور بہت ہی کم ہو جائے گا' اور اگر تیسرے قول کو اختیار کیا جائے تو بے فائدہ تفریق جماعت ہے اور اس شعار کی شوکت میں کمی کرنا ہے کیونکہ تھوڑے تھوڑے آدمی ہر ایک مسجد میں نظر آئیں گے۔ خصوصاً اس زمانہ میں کہ نمازیوں کی قلّت اور مسجدوں کی کثرت ہے۔ بہرحال دوسرا قول اوسط درجہ میں ہے اور خیر الامور اوسطھا کا مصدّاق ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ: تراویح کی جماعت مسجد میں ادا کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں علاوہ ثواب جماعت کے مسجد کا ثواب بھی ملے گا اور جماعت بھی زیادہ ہوگی اور اس شعار اسلام کا اظہار بھی اچھی طرح ہوگا۔ بعض صاحب قرآن شریف ایسا پڑھتے ہیں کہ کہیں کہیں

سوائے یعلمون اور تعلمون کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ایسے اشخاص اس شعر کے مصداق ہوتے ہیں:

گر تو قرآں بدیں نمط خوانی ...... ببری رونق مسلمانی

پھر نہ قومہ ہے' نہ جلسہ ہے' نہ بعد چار رکعت کے جلسۂ استراحت ہے' غرضیکہ امام صاحب نے ریل کا انجن چھوڑ رکھا ہے کہ بغیر چوکی آئے دم نہیں لیتا' ایسے پڑھنے سے نہ امام کو ثواب ملے اور نہ مقتدیوں کو بلکہ گنہگار ہوتے ہیں۔ فقہاء کہتے ہیں کہ تراویح میں بین بین پڑھنا چاہیئے' نہ ایسا ٹھہر کے پڑھے جیسا فرضوں میں پڑھتے ہیں' نہ ایسا جاری کہ مقتدیوں کی سمجھ میں نہ آئے۔ بعض صاحب اگر کچھ ٹھہر کے پڑھتے ہیں تو غلط پڑھتے ہیں۔ ایسے امام کو معین کریں کہ قرآن شریف اچھا پڑھتا ہو اور مسائل ضرورت بھی واقف ہو۔ اگر حیلے سے مسجد کی جماعت چھوڑ دیں گے تو اس شعارِ اسلام کے ظہور میں کمی ہو جائے گی اور مسجد کے ثواب سے بھی محروم رہیں گے۔ واللہ الموفق

مسئلہ: اگر محلّے کی مسجد میں امام اچھا نہ پڑھتا ہو تو وہاں پڑھنا چھوڑ دے اور جہاں اچھا پڑھنے والا ملے وہاں جا کر سُنے۔ اسی طرح اگر امام زیادہ پڑھتا ہے کہ مقتدی کو اُس قدر سُننا گراں گزرتا ہے تو اُسے محلے کی مسجد کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانا درست ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: حافظ کو اُجرت دے کر پڑھوانا مکروہ ہے جیسا کہ اس زمانہ میں بعض مقام پر رواج ہے اور اگر پہلے سے کچھ مقرر نہیں کیا اور بعد ختم کے کچھ دے دیا تو مضائقہ نہیں بلکہ ثواب ہے۔ (ماثبت بالسنۃ۔ عالمگیری)

مسئلہ: افضل یہ ہے کہ تراویح کی بیسوں رکعتیں ایک امام پڑھائے اور اگر دو امام پڑھائیں تو مستحب یہ ہے کہ بعد چار یا آٹھ یا بارہ یا سولہ رکعت کے امام بدلا جائے۔
(عالمگیری)

مسئلہ: اگر دو امام تراویح پڑھائیں اور دوسرا امام اُسی کا اعادہ کرے جو پہلا امام پڑھ چکا ہے تو نماز ہو جائے گی مگر بہتر نہیں ہے کیونکہ سلف سے اس نماز کا معمول اس طرح رہا ہے کہ ایک قرآن پورا کر کے دوسرا شروع کیا کرتے تھے اور جب اس طرح پڑھا کہ ایک ختم قرآن مجید کا پُورا نہ کیا اور دُوسرا قرآن شروع کر دیا۔ خواہ اس طور سے کہ پہلے ہی روز سے آٹھ یا دس رکعت میں ایک حافظ نے پڑھا اور باقی رکعتوں میں دوسرے حافظ نے۔ یا اس طور سے کہ ایک روز ایک حافظ نے پڑھا اور دوسرے روز دوسرے حافظ نے اُسی کا اعادہ کیا تو معمول سلف کے خلاف ہوا اور ایسے فعل کو فقہاء مکروہ لکھتے ہیں۔

مسئلہ: ایک امام فرض پڑھائے اور دوسرا تراویح تو درست ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: اگر ایک مسجد کے کُل نمازیوں نے عشاء کے فرض جماعت سے نہیں پڑھے تو اُن کو تراویح جماعت سے پڑھنا نہ چاہیئے۔ (عالمگیری' درمختار)

مسئلہ: اگر بعض نمازیوں نے عشاء کے فرض جماعت سے پڑھے اور بعض نے تنہا تو سب کو تراویح کی جماعت کرنا درست ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: شروع رکعت تراویح میں بیٹھ کر پڑھنا اور جب امام رکوع کرے تو کھڑے ہو کر رکوع میں شریک ہو جانا مکروہ تحریمی ہے مگر یہ اُس وقت ہے کہ سُستی اور کاہلی کی وجہ سے بیٹھے اور اگر ضُعف وغیرہ کے عذر سے بیٹھا ہے تو مکروہ نہیں۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر بیٹھے سے اُٹھ کر امام کے شریک ہو گیا مگر سیدھا کھڑا ہو کر شریک نہیں ہوا ہے بلکہ جھکا جھکا مل گیا ہے تو نماز نہ ہو گی۔ (ردالمحتار، عالمگیری)

یہاں سے اُن صاحبان کے حال کو قیاس کرنا چاہیئے جو شروع رکعت میں امام کے ساتھ نیت ہی نہیں باندھتے' بیٹھے یا لیٹے رہتے ہیں' جب امام رکوع میں گیا تو جلدی

سے بیٹھے بیٹھے یا کھڑے ہو کر جیسا موقع ملا امام کے ساتھ شریک ہو گئے' ایسے صاحب بلا تردد اس آیت کے مصداق ہیں جو منافقین کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی

یعنی جب نماز کیلئے کھڑے ہوں تو سستی اور کاہلی سے اُن لوگوں کو پورا ختم سننے کا ثواب بھی نہیں ملتا۔

مسئلہ: ایک شخص مسجد میں آیا اور امام کو تراویح پڑھتے پایا تو چاہیئے کہ عشاء کے فرض پڑھ کر جماعت تراویح میں شامل ہو جائے' سنت کو چھوڑ دے (جامع الرموز) لیکن برجندے مختصر الوقایہ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ سنتِ عشاء پڑھ کر تراویح میں شریک ہو۔

شک اور سہو کا بیان

اگر امام نے سلام پھیرا اور بعض مقتدیوں نے کہا کہ تین رکعتیں ہوئیں اور بعض نے کہا کہ وہ ہوئیں تو جس بات کا امام کو یقین ہے اُسی کا اعتبار ہے' یہاں تک کہ تمام مقتدی ایک طرف ہوں اور امام ایک طرف تو امام ہی کے قول کا اعتبار ہے' اور اگر امام کو شک ہے تو جس کا قول امام کے نزدیک معتبر ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر اس امر میں شک ہو کہ اٹھارہ رکعتیں ہوئیں یا بیس تو بقول صحیح وتر کے بعد علیحدہ علیحدہ ایک دوگانہ پڑھ لیں۔ یہ حکم اس تقدیر پر ہے کہ امام اور مقتدی سب کو شک ہو اور اگر امام اور مقتدیوں میں اختلاف ہو اور امام کو اپنی بات کا یقین ہے تو امام ہی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا' اگر اس کے نزدیک بیس ہو گیا تو بیس شمار کی جائیں گی اور اگر اٹھارہ ہوئیں تو اُسی قدر قرار دی جائیں گی۔ مقتدیوں کے قول کی طرف کچھ لحاظ نہ کیا جائے گا' اور اگر امام کو یقین نہیں شک ہے اور مقتدیوں کو اپنے قول پر یقین ہے تو

مقتدیوں کا قول معتبر ہوگا' اور اگر باہم مقتدیوں میں اختلاف ہوا اور امام کو کسی قول پر یقین نہیں ہے تو جس فریق کا قول امام کے نزدیک راجح ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا' اور اگر امام کے نزدیک کسی کے قول کو ترجیح نہ ہو تو اس کا حکم وہی ہے جو پہلی صورت میں بیان کیا گیا۔ یعنی ایک دوگانہ وتر کے بعد علیحدہ علیحدہ پڑھیں۔ (غنیۃ الطالبین)

یہاں سے معلوم ہوا کہ شک کے بارے میں اوّل امام کے علم کا اعتبار ہے۔ پھر مقتدیوں کے علم کا' اور اگر مقتدیوں میں اختلاف ہو تو امام کے نزدیک جس کو ترجیح ہو اُس کا اعتبار ہے اور اگر کسی کو ترجیح نہ ہو تو جس امر میں احتیاط ہو اُس پر عمل کیا جائے۔

مسئلہ: اگر تراویح کا دوگانہ پڑھنا امام اور مقتدی سب بھول گئے' بعد وتر پڑھنے کے یاد آیا تو اُس دوگانہ کو جماعت سے ادا کرنا چاہیئے۔ (غنیۃ الطالبین)

مسئلہ: اگر کوئی شخص تراویح کی دوسری رکعت میں بیٹھنا بھول گیا تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہیں کیا' بیٹھ جائے اور سلام پھیر دے اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ کرنے کے بعد یاد آیا تو اگر اُس نے ایک رکعت اور ملالی تو یہ چاروں رکعتیں ایک دوگانہ تراویح کے قائم مقام ہو جائیں گی۔ ان دونوں صورتوں میں سجدہ سہو کا کرلے اور اگر تیسری رکعت میں سہواً یا قصداً بیٹھ کر سلام پھیر دیا تو بعض کے نزدیک یہ ایک دوگانہ ہو گیا مگر صحیح یہ ہے کہ نہیں ہوا' بلکہ نماز فاسد ہو گئی۔ اس دوگانہ کو پھر پڑھے۔ (عالمگیری، طحطاوی)

متفرق مسائل

مسئلہ: جس طرح اور سُنتوں کی قضا نہیں ہے اسی طرح تراویح کی بھی قضا نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جب تک دوسری تراویح کا وقت نہ آئے قضا کرلے مگر صحیح یہ ہی ہے کہ قضا نہ کرے اور اگر قضا کرے گا تو نفل ہوں گے۔

مسئلہ: جس وقت نیند کا غلبہ ہو تراویح پڑھنا مکروہ ہے نمازی کو چاہیئے کہ نیند کے وقت نماز سے باز رہے جب نیند سے ہوشیار ہو اُس وقت نماز پڑھے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

مسئلہ: دس برس کے لڑکے کے پیچھے بعض فقہاء کے نزدیک تراویح درست ہے مگر صحیح اور مختار یہ ہے کہ نابالغ کے پیچھے درست نہیں اور اگر سب مقتدی بھی نابالغ ہوں تو نابالغ کی امامت درست ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

مسئلہ: اگر کوئی عالم فقیہ حافظِ قرآن ہے تو افضل یہ ہے کہ وہی امام بنے' دوسرے حافظ کے پیچھے جو عالم نہ ہو تراویح نہ پڑھے۔ (قاضی خاں)

نماز وتر کا بیان

رمضان شریف میں وتر جماعت سے پڑھنے افضل ہیں اور سوائے رمضان کے اور ایام میں جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔

(قاضی خاں' صغیری' شرح الیاس' مستخلص)

مسئلہ: اگر مسجد کے تمام نمازیوں نے تراویح کی جماعت نہ کی ہو تو وتر کی جماعت نہ کریں۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: اگر کسی نے تمام تراویح یا بعض رکعتیں جماعت سے نہیں پڑھیں اور فرض جماعت سے پڑھیں تو وتر جماعت سے پڑھنا درست ہے اور اگر فرض جماعت سے نہیں پڑھے خواہ تراویح جماعت سے پڑھی یا نہ پڑھی ہو تو وتر جماعت سے نہ پڑھے۔ (ردالمحتار)

رمضان کی آمد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خطبہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہِ شعبان کی آخری

تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک خُطبہ دیا۔ اُس میں آپ نے فرمایا "اے لوگو! ہم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ اَفگن ہو رہا ہے' اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شبِ قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے' اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہِ خُداوندی میں کھڑا ہونے (یعنی نماز تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرّر کیا ہے (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا ہے) جو شخص اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قُرب حاصل کرنے کیلئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا اور اس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستّر فرضوں کے برابر ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنّت ہے۔ یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے' جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کیلئے) افطار کرایا تو اُس کیلئے گناہوں کی مغفرت اور آتشِ دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہو گا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔

آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غُرباء اس عظیم ثواب سے محروم رہیں گے؟) آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دُودھ کی تھوڑی سی لسّی پر یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا دے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے اِرشاد فرمایا کہ) اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلا دے' اُس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا' جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی تا آنکہ وہ جنّت میں پہنچ جائے گا۔ (اس کے بعد آپ

نے فرمایا) اس ماہِ مُبارک کا ابتدائی حصّہ رحمت ہے اور درمیانی حصّہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتش دوزخ سے آزادی ہے۔ (اس کے بعد آپ نے فرمایا) اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام و خادم کے کام میں تخفیف اور کمی کر دے گا' اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے دے گا۔ (مشکوٰۃ کتاب الصوم)

حضرت معاذ بن زہرہ تابعی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار فرماتے تھے تو کہتے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ

اے اللہ! میں نے تیرے ہی واسطے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا۔ (سنن ابی ابوداؤد)

شبِ قدر کی خاص دُعا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راویت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے بتایئے کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کون سی رات شبِ قدر ہے تو میں اس رات اللہ سے کیا عرض کروں اور کیا دعا مانگوں ؟

آپ نے فرمایا یہ عرض کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اے میرے اللہ! تو بہت معاف فرمانے والا اور بڑا کرم فرما ہے اور معاف کر دینا تجھے پسند ہے۔ پس تو میری خطائیں معاف فرمادے۔

(مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

نماز سب وظیفوں کا مجمُوعہ ہے

دن اور رات میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں' اور نماز کی دن اور رات میں

اڑتالیس رکعت ہیں، چوبیس رکعت دن کی نمازوں اور چوبیس رکعت رات کی نمازوں کی تو گویا اڑتالیس رکعت نماز میں دو گھنٹے خرچ ہوتے ہیں اور بڑے اطمینان کے ساتھ یعنی غسل، وضو، اذان، تکبیر، جماعت کی نماز میں دو ہی گھنٹے خرچ ہوتے ہیں۔ یہی وہ دو گھنٹے ہیں جو آخرت میں کام آئیں گے۔

باقی رہے رات دن کے بائیس گھنٹے یہ دنیوی کام کاج کیلئے اور آرام وراحت کیلئے بہت کافی ہیں۔ اگر کوئی مسلمان یہ دو گھنٹے خرچ نہ کرے تو پھر چوبیس کے چوبیس گھنٹے برباد اور زندگی، دین ودُنیا برباد ہو جاتی ہے اور تمام آفتوں اور مصیبتوں کے حق دار ہو جاتے ہیں۔

اگر نماز پابندی سے پڑھی جائے تو

ایک ماہ کی نماز جمعوں کو ملا کر ایک ہزار چار سو اڑتالیس رکعت ہوتی ہے۔ ایک سال کی نماز جمعوں اور عیدوں کی نمازوں کو ملا کر سترہ ہزار نو سو اسی رکعت ہوتی ہے، پانچ برس سات ماہ میں ایک لاکھ رکعت نماز جمعوں اور عیدوں کی نماز کے ساتھ ہو جاتی ہیں۔

نمازی اپنی پانچوں نمازوں میں ایک دن میں پینسٹھ مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم تین سو اٹھائیس مرتبہ اللہ اکبر، سترہ مرتبہ سبحانک اللھم سترہ مرتبہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اڑتالیس مرتبہ الحمد، اکتالیس مرتبہ قل ھو اللہ احد، ایک سو چوالیس مرتبہ سبحان ربی العظیم۔ اڑتالیس مرتبہ سمع اللہ لمن حمدہ۔ اڑتالیس مرتبہ ربنا لک الحمد۔ دو سو اٹھاسی مرتبہ سبحان ربی الاعلی۔ پچیس مرتبہ التحیات، سترہ مرتبہ درود شریف، سترہ مرتبہ ربنا اتنا فی الدنیا یا رب اجعلنی۔ ایک مرتبہ دعائے قنوت پڑھتا ہے۔

ان سب جملوں اور کلموں کی تعداد چودہ ہے یا ایک نمازی کے یہ چودہ وظیفے

ہیں جو روزانہ پڑھنے میں آتے ہیں اور ان چودہ وظیفوں کو ملا کر نمازی کا ایک عمل ہو جاتا ہے اور یہ عمل پانچوں نمازوں میں ایک ہزار چوالیس مرتبہ پڑھنے میں آتا ہے۔ تو گویا نمازی نماز کا اور اس عمل کا عامل ہو جاتا ہے جو تمام زندگی اور آخرت میں کام آتا ہے۔ افسوس آج کل لوگ وظائف پوچھتے ہیں اور نماز جو تمام وظائف کو جمع کرنے والی ہے اس سے غافل رہتے ہیں بلکہ نماز پڑھنے والوں کی۔ بعض بے باک ہنسی اڑاتے ہیں اور پھر اپنے آپ مسلمان بھی کہلاتے ہیں۔

المرتبہ: علی احمد سندیلوی

۹ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ بروز بدھ پانچ بجے

قبل نمازِ فجر ۱۹۹۲ء۔۱۔۱۵

============

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان المبارک اور شبِ قدر کے احکام و مسائل

بفیضانِ نظر:

فیضانِ مفتی اعظم

شیخ الحدیث ابو العلاء محمد عبد اللہ قادری اشرفی

ناظم دار العلوم جامعہ حنفیہ (رجسٹرڈ) قصور

مصنف:

محمد بشیر القادری، بیک پوری تحصیل و ضلع قصور

ماہِ رمضان اور ہمارے فرائض

ربّانی فیوض و برکات اور رُوحانی موسمِ بہار کا یہ مقدّس مہینہ ہمیں مندرجہ ذیل فرائض یاد دلاتا ہے۔

۱۔ یہ تقویٰ کا مہینہ ہے اور پرہیزگاری کے ایّام ہیں۔ اس ماہِ مُبارک کا ایک ایک سیکنڈ ہمیں یادِ الٰہی و عبادتِ خُداوندی میں گزارنا چاہیئے۔ جھوٹ' فریب' دھوکہ اور تمام بدیوں سے پرہیز بلکہ ہمیشہ کیلئے دَست کَش ہُو جانا چاہیئے۔ سال کے بعد یہی ایک مہینہ آتا ہے جس میں ہمارے صبر و استقلال کا امتحان لیا جاتا ہے اور یہ جانچا جاتا ہے کہ مسلمان کہاں تک اپنے ربّ العالمین کے احکام کی بجا آوری کرتے ہیں۔

۲۔ سینما ہمارے مُلک میں ایک نہایت ہی خطرناک اور نقصان دہ چیز ہے۔ مسلمانوں کا فرضِ مَذہبی ہے کہ وہ کم از کم اس ماہ مبارک کے احترام میں سینما نہ جائیں اور ان مخصوص ایّام مبارکہ میں سینما کا بائیکاٹ کر دیں اور اس کی جگہ قُرآنِ حکیم کی تلاوت' بزرگانِ دین کے حالات اور اسلامی اور دینی تاریخ کے پڑھنے میں اپنا سارا وقت گزار دیں۔

ماہِ رمضان میں بازاروں میں علی الاعلان کھانے پینے والے مسلمان نہایت ہی ذلیل حرکت کے مرتکب ہیں' نہ ان کو قہرِ الٰہی کا خوف ہوتا ہے اور نہ روزہ داروں کی شرم۔ ہم ایسے بدنصیب مسلمانوں سے گزارش کرتے ہیں کہ اوّل تو وہ روزہ رکھیں اور خُداوندِ قدّوس کے احکام کی پابندی کریں اور اگر العیاذ باللہ انہوں نے یہ فیصلہ ہی کر لیا ہے تو کم از کم اتنی تو شرم کریں کہ بازاروں میں علی الاعلان نہ کھائیں' بلکہ گھر میں چھپ کر اپنا دوزخ بھریں۔

۱۔ مالکان ہوٹل پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ماہِ رمضان کا پُورا پُورا احترام کریں اور سحری و افطاری کے اوقات کے علاوہ دن میں اپنے ہوٹل قطعاً بند کر دیں' کمانے اور

روپیہ حاصل کرنے کیلئے گیارہ مہینے بہت ہیں، اگر ایک ماہ صرف دن میں ہوٹل بند رکھے جائیں گے تو ان کی روزی میں انشاءاللہ کسی قسم کی کمی نہ آئے گی۔ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ اس ماہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ بلکہ اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو دن میں ہوٹل والوں کو کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ سحری وافطاری کے وقت جو آمدنی ہوتی ہے وہ دن کی آمدنی سے کم نہیں ہوسکتی۔

۲۔ نیز شربت اور پان سگریٹ کی دوکان کرنے والوں کو بھی چاہیئے کہ وہ ماہِ مبارک کا احترام کریں اور دن میں اپنی دوکان بند رکھیں۔

۳۔ ہر مسجد میں تراویح کی جماعتیں باقاعدگی کے ساتھ ہونی چاہئیں۔ ہر محلہ کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ نمازِ تراویح کیلئے حُفّاظ کی خِدمات حاصل کریں۔

رَمَضَانُ الْمُبَارک کی اِسلامی خصُوصیات

اور اُس کے احکام و مسائل

رَمَضَانُ الْمُبَارک کا خُطْبَہ

رحمتِ عالم نُورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ماہِ شعبان کی آخری تاریخ میں خُطبہ دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

اے لوگو! عنقریب تمہارے پاس ایک عظیم برکت والا مہینہ آرہا ہے' جس میں شبِ قدر ہوگی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض فرمائے اور اس کی رات میں نماز پڑھنا سُنّت۔ جو شخص اس مہینے میں نیکی کا کام کرے گا تو اتنا ثواب پائے گا جتنا دوسرے مہینوں میں فرض ادا کرنے پر ملتا ہے اور جس نے اس مہینے میں فرض ادا کیا تو اِتنا ثواب ملے گا کہ جتنا دوسرے مہینے میں ستّر فرض ادا کرنے پر ملتا ہے' یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا ثواب جنّت ہے اور یہ مہینہ مال و جسم کے ساتھ غمخواری کرنے کا ہے اور اس مہینے میں مومن کا رزق زیادہ کردیا جاتا ہے' جو اس مہینے میں روزہ دار کا روزہ کھلوائے تو اس کے گناہوں کیلئے مغفرت ہے اور اس کی گردن آگ سے آزاد کردی جائے گی اور روزہ کھلوانے والے کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا کہ روزہ رکھنے والے کو بغیر اس کے کہ اس کے اجر میں سے کچھ کم ہو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا' جس سے روزہ کھلوائے۔ اِرشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اُس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دُودھ یا ایک کھجور سے روزہ کھلوائے اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا' اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے پلائے کہ کبھی پیاسا نہ ہوگا یہاں تک کہ جنّت میں داخل ہوجائے۔ یہ وہ مہینہ ہے کہ اس

کے اوّل میں رحمت کا نزول ہوتا ہے اور درمیان میں مغفرت ہوتی ہے اور آخر میں جہنم سے آزادی دی جاتی ہے"۔ (مشکوٰۃ کتاب الصوم، تیسری فصل)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سردارِ انبیاء حبیب خُدا علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا "میری اُمّت کو رمضان میں پانچ چیزیں عطا ہوئیں کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں۔

اوّل: یہ کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر فرماتا ہے اور جس کی طرف نظر فرمائے گا اس پر کبھی عذاب نہ کرے گا۔

دوم: یہ کہ شام کے وقت ان کے مُنہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک سے زیادہ اچھی ہے

سوم: یہ کہ ہر دن اور رات میں فرشتے ان کیلئے استغفار کرتے ہیں۔

چہارم: یہ کہ اللہ تعالیٰ جنّت کو حکم فرماتا ہے کہ تیار ہو جا' میرے بندوں کے لئے آراستہ ہو جا' قریب ہے کہ دُنیا کی کلفت سے آکر یہاں آرام کریں۔

پنجم: یہ کہ جب آخری رات ہوتی ہے تو ان سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ کسی نے عرض کیا: کیا وہ رات شبِ قدر ہے؟ فرمایا: نہیں' بلکہ کام کرنے والے جب کام سے فارغ ہوتے ہیں اس وقت مزدوری پاتے ہیں۔ (بیہقی شریف)

آقائے نامدار مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ماہِ رَمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جِن قید کر لئے جاتے ہیں اور جہنّم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور مُنادی پکارتا ہے "اے خیر کے طلب کرنے والے متوجّہ ہو اور اے شر کے چاہنے والے باز رہ"۔

اس حدیث پر ایک سوال: شیطان کے بہکانے سے آدمی گناہ کرتا ہے۔

اے اگلے صفحہ کی پہلی دو لائنیں

(مشکوٰۃ کتاب الصوم پہلی فصل، بخاری کتاب الصوم باب ھل یقال رمضان او شھر رمضان، ترمذی ابواب الصوم باب ماجاء فی فضل شھر رمضان، ابن ماجہ)

اور جب حدیث شریف کے مطابق، شیطان قید کر لئے گئے تو چاہیئے کہ رمضان المبارک میں کسی آدمی سے کوئی گناہ صادر نہ ہو۔

جواب: گناہ کے صدور میں شیطان کی طرح انسان کے نفسِ امّارہ کو بھی دخل ہے۔ شیطانوں کے قید ہونے کے بعد نفسِ امّارہ کی مداخلت گناہ صادر ہوتے ہیں مگر شیاطین کے مقیّد ہونے ہی کا اثر ہے کہ رمضان المبارک میں گناہوں کی کمی ہوتی ہے، نیک اعمال کی جانب طبیعتیں راغب ہو جاتی ہیں۔ اگر نفسِ امّارہ بھی مقیّد ہوتا تو گناہ بالکل مسدود ہو جاتے چنانچہ جو حضرات اپنے نفس پر قابو پا لیتے ہیں، ان سے اصلاً گناہ صادر نہیں ہوتے۔ اگرچہ شیاطین آزاد ہیں۔

اشرفِ انبیاء محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ماہ رمضان میں ذِکرِ خیر کی مجلس میں حاضر ہوگا تو ہر قدم پر ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا اور روزِ قیامت میرے ساتھ عرش کے نیچے ہوگا اور جو شخص رمضان میں جماعت کی پابندی اختیار کرے گا تو ہر رکعت کے بدلے نُور کا ایک شہر پائے گا اور جو شخص حسبِ وُسعت اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف کمال مہربانی اور رحمت کے ساتھ نظر فرمائے گا اور میں اس کا ضامن ہوں گا جو عورت رمضان میں اپنے شوہر کی رضامندی طلب کرے گی تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت مریم اور حضرت آسیہ کی مانند ثواب پائے گی اور جو رمضان میں مسلمان کی ضرورت پُوری کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دس لاکھ ضرورتیں پُوری فرمائے گا اور جو شخص رمضان میں عیال دار فقیر پر صدقہ کرے تو دس لاکھ نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گے اور دس

لاکھ خطائیں نامہ اعمال سے مٹادی جائیں گی اور اس کے دس لاکھ دَرجے بلند ہوں گے۔

سیّدِ عالم رسولِ معظّم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مومن ماہِ رمضان میں سو کر بیدار ہوتا اور کروٹ بدلتا اور ذکرِ الٰہی کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ کھڑا ہو جا' اللہ تجھ پر رحم فرمائے جب کھڑا ہوتا ہے تو بستر اس کیلئے دُعا کرتا ہے کہ اے اللہ! اس کو جنّت میں بستر عطا فرما اور جب کپڑا پہنتا ہے تو وہ دُعا کرتا ہے کہ اے اللہ! اس کو بہشتی پوشاک مرحمت فرما اور جب جُوتا پہنتا ہے تو وہ دُعا کرتا ہے کہ اے اللہ! اس کو پُل صراط پر ثابت قدم رکھ اور جب وضو کا برتن لیتا ہے تو وہ دُعا کرتا ہے کہ اے اللہ! اس کو جنتی کُوزے عطا فرمانا اور جب وضو کرتا ہے تو پانی دُعا کرتا ہے کہ اے اللہ! اس کو گناہوں اور خطاؤں سے پاک فرمادے اور جب اپنے مولیٰ کے سامنے نماز کی نیّت باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے تو جائے نماز دُعا کرتی ہے کہ اے اللہ! اس کی قبر کو کشادہ اور لحد کو منوّر فرمادے اور مولیٰ تعالیٰ اس کی طرف نظر کر کے فرماتا ہے اے بندے تو دعا کر اور میں قبول فرماؤں۔

(نزہۃ المجالس وغیرہ)

رمضان کا چاند:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرورِ کائنات' افضلِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا" جو بندۂ مُومن پہلی شب کا چاند دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے پھر سورۃ فاتحہ سات مرتبہ پڑھے تو اس مہینے میں اللہ تعالیٰ آنکھ کی شکایتوں سے محفوظ رکھے گا۔ مولائے مُشکل کُشا شیرِ خُدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ پُرنُور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب تم پہلی شب کا چاند دیکھو اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھو: الحمد لله الذی خلقنی وخلقک وقدر لک منازل و جعلک آیة للعالمین ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے فرشتو! تم گواہ رہو کہ میں

نے اس بندے کو جہنم سے آزاد فرمایا۔

فخرِ آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلی رات کا چاند ملاحظہ فرماتے تو یہ دُعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ. (ترمذی شریف وغیرہ)

یہ دُعائیں رمضان کے چاند کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر ماہ کے چاند کو دیکھ کر ان میں سے جو دُعا چاہے پڑھے۔

رمضان کے روزے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو ایمان کی وجہ سے اور ثواب کیلئے رمضان کا روزہ رکھے گا اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو ایمان کی وجہ سے اور ثواب کیلئے رمضان کی راتوں کا قیام کرے گا اس کے بھی اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے''۔ (بخاری کتاب الصیام باب فضل من قام رمضان، بخاری کتاب الصوم باب من صام رمضان ایماناً واحتساباً ونیۃً، مشکوٰۃ کتاب الصّوم پہلی فصل، ترمذی ابواب الصّوم باب ماجاء فی فضل شھر رمضان)

رسولِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم اِرشاد فرماتے ہیں ''آدمی کے ہر نیک کام کا بدلہ دس سے سات سو تک دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مگر روزہ میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش اور کھانے کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے۔ روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں، ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے ربّ سے ملنے کے وقت اور روزہ دار کے مُنہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک سے زیادہ پاکیزہ ہے اور روزہ سپر ہے اور جب کسی کے روزہ کا دن ہو تو نہ بیہودہ بکے اور نہ چیخے اور اگر اس سے کوئی گالی گلوچ کرے یا لڑنے پر آمادہ ہو تو کہہ دے، میں روزہ دار ہوں۔

(متفق علیہ، مشکوٰۃ کتاب الصّوم، بخاری، کتاب الصوم باب فضل الصّوم)

شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال سات قسم کے ہیں۔ دو عمل واجب کرنے والے اور دو کا بدلہ ان کے برابر ہے اور ایک عمل کا بدلہ دس گناہ اور ایک عمل کا معاوضہ سات سو ہے اور ایک وہ عمل ہے جس کا ثواب اللہ ہی جانے، وہ دو عمل جو واجب کرنے والے ہیں ان میں ایک یہ کہ جو خُدا سے اس حال میں ملے کہ خالص اس کی عبادت کرتا تھا، اس کیلئے جنّت واجب ہے۔

دُوسرا عمل یہ کہ جو خُدا سے اس حال میں ملا کہ اس نے شرک کیا ہے تو اس کیلئے جہنّم واجب ہے اور جس نے برائی کی اس کو اسی قدر سزا دی جائے گی اور جس نے نیکی کا ارادہ کیا مگر عمل نہ کیا تو اس کو ایک نیکی کا بدلہ دیا جائے گا اور جس نے نیکی کی اسے دس گناہ ثواب ملے گا اور جس نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا، اس کو سات سو کا ثواب ملے گا۔ ایک روپے کا ثواب سات سو روپے اور ایک اشرفی کا ثواب سات سو اشرفیاں اور روزہ اللہ کیلئے ہے، اس کا ثواب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (طبرانی شریف)

مالی یا بدنی تمام عبادتیں یا تو دیکھنے میں آتی ہیں یا سُننے میں۔ اسی واسطے ان میں ریا آسکتی ہے اور جب کسی عبادت میں ریا آئی تو وہ اللہ کیلئے نہ رہی مگر روزہ ایسی عبادت ہے کہ نہ دیکھنے میں آئے، نہ سُننے میں۔ لہٰذا اس میں ریا نہیں آسکتی اور جب ریا نہیں آسکتی تو اللہ ہی کیلئے رہا، اسی واسطے مذکورہ بالا حدیث میں فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے اور اسی خصوصیّت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے روزہ کی شرافت و عظمت ظاہر کرنے کے واسطے فرمایا "اس کی جزا میں دوں گا"۔ ورنہ ہر عمل کی جزا دینے والا اللہ ہی ہے۔

روزے کب اور کس طرح فرض ہوئے:

نماز اور زکوٰۃ کی فرضیّت کے بعد ۱۰ شعبان المعظم ۲ھ میں اس مبارک مہینے

کے روزے فرض ہوئے۔ اس سے پیشتر عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ فرض تھا پھر اس کے بجائے ہر مہینے میں تین یوم یعنی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے فرض ہوئے، جن کو ایام بیض کہتے ہیں پھر ان کی بجائے رمضان کے روزے فرض ہوئے لیکن اختیار دیا گیا تھا کہ اگر روزہ نہ رکھے تو ہر روزہ کے فدیہ میں کسی مسکین کو نصف صاع جو ادا کرے پھر بھی روزہ رکھنا بہتر قرار دیا تھا، کچھ زمانے کے بعد یہ اختیار منسوخ ہوا اور روزہ رکھنا لازم قرار دے دیا گیا مگر اس طرح کہ دن اور رات دونوں میں روزہ ہوتا ہے، صرف غروب آفتاب سے نماز پڑھنے یا سونے تک کھانے پینے اور ہم بستر ہونے کی اجازت تھی، اگر عشاء سے پہلے آدمی سو جاتا تو اب بھی یہ تینوں باتیں حرام ہو جاتیں۔

ایک مرتبہ حضرت عُمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بعد نمازِ عشاء اپنے مکان پر پہنچے، خوشبو محسوس ہوئی جس سے قلب میں انبساط اور قویٰ میں انتشار پیدا ہوا۔ اہلیہ محترمہ سے ہم بستر ہو گئے۔ فارغ ہونے کے عدولِ حکمی کے احساس سے طبیعت متاثر ہوئی، اپنے نفس پر ملامت فرمانے لگے اور رُوتے ہوئے بارگاہِ شفیع المذنبین میں حاضر ہوئے۔ واقعہ عرض کیا، یہ سُن کر مجلس میں کچھ اور حضرات بھی کھڑے ہو کر معذرت پیش کرنے لگے، جن سے اس قسم کا اِرتکاب ہوا تھا۔ اس پر وحی نازل ہوئی اور پُوری شب میں ہم بستر ہونا حلال فرما دیا گیا۔

قیس بن حرمہ انصاری رضی اللہ عنہ کا روزہ تھا۔ مدینہ شریف کے باغات میں مزدوری کرتے تھے، شام کو کچھ کھجوریں لے کر مکان پر آئے اور اہلیہ سے کہا کہ ان کے بدلے میں کسی سے آٹا لے لو۔ وہ پڑوس میں آٹا بدلنے گئیں، یہ تھکے ہارے لیٹتے ہی فوراً آنکھ لگی اور سو گئے، جب وہ واپس آئیں اُنہیں سوتا دیکھ کر افسوس کرنے لگیں اور کہا کہ نامراد رہے، کسی طرح رات گزری، صبح ہوئی مگر ان کی حالت درست رہی۔ دوپہر ہوئی تو

بے ہوش ہو گئے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا گیا' وحی آئی اور غروب آفتاب سے آخر شب تک کھانا پینا حلال کر دیا گیا۔ (تفسیر احمدی وغیرہ)

روزہ تین قسم کا ہوتا ہے:

اوّل: عام لوگوں کا روزہ: وہ یہ ہے کہ کھانا پینا اور جماع کرنا ترک کر دیا جائے۔

دوم: خاص لوگوں کا روزہ: وہ یہ ہے کہ کان' آنکھ' زبان' ہاتھ پاؤں اور باقی اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھے۔ ان کی تکمیل چھ چیزوں سے ہوتی ہے۔ پہلی یہ کہ آنکھ کو مذموم و مکروہ اور ہر اس چیز سے بچائے جو ذکرِ الٰہی سے روکتی ہو۔ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں "بُری چیز شیطان کے زہر آلود تیروں سے ایک ہے جو بُری نظر کو خوفِ الٰہی سے چھوڑے گا تو اللہ تعالیٰ ایسا ایمان عطا فرمائے گا جس کی حلاوت قلب میں محسوس ہو گی"۔

دوم: یہ کہ زبان کو بکواس' جھوٹ' غیبت' فحش گوئی سے محفوظ رکھے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے عہدِ پاک میں دو عورتوں نے روزہ رکھا' دن کے آخری حصّہ میں بھوک اور پیاس نے اس قدر ستایا کہ جان پر بن گئی۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آدمی بھیج کر روزہ توڑنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے ایک پیالہ بھیجا اور حکم دیا کہ جو کچھ ان دونوں نے کھایا ہے' اس کو اس پیالے میں قے کر کے نکال دیں۔ چنانچہ ایک نے قے کی تو قے میں آدھا خالص تازہ خون تھا اور آدھا تازہ گوشت اور دوسری عورت نے بھی اسی طرح قے میں خون اور گوشت ڈالا۔ لوگوں کو اس سے تعجب ہوا تو سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں عورتوں نے روزہ رکھا اور اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کے استعمال سے اپنے آپ کو بچایا مگر اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کا ارتکاب کیا۔ ان میں سے ایک دوسرے کے پاس جا کر بیٹھی اور دونوں نے مل کر لوگوں کی غیبت کی۔ کسی آدمی کی غیبت کرنا' اس کا گوشت کھانا ہے۔ یہ گوشت جو قے میں نکلا وہی غیبت ہے۔

سوم: یہ کہ کان کو ہر مکروہ اور ناجائز آواز کے سُننے سے بچائے۔ اگر کسی مجلس میں غیبت ہوتی ہو تو وہاں سے اُٹھ جائے، ورنہ یہ بھی گنہگار ہوگا۔ حدیث میں فرمایا کہ غیبت کرنے والا اور سُننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

چہارم: یہ کہ بقیہ اعضاء کو گناہوں سے اور پیٹ کو مُشتبہ کھانے سے محفوظ رکھے۔

پنجم: یہ کہ بروقتِ افطار اتنا نہ کھائے کہ پیٹ تن جائے کہ ایسا پیٹ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض تر ہے۔ علاوہ ازیں روزے کا فائدہ جو کہ کسرِ شہوت تھا، اصل صورت میں حاصل ہوگا۔

ششم: یہ کہ افطار کے بعد قلب، خوف اور اُمید کے درمیان رہے۔ کیا معلوم کہ اس کا روزہ اللہ کے نزدیک مقبول ہوا اور یہ مقربین سے ہوگا یا اس کا روزہ درجہ مقبولیت کو نہ پہنچا اور یہ مردود بارگاہ ہوا۔

ہفتم: خالص الخالص حضرات کا روزہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام باتوں کے علاوہ قلب دُنیوی خیالات سے پاک رہے اور قلب میں ماسوا اللہ کا خیال نہ آنے پائے۔ ایسا روزہ انبیاء، صدیقین اور مقربین کا ہوتا ہے، کسی بزرگ نے اسی چیز کو اپنے الفاظ میں یوں فرمایا اَلدُّنْیَا یوم ولنا فیھا صوم دُنیا کی عُمر ایک دِن ہے اور ہم اس میں روزے سے ہیں۔ (احیاء العلوم)

رمضان کے روزے کا احترام:

اولیائے کرام میں بعض قدسی نفوس ایسے گزرے ہیں، جنھوں نے زمانہ شیر خوارگی میں بھی ماہِ رمضان کا احترام فرمایا ہے۔ مخدوم جہانیاں قدس سرہٗ بعد تحصیل کمالات جب اپنے مکان پر تشریف لائے تو آپ کے والد بزرگوار میر سیّد احمد نامی زندہ

تھے اور والدہ ماجدہ انتقال فرما چکی تھیں۔ ایک دن والد صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ نکاح فرما لیجئے۔ انہوں نے فرمایا میں کنارۂ گور تک پہنچ چکا ہوں' اس وقت نکاح کیا مناسب ہوگا؟ مخدوم نے عرض کیا آپ کی پشت مبارک میں ایک قطب ہیں' نکاح ضرور کرنا چاہیئے۔ پھر انہوں نے فرمایا مجھ کو اس ضعیفی اور پیری میں کون قبول کرے گا۔ مخدوم نے عرض کیا کہ میں کہیں نسبت لگاؤں گا' مخدوم کی نانی صاحبہ حیات تھیں اور ان کی ایک صاحبزادی تھیں' جن کی شادی نہ ہوئی تھی' مخدوم جہانیاں اپنی نانی صاحبہ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میری خالہ کو میرے والد کے نکاح میں دیجئے۔

انہوں نے فرمایا کہ تمہارے والد سن رسیدہ اور ضعیف ہیں اور تمہاری خالہ کمسن اور نوجوان ہیں' کس طرح ان کے نکاح میں دے دوں۔ مخدوم نے فرمایا میرے کہنے سے دے دیجئے۔ انہوں نے فرمایا اس شرط سے دے سکتی ہوں کہ فرزند پیدا ہو جو تمہاری طرح قطبِ کونین ہوگا۔ چنانچہ اس شرط سے نکاح واقع ہوا اور تھوڑے ہی زمانہ میں مخدوم کی خالہ حاملہ ہوئیں اور آپ کے والد ماجد میر سیّد احمد انتقال فرما گئے۔

مدّتِ حمل پوری ہونے پر صاحبزادے پیدا ہوئے۔ مخدوم کی خدمت میں اطلاع پیش کی گئی' فرمایا ان کا نام سیّد محمد ہے اور عُرف سیّد راجو قتّال' نگرانی کے ساتھ ان کی پرورش کی جائے۔ عرض کیا گیا کہ والدہ کا دودھ نہیں پیتے۔ فرمایا کہ وہ قطب ہیں' تنہا نہ پئیں گے۔ دوسرا بچہ لاؤ ایک جانب وہ پیئے تو اُس وقت دوسری جانب سے یہ پئیں گے۔ شیر خوارگی کی پوری مدّت میں میر سیّد راجو قتال نے کبھی تنہا دودھ نہ پیا۔ ایک دن مخدوم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ دوسرا بچہ بھی موجود ہے مگر میر سیّد راجو قتال دودھ نہیں پیتے۔ مخدوم جہانیان نے فرمایا کہ وہ قطب ہیں' ماہِ رمضان کا احترام فرماتے ہیں' دن میں نہ پئیں گے' شب میں نوش فرمائیں گے۔ قطب الاقطاب غوثِ اعظم سیّدنا

عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی نے بھی ماہِ رمضان المبارک آنے پر دن میں دودھ پینا ترک فرمادیا تھا۔ (سبع سنابل شریف وغیرہ)

ایک مجوسی نے اپنے لڑکے کو دیکھا کہ رمضان المبارک میں مسلمانوں کے سامنے کچھ کھا رہا ہے۔ اِس بناء پر اُس کو مارا اور کہا کہ مُسلمانوں کے سامنے رمضان کے احترام کا لحاظ نہ کیا۔ اسی ہفتہ میں اس مجوسی کا انتقال ہوگیا۔ ایک عالِم باعمل نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنّت میں ہے' حیرت سے فرمایا کہ کیا تو مجوسی نہ تھا؟

کہاں ہاں' مگر موت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اسلام سے مشرّف فرمایا۔ اس لئے کہ میں نے ماہِ رمضان کا احترام کیا تھا۔ (نزہۃ المجالس)

تراویح

مسئلہ: مرد وعورت سب کیلئے بالاجماع سُنّتِ مؤکّدہ ہے۔

تراویح اِس کا ترک جائز نہیں۔ (دُرِّمختار وغیرہ) اِس پر خُلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے مداومت فرمائی اور سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری سُنّت اور خُلفائے راشدین کی سُنّت کو اپنے اُوپر لازم سمجھو۔

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، دوسری فصل)

اور خُود حضور نے بھی تراویح پڑھی اور اسے بہت پسند فرمایا جیسا کہ سابق میں امام بخاری۔ (کتاب الصوم باب فضل من قام رمضان) کی بیان کردہ حدیث سے ظاہر ہے لیکن اس اندیشے سے کہ اُمّت پر فرض نہ ہو جائے' ترک بھی فرمائی۔ پھر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ رمضان میں ایک رات مسجد میں تشریف لے گئے اور لوگوں کو مُتفرق طور پر نماز پڑھتے پایا' کوئی تنہا پڑھ رہا ہے' کسی کے ساتھ کچھ لوگ پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا' میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان سب کو ایک امام کے ساتھ جمع کردوں تو بہتر ہے۔ چنانچہ سب

کو ایک امام ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ اکٹھا کر دیا پھر دُوسرے دن تشریف لے گئے ملاحظہ فرمایا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے تراویح پڑھتے ہیں۔ فرمایا نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ یہ اچھی بدعت ہے۔ (ابوداؤد باب فی قیام شھر رمضان، مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب قیام شھر رمضان، تیسری فصل، بخاری، کتاب الصیام باب فضل من قام رمضان)

مسئلہ: تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور یہی احادیث سے ثابت ہے۔ بیہقی (جلد۲، ص ۴۹۶) نے بسند صحیح حضرت صائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ لوگ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے زمانے میں بھی یُونہی تھا' نیز اس کے بیس رکعت ہونے میں یہ حکمت ہے کہ فرائض اور واجبات کی اس سے تکمیل ہوتی ہے اور کُل فرض اور واجب کی ہر روز بیس رکعتیں ہیں۔ لہٰذا مناسب ہے کہ بیس ہوں تاکہ مکمل اور مکمل برابر ہو جائیں۔

مسئلہ: ہر چار رکعت پر اتنی دیر بیٹھنا مستحب ہے جتنی دیر میں چار رکعتیں ادا ہو سکیں۔ پانچویں تراویح اور وتر کے درمیان اگر بیٹھنا لوگوں پر گراں ہو تو اس بیٹھنے میں یہ اختیار ہے کہ چپکا بیٹھا رہے' یا درود شریف پڑھے یا تسبیح پڑھے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِکَةِ وَالرُّوْحِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَنَسْئَلُکَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ۔

ترجمہ: پاک ہے مُلک و ملکوت والا' عزت و بزرگی والا' اور بڑائی اور جبروت والا' پاک ہے بادشاہ' جو زندہ ہے' نہ سوتا ہے' نہ مرتا ہے' پاک مقدس ہے' فرشتوں اور رُوح کا مالک'

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اللہ سے ہم مغفرت چاہتے ہیں۔ اے اللہ! تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور جہنم سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ (عالمگیری وغیرہ)

تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنّتِ مؤکدہ ہے اور دو مرتبہ افضل' لوگوں کی سُستی کی وجہ سے ختم کو ترک نہ کرے۔ (درمختار)

مسئلہ: اگر کسی وجہ سے نماز تراویح فاسد ہو جائے تو جتنا قرآنِ مجید ان رکعتوں میں پڑھا ہے' دوبارہ پڑھیں تاکہ ختم میں نقصان نہ رہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: تراویح میں ایک بار بسم اللہ شریف جہر سے پڑھنا سنّت ہے اور ہر صُورت کی ابتداء میں آہستہ پڑھنا مستحب ہے اور یہ جو آج کل بعض بے علموں نے نکالا ہے کہ ایک سو چودہ بار بسم اللہ جہر سے پڑھی جائے' ورنہ ختم نہ ہوگا' مذہب حنفی میں بے اصل ہے۔ متاخرین نے ختمِ تراویح میں تین بار قُلْ ھُوَاللہ پڑھنا مستحب فرمایا اور بہتر یہ کہ ختم کے دن پچھلی رکعت میں الم سے مفلحون تک پڑھے۔

فائدہ: ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ رمضان شریف میں اکسٹھ ختم کیا کرتے تھے' تیس دن اور تیس رات میں اور ایک تراویح میں۔

مسئلہ: رمضان شریف میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔ خواہ اسی امام کے پیچھے جس کے پیچھے عشاء و تراویح پڑھی یا دُوسرے کے پیچھے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: عشاء جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا تو وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور اگر عشاء تنہا پڑھ لی اگرچہ تراویح باجماعت پڑھی تو وتر تنہا پڑھے۔ (دُرمختار وغیرہ)

سحری:

خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے اِرشاد فرمایا سحری کُل کی کُل برکت ہے' اسے

نہ چھوڑنا اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لے کیونکہ سحری کھانے والوں پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ نیز فرمایا تین شخصوں پر کھانے میں انشاء اللہ تعالیٰ حساب نہیں بلکہ حلال کھایا، روزہ دار اور سحری کھانے والا اور سرحد پر گھوڑا باندھنے والا۔ نیز فرمایا ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کا لقمہ ہے۔

(مسند امام احمد، مشکوٰۃ کتاب الصّوم، باب سحری کے بارے میں احکام وغیرہ)

افطار:

حضور پُرنُور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین چیزوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے۔ افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا۔ نیز فرمایا کہ "جب تم میں کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور یا چھوہارے سے افطار کرے کہ اس میں برکت ہے اور اگر نہ ملے تو پانی سے کہ وہ پاک کرنے والا ہے"۔

(مشکوٰۃ کتاب الصوم باب سحری کے باب میں احکام، دوسری فصل)

افطار کرنے کے بعد یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ
وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ فاغفرلي ما قدمت وما اخرت

ترجمہ: یارب! میں نے تیرے لئے روزہ رکھا، تجھ پر ایمان ہے اور تجھ پر بھرسہ اور تیرے رزق سے افطار کیا تو میرے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما۔

اعتکاف:

مسجد میں اللہ کیلئے نیّت کے ساتھ ٹھہرنے کو اعتکاف کرتے ہیں۔ اس کے لئے مسلمان عاقل اور جنابت وحیض سے نفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ عورت کو مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے، وہ گھر میں ہی اس جگہ اعتکاف کرے جو اس نے نماز پڑھنے

کیلئے مقرر کر رکھی ہے اور اگر اس وقت کسی جگہ کو نماز کیلئے مقرر کر لے تو وہاں اعتکاف کر سکتی ہے۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ: رمضان کے آخری دس دن میں اعتکاف کیا جائے' یعنی بیسویں رمضان کو سورج ڈوبنے سے پہلے بہ نیتِ اعتکاف مسجد میں داخل ہو جائے اور تیسویں کو غروب کے بعد یا انتیس کو چاند ہونے کے بعد نکلے۔ یہ اعتکاف سُنّت کفایہ ہے کہ اگر سب نے ترک کیا تو سب سے مطالبہ ہوگا اور شہر میں ایک نے کر لیا تو سب بری الذمہ ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف کر لیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے ادا کئے۔ حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دن کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ نیز معتکف پر لازم ہے کہ نہ مریض کی عیادت کو جائے' نہ جنازہ میں شریک ہو' نہ عورت کو ہاتھ لگائے' نہ اس سے مباشرت کرے اور نہ کسی حاجت کیلئے جائے مگر انسانی حوائج کے لئے جا سکتا ہے' اور اعتکاف بغیر روزے کے نہیں اور اعتکاف جماعت والی مسجد میں کرے۔ (ابوداؤد شریف)

روزے کے مسائل:

مسلمان کا بہ نیت عبادت صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک اپنے آپ کو قصداً کھانے پینے اور جماع سے باز رکھنا' شریعت میں روزہ کہلاتا ہے۔ عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔

فائدہ: طلوعِ فجر صادق سے غروبِ آفتاب تک آج جو وقت ہے اس کے برابر برابر دو حصے کریں' پہلے حصے کو ختم ہونے کے بعد دوسرے حصے کی ابتداء سے آفتاب ڈھلنے تک جو

وقت ہے اس کو ضحوہ کبریٰ کہتے ہیں۔ مثلاً تیس جولائی سنہ بروز منگل طلوع فجر چار بج کر پانچ منٹ کے بعد اور غروب سات بج کر پندرہ منٹ کے بعد ہے۔ پس طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک کل وقت پندرہ گھنٹے دس منٹ ہوا' اس کے دو برابر حصے کئے تو ہر حصہ سات گھنٹے ۳۵ منٹ کا ہوا اور چار بج کر ۵ منٹ سے گیارہ بج کر ۴۰ منٹ تک جو وقت ہے' وہ سات گھنٹے ۳۵ منٹ کا ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ۳۰ جولائی کو گیارہ بج کر چالیس منٹ کے بعد سے ضحوہ کبریٰ شروع ہوگا اور آفتاب ڈھلنے تک رہے گا۔

مسئلہ: رمضان کا روزہ جب فرض ہوگا کہ وہ وقت پائے کہ جس میں روزے کی ابتداء کر سکے یعنی صبح صادق سے ضحوی کبریٰ تک کہ اس کے بعد روزے کی نیّت نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا روزہ نہیں ہو سکتا اور رات میں نیت ہو سکتی ہے مگر روزہ کی محل نہیں۔ نظر برآں اگر مجنوں کو رمضان کی کسی رات میں ہوش آیا اور صبح صادق جنون کی حالت میں ہوئی یا ضحوی کبریٰ شروع ہونے کے بعد کسی دن ہوش آیا تو اس پر رمضان کے روزہ کی قضا نہیں جبکہ پورا رمضان اس جنون میں گزر جائے اور اگر ایک دن بھی ایسا وقت مل گیا' جس میں نیت کر سکتا ہے تو سارے رمضان کی قضا لازم ہوگی۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ: روزہ رمضان اور نفل کے روزوں کیلئے نیت کا وقت غروب آفتاب سے ضحوی کبریٰ تک ہے۔ اس وقت میں جب نیّت کرے' یہ روزے سے ہو جائیں گے۔ لہٰذا اگر آفتاب ڈوبنے سے پہلے نیّت کی کہ کل روزہ رکھوں گا پھر بیہوش ہو گیا اور ضحوی کبریٰ کے بعد ہوش آیا تو یہ روزہ نہ ہوا اور اگر آفتاب ڈوبنے کے بعد نیّت کی تھی تو روزہ ہو گیا۔ (شامی وغیرہ)

مسئلہ: ضحوی کبریٰ نیّت کا وقت نہیں بلکہ اس سے پیشتر نیّت ہو جانا ضروری ہے۔

مسئلہ: نیّت دِل کے ارادے کا نام ہے' زبان سے کہنا شرط نہیں' ہاں مستحب ہے اگر

رات میں نیّت کرے تو یوں کہے: نویت ان اصوم غدا اللہ تعالیٰ من فرض رمضان ھذا ۔ یعنی میں نے نیّت کی اللہ تعالیٰ کیلئے اس رمضان کا فرض روزہ کل رکھوں گا۔ اور اگر دن میں نیّت کرے تو یوں کہے: نویت ان اصوم ھذا الیوم للہ تعالی من فرض رمضان. یعنی میں نے نیّت کی اللہ تعالیٰ کیلئے آج روزہ رکھوں گا۔

اگر برکت اور طلب توفیق کیلئے نیت کے الفاظ میں انشاء اللہ تعالیٰ بھی ملا لیا جائے تو حرج نہیں اور اگر پکّا ارادہ نہ ہو تذبذب ہو تو نیّت ہی کہاں ہوئی۔ (جوہرہ نیرہ)

مسئلہ: دن میں نیّت کرے تو ضروری ہے کہ یہ نیّت کرے کہ میں صبح صادق سے روزہ دار ہوں اور اگر یہ نیّت ہے کہ اب سے روزہ دار ہوں' صبح صادق سے نہیں تو روزہ نہ ہوا۔ (جوہرہ نیرہ وغیرہ)

مسئلہ: رمضان کے ہر روزے کیلئے نیت ضروری ہے' پہلی یا کسی تاریخ میں پورے رمضان کے روزے کی نیت کرلی تو یہ نیت صرف اس دن کے حق میں ہے باقی دنوں کیلئے نہیں۔

مسئلہ: رمضان کے دن میں نہ روزے کی نیّت ہے' نہ یہ کہ روزہ نہیں اگرچہ معلوم ہے کہ یہ مہینہ رمضان کا ہے تو روزہ نہ ہوا۔ (عالمگیری)

مسئلہ: سحری کھانا بھی نیّت ہے' خواہ رمضان کے روزے کیلئے ہو یا کسی اور روزے کیلئے۔ مگر جب سحری کھاتے وقت یہ نیّت ہے کہ صبح کو روزہ نہ ہوگا تو یہ سحری کھانا نیّت نہیں۔ (شامی وغیرہ)

اُن چیزوں کا بیان جن سے روزہ نہیں جاتا

مسئلہ: بھول کر کھایا یا پیا یا جماع کیا تو روزہ فاسد نہ ہوا' خواہ وہ روزہ فرض ہو یا نفل اور اگر صبح صادق کے بعد نیّت سے پہلے یا بعد میں یہ چیزیں پائی گئیں مگر یاد دلانے پر بھی یاد

نہ آیا کہ روزہ دار ہے تو اب فاسد ہو جائے گا' بشرطیکہ یاد دلانے کے بعد یہ افعال واقع ہوئے ہوں۔ مگر اس صورت میں کفّارہ لازم نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ: کسی روزہ دار کو ان افعال میں دیکھے تو یاد دلانا واجب ہے' یاد نہ دلایا تو گنہگار ہوا مگر جبکہ وہ روزہ دار بہت کمزور ہو کہ یاد دلائے گا تو وہ کھانا چھوڑ دے گا اور کمزوری اتنی بڑھ جائے گی کہ روزہ رکھنا دشوار ہوگا اور اگر کھائے گا تو باقی روزے بھی اچھی طرح پوری کرے گا اور دیگر عبادتیں بھی بخوبی انجام دے گا تو اس صورت میں یاد نہ دلانا بہتر ہے۔

مسئلہ: مکھی' دُھواں یا غُبار حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا' خواہ وہ غبار آٹے کا ہو کہ چکی پیسنے یا آٹا چھاننے میں اُڑتا ہے' یا غلّہ کا غبار ہو یا ہوا سے خاک اُڑی یا جانوروں کے کُھر یا ٹاپ سے یا موٹر کار وغیرہ سے غبار اُڑ کر حلق میں پہنچا اور اگر خُود قصداً دُھواں پہنچایا تو روزہ فاسد ہو گیا جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو' خواہ وہ کسی چیز کا دھواں ہو اور کسی طرح پہنچایا ہو۔ یہاں تک کہ اگر بتی یا خُوشبو وغیرہ سُلگتی تھی' اس نے مُنہ قریب کر کے دُھواں کو ناک سے یا کسی اور طرح کھینچا تو روزہ جاتا رہا۔ یُونہی حُقّہ پینے سے بھی روزہ ٹُوٹ جاتا ہے۔ روزہ دار حُقّہ پینے والا اگر حُقّہ پیے گا تو کفّارہ بھی لازم آئے گا۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ: غسل کیا اور پانی کی خُنکی اندر محسوس ہوئی یا کُلّی کی اور پانی بالکل پھینک دیا' صرف کچھ تری مُنہ میں باقی رہ گئی تھی' تھُوک کے ساتھ اُسے نگل گیا یا دوا کُوٹی اور حلق میں اُس کا مزا محسوس ہوا' یا ہڑ چُوسی اور تھُوک نگل گیا مگر تھُوک کے ساتھ ہڑ کا کوئی جُزء حلق میں نہ پہنچا یا۔ کان میں پانی چلا گیا یا تنکے سے کان کھجایا اور اس پر کان کا میل لگا ہوا تنکا کان میں ڈالا' اگرچہ ایسا چند بار کیا ہو یا دانت یا مُنہ میں خفیف چیز بے معلوم سی رہ گئی کہ لعاب کے ساتھ خُود ہی اتر جائے گی اور وہ اتر گئی یا دانتوں سے خُون نکل کر حلق تک سے نیچے نہ اُترا تو ان سب صُورتوں میں روزہ نہ گیا۔ (فتح القدیر وغیرہ)

مسئلہ: بات کرنے میں تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے اور اسے پی گیا یا ناک میں رینٹھ آ گئی بلکہ ناک سے باہر ہو گئی مگر منقطع نہ ہوئی تھی اسے چڑھا کر نگل گیا یا کھکار منہ بھر کے آیا اور کھالیا اگرچہ کتنا ہی ہو ان سب صورتوں میں روزہ نہ جائے گا مگر ان سب باتوں سے احتیاط چاہیئے۔ (عالمگیری وغیرہ)

مسئلہ: تل یا تل کے برابر کوئی چیز چبائی اور تھوک کے ساتھ حلق میں محسوس ہوئی تو روزہ جاتا رہا۔ (فتح القدیر)

مسئلہ: مکھی حلق میں چلی گئی تو روزہ نہ گیا اور اگر قصداً نگلی تو جاتا رہا۔ (عالمگیری)

روزہ توڑنے والی چیزوں کا بیان

کھانے پینے جماع کرنے سے روزہ جاتا رہتا ہے جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو۔

مسئلہ: روزے میں دانت اکھڑوایا اور خون نکل کر حلق سے اترا اگرچہ سوتے میں ایسا ہوا تو اس روزے کی قضا واجب ہے۔

مسئلہ: منہ میں رنگین ڈورا رکھا جس سے تھوک رنگین ہو گیا پھر تھوک نگل گیا تو روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ: آنسو منہ میں چلا گیا اور نگل لیا، اگر قطرہ دو قطرہ ہے تو روزہ نہ گیا اور اگر زیادہ تھا کہ اس کی نمکینی پورے منہ میں محسوس ہوئی تو روزہ جاتا رہا اور پسینے کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: قصداً منہ بھر قے کی اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو مطلقاً روزہ جاتا رہا اور اس سے کم کی تو نہیں۔ اور بلا اختیار قے ہو گئی تو منہ بھر کے ہے یا نہیں اور بہر تقدیر وہ لوٹ کر حلق میں چلی گئی یا اس نے خود لوٹائی یا نہ لوٹائی تو اگر منہ بھر کے نہ ہو تو روزہ نہ گیا اگرچہ لوٹ گئی یا خود لوٹائی۔ اور اگر منہ بھرا ہے اور اس نے لوٹائی اگرچہ اس میں سے صرف چنے برابر حلق سے اتری تو روزہ جاتا رہا، ورنہ نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ: قے کے یہ احکام اس وقت ہیں کہ قے میں کھانا آئے یا صفرا یا خون، اگر بلغم آئے تو مطلقاً روزہ نہ ٹوٹا۔ (عالمگیری)

وہ صورتیں جن میں صرف قضا لازم ہے

مسئلہ: یہ گمان تھا کہ صبح نہیں ہوئی اور کھایا پیا یا جماع کیا، بعد کو معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی تو صرف قضا لازم ہے یعنی اس روزے کے بدلے میں ایک روزہ رکھنا پڑے گا۔

(درمختار وغیرہ)

مسئلہ: بھول کر کھایا یا جماع کیا یا احتلام ہوا یا قے ہوئی اور ان سب صورتوں میں یہ گمان کیا کہ روزہ جاتا رہا پھر قصداً کھا لیا تو صرف قضا لازم ہے۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ: میت کے روزے قضا ہو گئے تھے تو اس کا ولی اس کی طرف سے فدیہ ادا کرے یعنی جبکہ وصیت کی اور مال چھوڑا ہو ورنہ ولی پر ضروری نہیں اگر دے تو بہتر ہے۔

روزے کے مکروہات:

مسئلہ: جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی دینا، بیہودہ بات، کسی کو تکلیف دینا کہ یہ چیزیں ویسے بھی ناجائز و حرام ہیں، روزہ میں اور زیادہ حرام اور ان کی وجہ سے روزہ میں کراہت آتی ہے۔

مسئلہ: گلاب یا مشک وغیرہ سونگھنا، داڑھی و مونچھ میں تیل لگانا اور سرمہ لگانا مکروہ نہیں مگر جبکہ زینت کیلئے سرمہ لگایا اس لئے تیل لگایا کہ داڑھی بڑھ جائے، حالانکہ ایک مشت داڑھی ہے تو یہ دونوں باتیں بغیر روزے کے بھی مکروہ ہیں اور روزہ میں بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہیں۔ (درمختار)

مسئلہ: سحری کھانا اور اس میں تاخیر کرنا مستحب ہے مگر اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ صبح ہونے

کا شک ہو جائے۔

مسئلہ: افطار میں جلدی مستحب ہے مگر افطار اس وقت کرے کہ غروب کا گمان غالب ہو جائے اگر نہ ہو افطار نہ کرے۔ اگرچہ مؤذن نے اذان کہہ دی ہے اور ابر کے دنوں میں افطار میں جلدی نہ چاہیے۔ (شامی)

جن صُورتوں میں کفّارہ بھی لازم ہے:

مسئلہ: جس صورت میں روزہ توڑنے میں کفارہ بھی لازم آتا ہے اس میں شرط یہ ہے کہ رات ہی میں روزۂ رمضان کی نیت کی ہو اگر دِن میں نیّت کی اور روزہ توڑ دیا تو کفّارہ لازم نہیں۔

مسئلہ: رمضان میں روزہ دار مکلف مقیم نے کہ ادائے روزۂ رمضان کی نیّت سے روزہ رکھا اور کسی قابلِ شہوت آدمی کے ساتھ آگے یا پیچھے جماع کیا' انزال ہُوا ہُو یا نہیں یا ایسے روزہ دار کے ساتھ جماع کیا گیا یا کوئی غذا یا دوا کھائی یا پانی پیا یا کوئی چیز لذّت کیلئے کھائی یا پی یا کوئی ایسا فعل کیا' جس سے افطار کا کوئی گمان نہ ہوتا ہو اور اس نے گمان کر لیا کہ روزہ جاتا رہا پھر قصداً کھا پی لیا تو ان سب صورتوں میں روزہ کی قضا اور کفارہ دونوں لازم ہے۔ (درمختار وغیرہ)

روزہ توڑنے کا کفّارہ آج کل یہ ہے کہ پے در پے ساٹھ روزے رکھے' یہ نہ کر سکے تو ساٹھ مساکین کو بھر پیٹ دونوں وقت کھانا کھلائے۔

مسئلہ: اگر دو روزے توڑے تو دونوں کیلئے دو کفّارے دے اگرچہ پہلے کا ابھی کفّارہ نہ ادا کیا ہو جبکہ یہ دو روزے دو رمضان کے ہوں اور پہلے کا کفّارہ ادا نہ کیا تو ایک ہی کفّارہ دونوں کیلئے کافی ہے۔ (جوہرہ نیرہ)

عید کا شرعی پروگرام

عید کا چاند:

جب آپ کو عید کا چاند نظر آئے تو پہلے تین بار اللہ اکبر کہے اور اس کے بعد یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ

ترجمہ: اے اللہ اس چاند کو ہم پر اس طرح طالع رکھیو کہ ہم آفاتِ نفس اور حوادثِ دہر سے امن و امان میں رہیں اور سلامتی ایمان و قلب اور پابندی احکامِ الٰہی کے ساتھ زندہ رہیں۔ اے چاند تجھ کو عدم سے وجود میں لاکر زندہ رکھنے والا صرف اللہ ہے۔

چاند دیکھنے کے بعد مغرب کی نماز اُسی جذبے اور اخلاص کے ساتھ ادا کیجئے' جس طرح کہ رمضان المبارک میں ادا کرتے تھے۔ پھر عشاء کی نماز پڑھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و صلوٰۃ پڑھتے ہوئے سو جایئے۔ صبح اُٹھئے اور فجر کی نماز باجماعت ادا کیجئے۔

عید کی سُنتیں:

عید کے دن' غسل' مسواک کرنا' عُمدہ قسم کی خوشبو لگانا' نفیس ترین کپڑے پہننا' عیدگاہ کو پاپیادہ جانا' ایک راستے سے جانا' دوسرے راستے سے واپس آنا۔ عید الفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا سُنت ہے۔

مُستحبات:

عید کے دن صدقہ کی کثرت کرنا' عزیز و اقربا' دوست و احباب سے ملنا' مبارک باد دینا' خُوشی کا' مسرّت کا اظہار کرنا' مصافحہ اور معانقہ کرنا اور راستہ میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد پڑھنا مستحب ہے۔

عید کی نماز:

عید کی ہر دو رکعت نماز عاقل، بالغ، مقیم، تندرست پر شہر میں واجب ہے۔

گاؤں میں جمعہ اور عید کی نمازیں واجب نہیں لیکن وہ بڑے گاؤں یعنی قصبے جو شہر کا حکم رکھتے ہیں ان میں جمعہ وعیدین دونوں جائز ہیں۔ جُمعہ وعیدین دونوں کی صحت کی اور ادا کی شرطیں ایک ہیں مگر فرق یہ ہے کہ جُمعہ میں خطبہ فرض ہے اور نماز جمعہ سے قبل پڑھا جاتا ہے، عید کا خُطبہ سُنّت ہے اور نمازِ عید کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ عید کا خُطبہ نمازیوں کو اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر سُننا چاہیے جن کو خُطبہ کی آواز نہ پہنچے وہ بھی خاموش بیٹھے رہیں، اُن کو بھی خُطبہ کا ثواب مل جائے گا۔

نماز عید کا وقت:

یہ ہے کہ دو رکعت واجب عید الفطر کی نیّت کر کے کانوں تک ہاتھ اُٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے، پھر ثناء پڑھے، پھر کانوں تک ہاتھ اُٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے پھر ہاتھ اُٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے یعنی پہلی تکبیر میں ہاتھ باندھے، اس کے بعد دو تکبیروں میں ہاتھ لٹکائے پھر چوتھی تکبیر میں ہاتھ باندھ لے، اس کو یوں یاد رکھے کہ جہاں تکبیر کے بعد کچھ پڑھنا ہے وہاں ہاتھ باندھ لئے جائیں اور جہاں پڑھنا نہیں وہاں ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں پھر امام اعوذ اور بسم اللہ آہستہ پڑھ کر جہر کے ساتھ الحمد اور سُورت پڑھے پھر رکوع کرے۔

دوسری رکعت میں پہلے الحمد اور سورۃ پڑھے کانوں تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ نہ باندھے اور چوتھی بار بغیر ہاتھ اُٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے، اس سے معلوم ہو گیا کہ عید میں زائد تکبیریں چھ ہوئیں۔ تین پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور تکبیر تحریمہ کے بعد اور تین دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تکبیر رکوع سے پہلے

اور ان چھ تکبیروں میں ہاتھ اُٹھائے جائیں گے اور ہر دو تکبیروں کے درمیان تین تسبیح کی قدر سکتہ کرے۔

فائدہ: نمازِ عیدواجب ہے اور اس کا حکم ۱ھ میں جاری ہُوا تھا۔

شش عید کے روزے:

اس ماہ میں چھ روزے رکھے جاتے ہیں، جن کو لوگ شش عید کے روزے کہتے ہیں۔ ان روزوں کے متعلق سرورِ کائنات، افضل موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ دن شوال میں روزے رکھے تو گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے (معجم اوسط)

بہتر یہ ہے کہ یہ روزے متفرق رکھے جائیں اور عید کے بعد لگاتار چھ دن میں ایک ساتھ رکھ لے جب بھی حرج نہیں۔ (درمختار)

صدقہ فطر:

صدقہ فطر ہر مسلمان مالکِ نصاب پر اپنے اور اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے فی کس دو سیر تین چھٹانک اَٹھنّی بھرا گندم دینی احسن ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ گندم ہی صدقہ فطر میں دی جائے بلکہ گندم کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔

کیا ہماری حکومت

جو اسلامی سلطنت ہے رمضان المبارک کے اجلال و احترام کے متعلق کوئی مؤثر اقدام کرے گی۔

جہانِ دَر خیالِ لیلۃُ القدر
حسن در بند گیسوئے محمد ﷺ
شبِ قدر ہو یا فروغِ سحر ہو
یہ سب تیرے جلووں کی تابانیاں ہیں

فضائل واعمال

شبِ قدر

۲۱۔۲۳۔۲۵۔۲۷۔۲۹

رَمَضَانُ الْمُبَارَک

شبِ قدر جسے اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کے حسین وجمیل خطاب سے نوازا، وہ رات جو قرآنِ مجید کو اپنی آغوش میں لے کر نازل ہوئی، وہ رات جو گنہگاروں کو نجات و مغفرت کا مژدہ سناتی ہے، وہ رات جس کے ماہِ کامل کی گواہی میں انسانوں کی قسمت کے فیصلے ہوتے ہیں، وہ رات جس کے پردے میں ستّار العیوب شرمِ عصیاں کی لاج رکھتا ہے، وہ رات جس کی پنہائیوں میں رحمت الٰہی سائلوں کو تلاش کرتی ہے، وہ رات جس میں فرشتوں کا نزول اس کثرت سے ہوتا ہے کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو جاتی ہے، وہ رات جو ہزار مہینوں کی عبادت سے اعلیٰ و افضل ہے، وہ رات جس میں رُوح الامین حضرت جبرائیل علیہ السّلام ستّر ہزار فرشتوں کے ساتھ چار نُورانی جھنڈے لئے ہوئے زمین پر اُترتے ہیں۔ پہلا جھنڈا کعبہ شریف پر، دُوسرا گُنبد خضریٰ مقدسہ پر، تیسرا بیت المقدس پر، چوتھا طُورِ سینا پر نصب کرتے ہیں۔ اس کے بعد فرشتوں کو زمین پر پھیل جانے کا حکم دیتے ہیں۔ یہ فرشتے ہر مسلمان مومن کے گھر اور مسکن میں داخل ہو کر عبادت کرنے والوں کو نجات و مغفرت کا مژدہ سناتے ہیں۔ شب بیداروں سے مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں اور طلوعِ فجر تک یہ انوار و برکات کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔

شبِ قدر افعال و اعمال کے احتساب کی رات ہے، آیئے ہم سچے دِل سے اپنے اعمال و کردار، حالات و کوائف کا جائزہ لیں کہ ہم نے اب تک اپنے دلوں کو اسلامی تعلیمات سے کس قدر رُوشن و منور کیا، ہم منہیات شرعیہ سے کس حد تک تائب ہوئے، ہم نے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کیلئے اپنی زندگی کے کتنے لمحات وقف کیے ہیں۔ بندگانِ خُدا کی خدمت کیلئے ہمارے اعضاء و جوارح کتنی مرتبہ حرکت میں آئے۔

حضرات اگر ہمارا ضمیر مجرم نہ ہو، اگر ہم نفسِ امّارہ کے فریب میں مُبتلا نہ ہوں، اگر ہمارے قلب کی دھڑکنیں کتمانِ حقیقت کی مجرمانہ کوششیں نہ کریں تو ہمیں شرم و

ندامت کے ساتھ اعتراف کرنا پڑے گا کہ ہم نے انعاماتِ خُداوندی کے مستحق قرار پانے کیلئے اب تک کچھ بھی نہ کیا' ہمیں شفیع عاصیاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کسی کارِ خیر کی توفیق نہ ہوئی' ہم نے اپنے معاشرے کو کتاب وسُنّت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ تقویٰ کو انسانی عظمتوں کے پرکھنے کی واحد کسوٹی قرار نہیں دیا۔

برادرانِ ملّت: سرزمینِ بھارت وکشمیر ہمارے بزرگانِ سلف کے گوشت وپوست اور استخوان کی زمین ہے۔ اس کے چپّہ چپّہ میں ہمارے بزرگوں کی خاکستر مدفون ہے' کیا ہماری غیرت یہ گوارا کرسکتی ہے کہ دُشمن اپنے ناپاک وجود سے ہمارے بزرگانِ سلف کی خاکستر کو پامال کریں اور ہم اپنے ننگ وناموس کی بربادی کو خون آلود آنکھوں سے دیکھیں' اس سے زیادہ دُنیا میں کوئی اور بے غیرت نہیں ہوسکتی' ہم غلامی کیلئے پیدا نہیں ہوئے بلکہ دُنیائے انسانیّت کو آزادی کا درسِ حیات سکھانے اور ظلم وستم اور ہر قسم کی بدی وفساد کا خاتمہ کرنے کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے آج تک اپنی بہادری وشجاعت کا لوہا منوایا ہے۔

یاد رکھئے عیش وعشرت ہمیں زیب نہیں دیتا' ذرّہ ہمارا بستر' خُود ہمارا تکیہ' تلوار اور دیگر آلاتِ حرب وضرب ہر وقت ہم سفر رہے ہیں۔ آؤ ہم اپنے مایۂ ناز اسلاف کی پاکیزہ ارواح کو خوش کریں اور آنے والی نسلوں کیلئے حمیّتِ قومی کی یادگار چھوڑ جائیں۔ آخر ہم کو مرنا ہے' کتّوں کی موت مرنا بُزدل قوموں کا حصّہ ہے۔ ہمارا کام دُشمنانِ اسلام سے وطن عزیز پاکستان اور دُنیائے اسلام کو محفوظ رکھنا ہے۔

بزرگانِ ملّت:

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایُوس ہونا ایک مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے۔

توبہ کا دروازہ ابھی بند نہیں ہوا' رحمتِ الٰہی کے در کھلے ہوئے ہیں۔ اس کے غضب و عذاب اور جہنم کے در بند ہیں' سرکش جنات وشیاطین مقید ہیں۔ اعمالِ صالحہ کی توفیق کا وقت زائل نہیں ہوا۔ پیشانی سے جرم وعصیاں کے داغ دھونے کیلئے ندامت وشرمساری کے دو آنسو کافی ہیں۔ اُخروی نجات اور دُنیاوی فوز وفلاح کا مژدہ سننے کے لئے ایک نالۂ نیم شبی' ایک دَرد بھری آہ سحر گاہی بہت ہے' محبوبِ خدا شفیعِ یوم الجزاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشادِ گرامی ہے:

''شبِ قدر میں عبادت کرو کیونکہ یہ مبارک رات ہے' اس رات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا' میں اسے معاف کر دوں' ہے کوئی روزی طلب کرنے والا' میں اُسے روزی عطا کروں' ہے کوئی مصیبت زدہ میں اسے مصائب و آلام سے نجات دوں''۔

اِرشادِ گرامی ہے:

جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے عبادت کیلئے کھڑا ہو' اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ کتاب الصوم پہلی فصل)

آیئے شبِ قدر کی مبارک ساعتوں میں ہم اپنے ربِّ غفور کے حضور سربسجود ہو کر سچے دِل سے اپنے گذشتہ گناہوں کی معافی مانگیں۔ منہیاتِ شرعیہ سے تائب ہوں' پروردگار سے کارِ خیر کی توفیق طلب کریں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مبارک کی خوشنودی کیلئے مظلوموں' غریبوں' یتیموں' بیواؤں' بوڑھوں اور بیماروں کی بے لوث خدمت کا عہد کریں اور اپنی زندگی کتاب وسنّت کے سانچے میں ڈھالنے کی قسم کھائیں۔

اس مبارک رات کے خصوصی اعمال:

احادیث مبارکہ اور بزرگانِ دین کے پاکیزہ اقوال کی روشنی میں درج کیے

جاتے ہیں۔

۱۔ جو شخص دو رکعت نماز نفل بہ نیت شب قدر پڑھے، ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ قدر ایک بار اور سورۂ اخلاص دس بار پڑھے تو اس شب قدر کا ثواب نصیب ہوگا، اور اسے جنت میں مشرق سے مغرب تک وسیع و عریض شہر عطا ہوگا۔

۲۔ جو شخص دو رکعت نماز نفل شب قدر پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص سات بار پڑھے اور سلام کے بعد:

استغفر الله العظيم الذی لا اله الا هو الحی القيوم واتوب اليه واسئله التوبة ط ستر بار پڑھے تو وہ جائے نماز سے اُٹھنے ہی نہ پائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے والدین کی مغفرت و بخشش فرما دے گا اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کیلئے جنت میں پھلدار درخت لگاتے رہیں، محلات تعمیر کرتے رہیں، نہریں بناتے رہیں، جب تک انہیں دیکھ نہیں لے گا، موت نہیں آئے گی۔

۳۔ جو شخص چار رکعت نماز نفل پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بار سورۂ التکاثر اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے، اس پر موت کی سختی آسان ہوگی، عذاب قبر اُٹھ جائے گا، جنت میں ایسے چار ستون ملیں گے کہ ہر ستون پر ایک ہزار عظیم الشان محلات ہوں گے۔

۴۔ جو شخص ستائیسویں شب کو چار رکعت نماز نفل پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین بار سورۂ قدر اور پچاس بار سورۂ اخلاص پڑھے اور سلام کے بعد:

سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر

بہ کثرت پڑھے جو دُعا مانگے قبول ہوگی۔

۵۔ جو شخص ستائیسویں شب کو چار رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ

کے بعد ایک بار سورۂ قدر اور ستائیس بار سورۂ اخلاص پڑھے' وہ گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے گویا ابھی شکم مادر سے پیدا ہوا ہے اور جنت میں اسے ہزار محلات مرحمت ہوں گے۔

۶۔ حضرت امام ابواللیث علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شب قدر کی نماز تین اقسام پر ہے' کم از کم دو رکعت' درمیانی ایک سو رکعت' اور زیادہ سے زیادہ ایک ہزار رکعات' ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قدر ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے اور سلام کے بعد بارگاہِ رسالت میں ہدیہ درود و سلام پیش کرے۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کوئی شخص شبِ قدر میں ایمان اور طلبِ اجر کی نیت سے قیام کرے گا' اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے ایک عظیم الخلقت فرشتہ پیدا فرماتا ہے' اس کے ایک ہزار سر ہیں' ہر سر دُنیا و مافیہا سے بڑا ہے اور ہر سر میں ایک ہزار چہرے ہیں' ہر چہرے میں ایک ہزار منہ' ہر منہ میں ایک ہزار زبانیں ہیں اور ہر زبان سے ہزارہا اقسام کی حمد و ثنا بیان کرتا ہے۔ جب یہ فرشتہ اپنی تمام زبانوں سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہے اور اس کی تسبیح و تقدیس بیان کرتا ہے تو زمین و آسمان کے فرشتے مارے خوف کے سجدے میں گر جاتے ہیں کہ کہیں اس کے انوار و تجلیات انہیں جلا کر خاک و سیاہ نہ کر دیں' یہ فرشتہ شبِ قدر میں زمین پر نازل ہو کر غروب آفتاب سے طلوعِ فجر تک اپنی تمام زبانوں سے اس اُمتِ اسلامیہ کی نجات و مغفرت کیلئے دُعاؤں میں مصروف رہتا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ' فرماتے ہیں جو کوئی شخص شبِ قدر میں بعد عشاء سات بار سورۂ قدر پڑھے' اللہ تعالیٰ اسے تمام بلاؤں سے محفوظ فرمائے گا اور ستّر ہزار فرشتے اس کیلئے جنت کی دُعا کریں گے۔

اور جو کوئی نماز جمعہ سے پہلے اسی سورہ کی بکثرت تلاوت کرے اس کے نامۂ اعمال میں یوم جمعہ کے نمازیوں کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی۔ شب قدر کی خاص الخاص دُعاء اسے عشرۂ آخر کی پانچ طاق راتوں میں بکثرت پڑھتے رہیں۔ دُعا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْر

صلوٰۃ التسبیح:

ان مبارک راتوں میں نماز صلوٰۃ التسبیح ضرور پڑھیں۔ حدیث مبارک میں آیا ہے کہ جو کوئی شخص یہ نماز پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے ظاہر و پوشیدہ نئے و پرانے عمداً و سہواً چھوٹے و بڑے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

یہ نماز عام دنوں میں زوال کے بعد اور ظہر سے قبل ادا کرنا چاہیئے اور خاص ایام و راتوں میں جب چاہیں ادا کر سکتیں ہیں۔

طریقہ ادائیگی نماز (صلوٰۃ التسبیح)

چار رکعت نماز نفل صلوٰۃ التسبیح کی نیت کریں ثناء کے بعد ۱۵ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھیں۔ اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت ملانے کے بعد دس بار رکوع میں دس بار قومہ میں دس بار سجدۂ اوّل میں دس بار جلسہ میں دس بار اور دوسرے سجدے میں دس بار اسی طرح چاروں رکعت میں یہی پڑھ کر نماز پوری کریں۔

یہ یاد رہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ سے قبل پندرہ بار اور باقی مقامات پر دس بار یہ تسبیح پڑھ کر ایک رکعت میں ۷۵ بار اور چاروں رکعتوں میں تین سو بار پڑھیں۔

پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ التکاثر دوسری میں سورۂ عصر تیسری میں سورہ کافرون اور چوتھی میں سورۂ اخلاص پڑھیں اور اگر یہ سورتیں یاد نہ ہوں تو کوئی

بھی سورت یاد ہو پڑھ سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ شب ہائے قدر میں' قرآنِ مجید کی تلاوت' درود شریف اور دیگر درود و وظائف میں مشغول رہیں۔ خود اپنے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے دعائے خیر فرمائیں اور ساتھ ہی

ہماری حکومت کے فرائض:

اس کے بعد ہم حکومتِ پاکستان سے گزارش کرتے ہیں کہ مسلمان پاکستان کو اسلامی حکومت سمجھتے ہیں اور صرف اسی لئے وہ پاکستان کی حفاظت و دفاع کیلئے اپنا جان و مال عزت و آبرو سب کچھ قربان کر دینے کیلئے تیار ہیں مگر ہم حیران ہیں کہ حکومت پاکستان نے رمضان کے احترام و اجلال کے متعلق ابھی تک کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اس لئے ہم حکومت سے پُر زور مطالبہ کرتے ہیں' مطالبہ ہی نہیں بلکہ اس کو اس کا فرض یاد دلاتے ہیں کہ وہ رمضان المبارک کے مقدس مہینے کے احترام میں۔

۱۔ عملہ ریڈیو کو یہ ہدایت کرے کہ وہ اس مبارک مہینے میں شمشاد کوثر کی سارنگی اور نذیر وزیر کے وائلن کو ختم کر دے اور پنجابی ڈھولا کے بجائے خالص اسلامی و قرآن مضامین' رسول کریم کی سیرت اور بزرگانِ دین کے حالات اور روزہ کے احکام نشر کرے اور نمازِ مغرب و عشاء تراویح کے اوقات میں ریڈیو کے گانوں کا پروگرام منسوخ کیا جائے۔

۲۔ جو لوگ بازاروں میں علی الاعلان کھاتے پیتے ہیں' ان کو قانوناً روک دیا جائے اور ایسے لوگوں کیلئے سخت سزا مقرر کی جائے۔

۳۔ رمضان کے دنوں میں ہوٹل کھولنا' جرم قرار دیا جائے اور سختی کے ساتھ ہوٹل والوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ دن میں اپنے ہوٹل بند رکھیں۔

۴۔ سحری وافطاری کیلئے حکومت توپ یا الام کا انتظام کرے تاکہ تمام مسلمان اسی آواز پر روزہ افطار کریں اور سحری کھائیں۔

برادرانِ اسلام:

ہمارے سرمایہ داروں' اتفاق و اتحاد کے وعظ کرنے والوں اور کوٹھی نشین مسلمانوں کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنی کوٹھیوں سے باہر نکلیں اور بیس رکعت تراویح باجماعت عام مسلمانوں کے دوش بدوش کھڑے ہو کر ادا کریں' اب جوشیلی تقریروں کے دن نہیں ہیں بلکہ عمل کے ایام ہیں۔ آپ لوگوں کا کوٹھیوں میں گھس کر خوابِ خرگوش میں محو ہو جانا مسلمانوں کے برداشت سے باہر ہے۔

خدائے تعالیٰ عمل کی توفیق فرمائے۔ آمین

مرتبہ: محمد بشیر القادری ضلع قصور بیک پور

===============

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بجانِ کردِ خیالِ لیلۃ القدرؒ ...... حسن دُر بندِ گیسوے محمد ﷺ

شبِ قدر ہو یا فروغِ سحر ہو...... یہ سب تیرے جلوؤں کی تابانیاں ہیں

فضائل و اعمال

شبِ قدر

۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹ رمضان المبارک

مرتب و مؤلفہ:

حضرت مولانا علامہ ابو المسرور حافظ نذیر احمد صاحب حافظ نوری

خطیب جامعہ حنفیہ انوارِ مدینہ ۹۷/بی سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

نظر ثانی:

جناب پرنسپل صاحب سرتاج کالج بی/۶۷ سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

حسب فرمائش:

صوفی محمد رشید صاحب سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

ماہِ صیام

از نتیجۂ فکر: جناب ابوالمسرور حافظ نذیر احمد صاحب حافظؔ نوری

عظمتوں والا مہینہ آ گیا ماہِ صیام
برکتوں والا مہینہ آ گیا ماہِ صیام

کھیتیاں اسلام کی شاداب پھر سے ہو گئیں
رحمتوں والا مہینہ آ گیا ماہِ صیام

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ سے شان اس کی ہے عیاں
عزّتوں والا مہینہ آ گیا ماہِ صیام

بند دَرِ دوزخ کے ہیں رحمت فضل ہے بے حساب
بخششوں والا مہینہ آ گیا ماہِ صیام

پھر سحابِ نُور نے گھیرے میں آ کر لے لیا
راحتوں والا مہینہ آ گیا ماہِ صیام

"صَوْمُ لِیْ" کا ذکر سُن کر کیوں نہ جھومیں سائمیں
رفعتوں والا مہینہ آ گیا ماہِ صیام

مُجرموں کو ساتھ اپنے خُلد میں لے جائے گا
ہمتوں والا مہینہ آ گیا ماہِ صیام

مانگ لے جو مانگنا ہے ہر دُعا ہے مستجاب
شفقتوں والا مہینہ آ گیا ماہِ صیام

باغِ ایماں میں اے حافظؔ پھر بہاریں آ گئیں
نعمتوں والا مہینہ آ گیا ماہِ صیام

فضائل شبِ قدر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان' رحم والا ہے۔ بے شک ہم نے اسے (قرآن مجید) شبِ قدر میں اُتارا اور تم نے کیا جانا شبِ قدر کیا ہے۔ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور رُوح القدس ہر کام کیلئے اپنے ربّ کے حکم کے اُترتے ہیں' وہ سلامتی ہے طلوعِ صبح تک۔ (پارہ ۳۰، سورہ القدر)

شانِ نزول:

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ اس نے ایک ہزار ماہ تک ہتھیار باندھے رکھے تھے۔ دِن کو کُفّار کے ساتھ اعلائے کلمۃ الحق کیلئے جہاد کرتا اور رات کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر رہ کر تمام رات عبادت میں مصروف رہتا' جب صحابہ کرام نے اس شخص کا ذکر سُنا تو بہت متعجّب ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں عرض کی کہ "یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ پھر عبادت میں تو وہ شخص ہم سے بڑھ گیا؟ کیونکہ ہماری تو عمریں بھی بہت تھوڑی ہیں۔ اس پر شبِ قدر کی فضیلت و بزرگی میں اللہ تعالیٰ نے سورہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ نازل فرمائی اور فرمایا

تمہارے لئے یہ رات ان ہزار مہینوں سے بھی افضل و اعلیٰ ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے پہلی اُمت کے لوگوں کی عمریں اور اعمالنامے ملاحظہ فرمائے، مجھے اِن میں اپنی اُمت کی عمریں کم دکھائی دیں، میں نے محسوس کیا کہ عمر کی کمی کے باعث میری اُمت کے لوگ پہلے لوگوں کے برابر عمل نہ کرسکیں گے تو مَیں نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کی، اس پر اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کو شبِ قدر سے نوازا اور فرمایا:

"لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ" کہ اس رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بھی افضل و اعلیٰ ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا اِرشاد ہے کہ شب قدر آنے پر جبریل علیہ السّلام کو حکم ملتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سدرۃ المنتہٰی کے فرشتوں کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ اس حکم پر حضرت جبریل علیہ السّلام بمعہ ستّر ہزار فرشتوں کے زمین پر اُترتے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں نُور کے جھنڈے ہوتے ہیں۔ جبریل علیہ السّلام یہ جھنڈے اِن چار مقامات پر گاڑ دیتے ہیں۔

۱۔ خانہ کعبہ کے قریب

۲۔ گُنبدِ خضریٰ کے قریب

۳۔ بیت المقدس کے قریب

۴۔ مسجد طُورِ سیناء کے قریب۔

پھر حضرت رُوح الامین فرشتوں کو اِدھر اُدھر پھیل جانے کا حکم دیتے ہیں۔ تب وہ فرشتے ہر گھر، مکان، حجرے، مسجد، دکان، جنگل، کشتی، پہاڑ غرضیکہ جہاں کہیں بھی کوئی مومن مرد یا عورت ہو پہنچ جاتے ہیں اور اُنہیں سلام کہتے ہیں اور ان سے مصافحہ و معانقہ

کرتے ہیں اوران کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں اور خود بھی اُمّت محمدیہ کی نجات و مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں۔ لیکن یہ فرشتے ان گھروں میں داخل نہیں ہوتے جن میں کتّا، سور، شراب، زانی یا زانیہ یا تصویر ہو، تمام رات یہی حال رہتا ہے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے۔

انتباہ:

مسلمانوں کے کتنے گھر ایسے ہیں، جن میں خیالی زیب و زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت و رحمت سے اپنے کو محروم کرتے ہیں۔ تصویر لٹکانے والا ایک آدھ ہی ہوتا ہے لیکن اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے روکنے کا سبب بن کر سارے گھر کو اپنے ساتھ محروم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی باتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین بحرمتِ سیّد المرسلین علیہ الصّلوٰۃ و التسلیم

پھر حضرت جبریل علیہ السّلام آواز دیتے ہیں کہ "اے گروہِ اولیاء! اب یہاں سے کوچ کرو۔ اس وقت وہ فرشتے پوچھتے ہیں کہ اے جبریل علیہ السّلام اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کی کون کون سی حاجتیں پوری فرمائی ہیں؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اُمّتِ محمدیہ پر رحمت کی نظر کی ہے اوران کے گناہ معاف فرما کر انہیں بخش دیا ہے لیکن چار آدمی اس نعمت سے محروم رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ چار آدمی یہ ہیں۔

۱۔ ہمیشہ شراب پینے والا

۲۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا

۳۔ سلسلہ رحم قطع کرنے والا

۴۔ مسلمان سے تعلق توڑنے والا

پھر جب یہ فرشتے واپس اپنے مقام پر پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ حالانکہ جانتا ہے تاہم پوچھتا

ہے کہ اے فرشتو! تم کہاں گئے تھے؟ تو فرشتے عرض کرتے ہیں "یا اللہ! ہم زمین پر اُمّتِ محمدیہ کی ملاقات کی خاطر گئے تھے" تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تم نے اُن کو کس حالت میں پایا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ مولائے کریم اُن میں سے کوئی تو تیرے حضور قیام کی حالت میں تھا اور کوئی رکوع و سجود میں اور تمام کے تمام تجھ سے تیری رضا اور اپنے گناہوں کی مغفرت کے طلبگار تھے۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اِشْهَدُوْا يَا مَلٰۤئِكَتِىْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ۔ یعنی اے فرشتو! تم اس بات کے گواہ بن جاؤ کہ میں نے اِن تمام کے گناہ معاف کر دیئے اور اِن کیلئے جنّت واجب کر دی اور قیامت کے روز انہیں ایسی چیزیں عطا کروں گا، جنہیں نہ کسی نے سُنا اور نہ دیکھا ہوگا اور نہ ہی ان کے متعلق کسی دل میں خیال تک آیا ہوگا۔

"لیلۃ القدر" احادیث کی روشنی میں

لیلۃ القدر کے بارے خود اللہ تعالیٰ کے کلامِ پاک میں کئی قسم کی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں لیکن احادیث میں بھی اس کی فضیلت بکثرت وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

یعنی جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیّت سے (عبادت کیلئے) کھڑا ہو اُس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ کتاب الصّوم، پہلی فصل)

ایک اور حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَّنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ

اَلْخَیْرَ کُلَّهٗ وَلَا یُحْرَمُ خَیْرَهَا اِلَّا کُلُّ مَحْرُوْمٍ۔

(ابنِ ماجہ، مشکوٰۃ کتاب الصّوم، تیسری فصل)

یعنی ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک ایسا مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقتاً محروم ہی ہے۔ (ابن ماجہ)

شبِ قدر کی تلاش:

شبِ قدر کو ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں ڈھونڈنا چاہیئے خصوصاً ستائیسویں رات میں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے شبِ قدر معلوم کرنے کیلئے طاق راتوں میں غور کیا تو سات کا عدد اس کیلئے زیادہ موزوں آیا اور جب سات کے عدد میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ آسمان بھی سات ہیں، اور زمینیں بھی سات، راتیں بھی سات ہیں اور دن بھی سات، صفا اور مروہ کے درمیان بھی سات دفعہ ہی سعی کی جاتی ہے۔

کعبہ کا طواف بھی سات چکروں میں پورا ہوتا ہے۔ جمروں پر سنگریزے بھی سات ہی پھینکے جاتے ہیں۔ قرآن کی قرأتیں بھی سات ہیں۔ اصحابِ کہف بھی سات ہیں، عاد کی قوم بھی سات راتوں میں ہلاک ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السّلام بھی سات برس جیل میں رہے، سورۂ یوسف میں جن گائیوں کا ذکر ہے وہ بھی سات ہیں، قحط بھی سات سال رہا، سات ہی سال فراخی اور کشادگی رہی، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حج کے بعد سات روزے رکھو، نسب کی رُو سے سات قسم کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ سات عورتیں ہی سسرال میں حرام ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کُتّا برتن میں مُنہ ڈالے

تو اُسے سات دفعہ دھونا چاہیئے۔ پہلی دفعہ مٹی سے صاف کرے، اور پھر پانی سے، سورہ اِنَّا اَنزَلنَاہُ میں سلام تک ستائیس حروف ہیں۔ حضرت ایّوب علیہ السّلام بھی مصیبت میں سات برس تک گرفتار رہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمّت کے شہید بھی سات قسم کے ہوں گے۔

(۱) جو خُدا کی راہ میں مارے گئے۔

(۲) وہ جو طاعون کی بیماری سے مریں۔

(۳) وہ جو سِل کی بیماری سے مریں۔

(۴) جو پانی میں ڈوب کر مریں۔

(۵) جو آگ میں جَل کر مریں۔

(۶) جو اسہال یا دستوں سے مریں۔

(۷) اور وہ عورت جو نفاس کی حالت میں مر جائے۔ (غنیۃ الطالبین)

اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اکثر چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے سات کے حساب سے بنایا ہے۔ اگر شبِ قدر ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں ہے تو اُوپر کے بیان سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ وہ ستائیسویں تاریخ کو ہی ہوگی۔

ہِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْر میں "ہِیَ" کا لفظ ستائیس حروف کے بعد میں آتا ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شبِ قدر ماہِ رمضان کی ستائیسویں تاریخ کو ہوتی ہے۔

شبِ قدر کی علامتیں

شبِ قدر کی علامت یہ ہے کہ اس میں نہ زیادہ سردی ہوتی ہے اور نہ گرمی بلکہ موسم معتدل ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس رات میں کُتّے کی آواز بھی سُنائی نہیں دیتی۔ اس

رات کی صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو یُوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس میں ذرا سیا ہی نہیں بلکہ سونے کے طشت کی مانند بالکل صاف معلوم ہوتا ہے' اور فرمایا کہ اس رات میں عابد کے جسم کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور آنکھوں میں آنسو جاری ہوتے ہیں' اور اس رات تمام چیزیں خُدا کے حضور سجدہ کرتی ہیں یہاں تک کہ درخت بھی سجدہ کیلئے اپنے آپ کو جُھکا دیتے ہیں' اور اس رات تمام دریاؤں اور سمندروں کا پانی شہد کی طرح میٹھا ہو جاتا ہے لیکن اس رات یہ انکشافات اور عجیب باتیں اہلِ دِل' اہلِ طاعت' اہلِ ولایت اور اُن لوگوں پر ظاہر ہوتی ہیں' جنہیں اللہ تعالیٰ دکھانا چاہے اور ہر شخص کو اُس کے انداز ے' اُس کے حال اور اُس کے مرتبے اور قُربِ الٰہی کے مطابق دکھائی دیتی ہے۔ (درمنثور غنیۃ الطالبین)

شبِ قدر جسے اللہ جَلّ مَجدہٗ نے لیلۃ القدر کے مبارک خطاب سے نوازا' وہ حسین وجمیل رات جو قُرآنِ کریم کو اپنے آغوشِ رَحمت میں لے کر تشریف لائی' وہ رات جو گنہگاروں کو نجات و مغفرت کا مُژدہ سناتی ہے' وہ رات جس کے ماہِ کامل کی گواہی میں انسانوں کی قسمت کے فیصلے ہوتے ہیں' وہ رات جس کے پردے میں ستّارُ العیوب شرمِ عصیاں کی لاج رکھتا ہے' وہ رات جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ھل من مغیث یُغیثُنا کے مبارک فرمان کے ساتھ سائلوں کی تلاش کرتی ہے' وہ رات جس میں حضرت جبریل علیہ السَّلام فرشتوں کی معیّت میں نُورانی جھنڈے ہاتھوں میں لئے زمین پر اُترتے ہیں اور ہر مومن مسلمان کے گھر اور مسکن میں داخل ہو کر نجات و مغفرت کا مُژدہ سُناتے ہیں اور شب بیداروں کے ساتھ مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں۔ یہ انوار و برکات کا سلسلہ طلوعِ فجر تک قائم رہتا ہے۔

برادرانِ اسلام:

شبِ قدر اعمال و افعال کے احتساب کی رات ہے۔ آیئے ہم سچے دِل سے

اپنے اعمال، کردار اور افعال کا جائزہ لیں کہ ہم نے اس مبارک ماہ میں اپنے دلوں کو اسلامی نُور سے کس حد تک منوّر کیا۔ ہم منہیاتِ شرعیہ سے کس حد تک تائب ہوئے، ہم نے اپنی زندگی کے کتنے لمحات اللہ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خُوشنودی کیلیے وقف کئے، ہمارے اعضاؤ جوارح بندگانِ خُدا کی خدمت کیلیے کتنی دفعہ حرکت میں آئے، ہم نے کتنے یتیموں اور بیواؤں کے سروں پر دستِ شفقت رکھا، ہم نے اعلائے کلمۃ الحق کیلیے کتنی مرتبہ اپنی زُبان کو زحمتِ جنبش دی، ہم نے کتنے طالب علموں کیلیے دینی تعلیم کے حصول کے واسطے سہولتیں فراہم کیں۔

اگر ہمارا ضمیر مجرم نہ ہو اور ہم اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو ہماری انسانیت ہمیں چیخ چیخ کر کہے گی کہ ہم نے شفیعِ عاصیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کیلیے ابھی تک کچھ نہیں کیا۔ ہماری بھلائی کی خاطر جو احکام ہمارے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم لائے۔ ہم نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ ہم پر آج بلیک مارکیٹ، چوربازاری، ذخیرہ اندوزی، ناجائز نفع خوری، سمگلنگ، رشوت جیسی بدترین لعنتوں کا عذاب مسلّط ہے اور ہم آئے دِن پستیوں کا شکار ہوتے چلے جارہے ہیں۔

یاد رکھئے!

عیش وعشرت، ہمارا شیوہ نہیں بلکہ زرّہ ہمارا بستر، خُود ہمارا تکیہ، تلوار اور دیگر آلاتِ حرب وضرب ہمارے ہم سفر رہے ہیں جس کے عظیم کارناموں سے ہماری تاریخ بھری پڑی ہے۔

علاّمہ اقبال علیہ الرحمۃ نے کیا خُوب کہا ہے:

۱۔ بر تر از اندیشہ سُود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی

۲۔ تُو اُسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم دواں ہر دم جواں ہے زندگی

آخر ہم نے مرنا ہے اور کُتّوں کی موت مرنا بُزدل قوموں کا حصہ ہے۔ ہمارا کام تو دشمنانِ اسلام سے دُنیائے اسلام کو محفوظ رکھنا ہے۔

بزرگانِ ملّت:

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا ایک مُسلمان کی شان نہیں۔ توبہ کا دروازہ ابھی تک کُھلا ہے۔ دوزخ کے دروازے بند اور شیطان مقیّد ہیں۔ آیئے شبِ قدر کی مُبارک ساعتوں میں اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو کر سچّے دِل سے اپنے گذشتہ گناہوں کی معافی مانگیں اور آئندہ کیلئے اپنی زندگی کو کتاب وسُنّت کے سانچے میں ڈھالنے کی قسم کھائیں۔

اس مُبارک رات کے چند اعمال احادیث مبارکہ اور

بزرگانِ دین کے اقوال

کی روشنی میں درج کئے جاتے ہیں

ا۔ چار رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور الھکم التکاثر اور تین تین بار قُل ھُوَاللّٰہُ اَحَد پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا اور موت کی سختی اور عذابِ قبر سے محفوظ رکھے گا اور جنّت میں چار ستون ایسے ملیں گے کہ ہر ستون پر ایک ہزار عظیم الشّان محلات ہوں گے۔

۲۔ آٹھ رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک ایک مرتبہ سورۃ قدر اور تین بار قُل ھُوَاللّٰہُ اَحَد پڑھے۔ اگر خُدانخواستہ سورۂ قدر یاد نہ ہو تو تین بار قُل ھُوَ اللّٰہ ہی پڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ تمام عمر کے گناہ معاف فرمادیں گے۔

۳۔ چار رکعت نماز نفل پڑھے۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قدر تین بار اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد پچاس بار اور سلام کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ بکثرت پڑھے۔ جو دُعا مانگے قبول ہوگی۔

۴۔ جو شخص ستائیسویں شب کو چار رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک بار سورۂ قدر اور ستائیس بار قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد پڑھے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے گویا ابھی شکم مادر سے پیدا ہُوا ہے۔

۵۔ جو شخص شبِ قدر میں دو رکعت نفل پڑھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل ھو اللہ احد سات بار پڑھے اور سلام کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰہِ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ ستّر بار پڑھے تو جائے نماز سے اُٹھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اُس کی اور اُس کے والدین کی مغفرت و بخشش فرماوے گا اور بہشت میں محلّات تعمیر ہوں گے جب تک اُنہیں دیکھ نہیں لے گا فوت نہیں ہوگا۔

۶۔ حضرت امام ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شبِ قدر کی نماز تین اقسام پر ہے کم از کم دو رکعت' درمیانی ایک سو رکعت' اور زیادہ سے زیادہ ایک ہزار رکعت' ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قدر ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے

۷۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں جو کوئی شبِ قدر میں بعد نمازِ عشاء سات بار سورۂ قدر پڑھے اللہ تعالیٰ اُسے تمام بلاؤں سے محفوظ فرمائے گا اور ستّر ہزار فرشتے اُس کیلئے جنّت کی دُعا کریں گے۔

شبِ قدر کی خاص الخاص دُعا:

اسے عشرۂ اخیر کی پانچ طاق راتوں میں پڑھتے رہیں۔ دُعا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ

اِن مُبارک راتوں میں نماز (صلوٰۃ التسبیح) ضرور پڑھیں۔ حدیث مبارک میں آیا ہے کہ جوکوئی یہ نماز پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے اگلے' پچھلے' ظاہر و پوشیدہ' نئے و پرانے' عمداً و سہواً' چھوٹے و بڑے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

طریقہ ادائیگی نماز (صلوٰۃ التسبیح):

چار رکعت نماز نفل صلوٰۃ التسبیح کی نیت کریں۔ ثناء کے بعد ۱۵ بار

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ

پڑھیں۔ اس کے بعد سورۃ فاتحہ اور کوئی دُوسری سُورۃ ملانے کے بعد دس بار' رکوع میں دس بار' قومہ میں دس بار' سجدہ اوّل میں دس بار' جلسہ میں دس بار اور دوسرے سجدے میں دس بار' اس طرح چاروں رکعت میں یہی تسبیح پڑھ کر نماز پُوری کریں۔ یاد رہے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل پندرہ بار اور باقی مقامات پر دس دس بار یہی تسبیح پڑھیں۔ ایک رکعت میں ۷۵ بار اور چاروں رکعتوں میں تین سو بار ہو جائے۔ پہلی رکعت فاتحہ کے بعد التکاثر دوسری میں عصر' تیسری میں کافرون اور چوتھی میں اخلاص پڑھیں۔ اگر یہ سورتیں یاد نہ ہوں تو کوئی بھی سورۃ پڑھ سکتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

نماز قضائے عُمری:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ جمعۃُ الوداع کے دن ظہر و عصر کے درمیان بارہ رکعت نفل دو دو رکعت کی نیّت سے پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی تین بار قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد اور ایک ایک بار سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ جس قدر نمازیں اس نے قضا کر کے پڑھی ہیں' ان کے قضا کرنے کا گناہ انشاء اللہ معاف ہو جائے گا۔ یہ نہیں کہ قضا نمازیں معاف ہو جائیں گے وہ تو پڑھنے ہی سے ادا ہوں گی۔ (اسلامی زندگی)

اس کے علاوہ مقدس ماہِ رمضان کے دنوں اور راتوں میں قرآنِ مجید کی تلاوت، درود شریف اور دیگر درود وظائف میں مشغول رہیں۔ خود اپنے لئے اور عام مسلمانوں کیلئے خصوصاً کشمیر، بھارت، فلسطین اور بیت المقدس کے مسلمانوں کیلئے دعائے خیر فرمائیں اور اپنی خاص دعاؤں میں راقم الحروف اور اس کے لڑکوں عزیزان حافظ محمد احمد سلمہٗ ربہٗ، مسرور احمد سلمہ ربہٗ، محمد اعظم سلمہ ربہٗ کو بھی یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس ماہِ مقدس کے فیوض و برکات سے مستفیض فرمائے اور زیارت حرمین شریفین کی حاضری نصیب فرمائے۔ آمین۔

ع...... ایں دعا از من جملہ جہاں آمین باد

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

============

روزہ افطار کرنے کے وقت کے متعلق

تحقیقی رسالہ

تَعجِیلِ اِفطار

مولانا ابوالفیضان محمد عبدالرحمٰن نوری

ناشر:

فیضان مدینہ پبلی کیشنز کاموں کے

تَعْجِیْلِ اِفْطَار

مولانا ابوالفیضان محمد عبدالرحمٰن نوری

لُغت عربی میں صَوم (روزہ) کا معنی امساک (رُکنا) ہے اور عرفِ شرع میں مسلمان اہلِ عبادت (کہ عورت حیض ونفاس سے پاک ہو) کا بنیّتِ عبادت صُبح صادق سے غروبِ آفتاب تک اپنے کو کھانے پینے اور جماع سے پاک رکھنا ہے۔ چنانچہ کفایہ شرح ہدایہ ص ۲۳۲، جلد ۲، میں ہے۔

وَفِی الشَّرْعِ عِبَارَۃٌ عَنْ تَرْکِ الْاَکْلِ وَالشُّرْبِ وَالْجِمَاعِ مِنَ الصُّبْحِ اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ بِنِیَّۃِ التَّقَرُّبِ مِنَ الْاَھْلِ بِاَنْ یَکُوْنَ مُسْلِمًا طَاھِرًا مِنْ حَیْضٍ وَ نِفَاسٍ۔

اور غروبِ شمس سے مراد قرصِ خُورشید کے مکمل چُھپ جانے کے مُتصل بعد کا زمانہ ہے۔ چنانچہ فتاویٰ شامی ص ۳۷۱، جلد ۲، حاشیۃ الطحاوی علی المراقی ص ۳۸۲ میں ہے۔ والنظم منھا۔

ھُوَ اَوَّلُ زَمَانٍ بَعْدَ غَیْبُوْبَۃِ تَمَامِ جِرْمِ الشَّمْسِ بِحَیْثُ تَظْھَرُ الظُّلْمَۃُ فِیْ جِھَۃِ الْمَشْرِقِ

وہ (غروبِ شمس) سُورج کی تمام جسامت کے غائب ہو جانے کے بعد کا پہلا وقت ہے۔ اس طرح کہ اُفقِ مشرق سے رات کی سیاہی نمودار ہو۔

کیونکہ رات کی اوّل جزء معیارِ روزہ سے باہر ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے۔

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ. (پارہ ۲، سورہ البقرہ، ع ۷، آیت ۱۸۷)

پھر رات آنے تک روزے پورے کرو۔

قائدہ مُسلّمہ ہے کہ کلمہ اِلٰی کا مابعد اگر اس کے ماقبل کی جنس سے نہ ہو تو اس (اِلٰی)

کا مابعد اس کے ماقبل کے حکم سے خارج ہوتا ہے۔ چنانچہ نور الانوار ص ۱۳۶، فتح القدیر ص ۱۳، کفایہ شرح ہدایہ جلد ۱، ص ۱۴، عنایہ جلد ۱، ص ۱۳، جلد ۱، ص ۹۵، بحر الرائق جلد ۱، ص ۱۳، شرح الوقایہ جلد ۱، ص ۵۵، شرح ملۃ عامل ص ۸ میں بالفاظ متقارب ہے۔ والنظم منه

قَدْ لَا یَکُوْنُ مَا بَعْدَهَا دَاخِلًا فِیْ مَا قَبْلَهَا اِنْ لَمْ یَکُنْ مَا بَعْدَهَا مِنْ جِنْسِ مَا قَبْلَهَا نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیْلِ

کبھی الیٰ کا مابعد اس کا ماقبل کے حکم میں داخل نہیں ہوتا جب وہ ماقبل کی جنس سے نہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ثم اتموا الصیام الی اللیل

اور لیل معیارِ صوم سے خارج ہے۔ بنا بریں امام اکمل الدین بابرتی علیہ الرحمہ عنایہ شرح ہدایہ جلد ۱، ص ۱۳ میں فرماتے ہیں:

فَیَبْقَی اللَّیْلُ خَارِجًا۔ تو رات معیار روزہ سے خارج رہ گئی۔

نیز رات اور دن میں تقابل تضاد ہے۔ مراقی الفلاح ص ۳۸۲ میں ہے۔ النہار ضد اللیل۔ اور نہار شرعی صبح صادق کے طلوع سے غروبِ آفتاب تک زمانہ کا نام ہے۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص ۳۸۲ میں ہے:

فِی الشَّرْعِ النَّهَارُ عِبَارَةٌ عَنْ زَمَانٍ مُمْتَدٍّ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ الصَّادِقِ اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ

تو رات جو کہ روزہ کے معیار کی ضد ہے کی کوئی بھی ساعت داخل روزہ نہیں ہو سکتی کہ اجتماع ضدین محال ہے چنانچہ امام ملک العلماء بدائع صنائع جلد ۲، ص ۷۷ میں فرماتے ہیں

لَا یَجُوْزُ الصَّوْمُ فِی اللَّیْلِ۔ رات میں روزہ جائز نہیں۔

اور علامہ عینی علیہ الرحمۃ عمدۃ القاری جلد ۱۱ ص ۴۴ میں فرماتے ہیں:

لَا یَجِبُ اِمْسَاکُ جُزْءٍ مِّنَ اللَّیْلِ مُطْلَقًا بَلْ مَتٰی تَحَقَّقَ غُرُوْبُ الشَّمْسِ حَلَّ الْفِطْرُ.

رات کی کسی جزء میں بھی قطعاً رکھنا واجب نہیں بلکہ جونہی غروب شمس پایا جائے اِفطار کرنا جائز ہوجاتا ہے۔

مسند ابی یعلیٰ موصلی جلد ۱، ص ۱۴۱، صحیح ابن خزیمہ جلد ۳، ص ۲۷۴، سنن بیہقی جلد ۴، ص ۲۳۸ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳، ص ۱۱، مصنف عبدالرزاق جلد ۴، ص ۲۲۷، مسند امام احمد جلد ۱، ص ۲۸، ۳۵، ۴۸، ۵۴، سنن ابی داؤد جلد ۱، ص ۳۲۱، صحیح مسلم جلد ۱، ص ۳۵۱، جامع ترمذی ابواب الصوم جلد ۱، ص ۱۰۸، سنن دارمی ص ۲۱۴، صحیح بخاری' کتاب الصوم باب متیٰ یحل فطر الصائم جلد ۱، ص ۲۶۲ میں ہے۔ والنظم منہ

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَ اللَّیْلُ مِنْ ھٰھُنَا وَاَدْبَرَ النَّھَارُ مِنْ ھٰھُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّآئِمُ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات اِدھر (اُفقِ مشرق) سے نمودار ہو اور دن اُدھر (جانبِ مغرب) سے پیٹھ موڑے اور سورج ڈوب جائے تو روزہ دار نے افطار کیا۔

یہاں محققین نے ارشادِ عالی شان فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّآئِمُ کی تشریحیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّآئِمُ اَیْ دَخَلَ وَقْتُ الْفِطْرِ۔

یعنی سورج غروب ہوتے ہی روزہ چھوڑنے کا وقت ہوگیا۔

۲۔ جب سورج چھپ گیا تو روزہ دار خود بخود ہی مفطر کے حکم میں ہو گیا۔ چنانچہ فتاویٰ شامی جلد۲، ص۳۷۱، طحطاوی علی المراقی ص۲۸۲، فتح الباری جلد۴، ص۱۹۷ میں ہے:

صَارَ مُفْطِرًا فِی الْحُکْمِ لِاَنَّ اللَّیْلَ لَیْسَ ظَرْفًا لِلصَّوْمِ

یعنی روزہ دار خود بخود مفطر کے حکم میں ہو گیا کیونکہ رات روزہ کیلئے ظرف نہیں۔

یہاں قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ حدیثِ پاک مذکورہ بالا میں تین امور مذکور ہیں۔

۱۔ اقبال لیل

۲۔ ادبار نہار

۳۔ غروب شمس

روزہ تاخیر سے افطار کرنے کے شائقین نے ان تینوں امور کی خود ساختہ تشریح کر کے علیٰحدہ علیحدہ احکام اور وقت بنا رکھے ہیں کہ غروب شمس میں نہ افطاری جائز ہے نہ نماز مغرب۔ غروبِ شمس میں مغرب کی نماز جائز روزہ افطار کرنا ناجائز۔ اور اقبال لیل میں افطاری اور نماز دونوں جائز ہیں۔ یہ تشریح خلافِ حقیقت اور غیر مسلّم ہے۔

کیونکہ محققین کے نزدیک یہ تینوں امور ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہیں۔ چنانچہ عون المعبود جلد۲، ص۲۷۷، تحفۃ الاحوذی جلد۲، ص۳۷، فتح الباری جلد۴، ص۱۹۷، شرح مسلم للنووی جلد۱، ص۳۵۱، عمدۃ القاری جلد۱۱، ص۴۳ میں بالفاظ متقاربہ ہے۔ والنظم منہ

وَالْاِقْبَالُ وَالْاِدْبَارُ وَالْغُرُوْبُ مُتَلَازِمَۃٌ لِاَنَّہٗ لَا یُقْبِلُ اللَّیْلُ اِلَّا اِذَا اَدْبَرَ النَّھَارُ وَلَا یُدْبِرُ النَّھَارُ اِلَّا اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ۔

اقبالِ لیل اور ادبارِ نہار اور غروبِ شمس میں ملازمہ ہے کیونکہ اقبالِ لیل ادبارِ نہار کے سوا نہیں اور ادبارِ نہار غروبِ شمس کے سوا نہیں۔

اور فتح باری میں ہے:

تَحَقَّقَ الْاِقْبَالُ وَالْاِدْبَارُ وَاِنَّهُمَا بِوَاسِطَةِ غُرُوْبِ الشَّمْسِ لَا بِسَبَبٍ اٰخَرَ

یعنی اِقْبَالِ لیل اور اِدْبَارِ نہار کا تحقق غروبِ شمس کے ہی واسطہ سے ہے کسی دوسرے سبب سے نہیں۔

محققین کرام کے اِرشاداتِ عالیہ سے واضح ہو گیا کہ تینوں اور مذکورہ بیک وقت واقع ہوتے ہیں اور احکام میں بھی کسی قسم کا تفاوت نہیں۔

رہا یہ کہ معلّمِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتِ اِفطار کی تعلیم فرماتے ہوئے امورِ ثلاثہ میں سے کسی ایک پر اکتفاء نہ فرمایا، بایں وجہ کہ جانبِ مغرب میں بادل یا گرد ہو تو اُفُقِ مشرق پر سیاہی نمودار ہوتے دیکھ کر افطار کرے۔ اگر مشرق میں علّت ہو تو مغرب میں ادبارِ نہار کی تحقیق کرے۔ اگر قرصِ خُورشید کے غروب ہونے کا مشاہدہ کر رہا ہے تو کسی دوسرے امر کی ضرورت ہی نہیں۔ چنانچہ عُمدۃ القاری جلد ۱۱، ص ۴۳ میں ہے:

وَقَدْ يَكُوْنُ الْغَيْمُ فِي الْمَشْرِقِ دُوْنَ الْمَغْرِبِ وَعَكْسُهٗ وَقَدْ يُشَاهَدُ مَغِيْبُ الشَّمْسِ فَلَا يَحْتَاجُ مَعَهٗ اِلٰى اَمْرٍ آخَرَ.

تحقیقِ بالا سے ثابت ہُوا کہ اِن تینوں امور میں سے کسی ایک کا مشاہدہ ہی جوازِ اِفطارِ صوم کیلئے کافی ہے اسی لئے تو سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ میں صرف اقبالِ لیل پر ہی اکتفاء فرمایا۔ چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳، ص ۱۱، الاحسان جلد ۶، ص ۲۰۹، مصنف عبدالرزاق جلد ۴، ص ۲۲۶، مسند امام احمد جلد ۴،

ص ۳۸۰، تا ۳۸۲، سنن ابی داؤد جلد ا، ص ۳۲۱، صحیح مسلم جلد ا، ص ۳۵۱، صحیح بخاری، کتاب الصوم باب متی تحل فطر الصائم جلد ۲، ص ۲۶۲ میں ہے واللفظ منہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ وَّھُوَ صَائِمٌ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ یَا فُلَانُ قُمْ فَاجْدَحْ لَنَا فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ اَمْسَیْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَلَوْ اَمْسَیْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ اِنَّ عَلَیْکَ نَھَارًا قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَھُمْ فَشَرِبَ رَسُول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِذَا رَاَیْتُمُ اللَّیْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ ھٰھُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ۔

جناب عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں ہم ایک سفر (غزوہ فتح) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ روزہ دار تھے، جب سُورج ڈوبا تو آپ نے بعض لوگوں (حضرت بلال) سے فرمایا اُٹھ ہمارے لئے سَتّو گھول تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام تو ہونے دیجئے آپ نے فرمایا اُتر سَتّو گھول۔ انہوں نے عرض کیا ابھی تو دن ہے۔ آپ نے فرمایا اُتر سَتّو گھول وہ اُترے اور لوگوں کیلئے سَتّو گھولے تو آپ نے نوش فرمایا۔ پھر فرمایا جب تم دیکھو رات کی تاریکی ادھر (مشرق) سے آن پہنچی تو روزہ کے افطار کا وقت آ گیا۔

اس حدیث سے امس وشمس کی طرح عیاں ہوا کہ قرص شمس مکمل چھپ جانے کے متصل بعد سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ افطار فرمایا۔ نیز یہ بھی واضح ہوا کہ اس وقت حضرت بلال ابھی تک شک میں تھے کہ شاید سُورج غروب نہیں ہُوا لیکن سُورج یقیناً

غروب ہو چکا تھا کہ اُفقِ مشرق سے رات کی سیاہی نموداز ہو چکی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز مغرب سے پہلے افطار فرماتے تھے

مسند ابی یعلیٰ موصلی جلد ۴، ص ۵۰، صحیح ابن خزیمہ جلد ۳، ص ۲۷۶، الاحسان جلد ۶، ص ۲۰۸، سنن بیہقی جلد ۴، ص ۲۳۹، مستدرک جلد ۱، ص ۴۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳، ص ۱۰۷، الترغیب والترہیب للمنذری جلد ۲، ص ۱۴۱ میں ہے:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ صَلّٰى صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يُفْطِرَ وَلَوْ عَلٰى شَرْبَةٍ مِّنْ مَّاءٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ افطار کرنے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھتے کبھی نہیں دیکھا اگرچہ آپ ایک گھونٹ پانی سے ہی افطار فرماتے۔

سنن دار قطنی جلد ۲، ص ۱۸۵، سنن ابی داؤد جلد ۱، ص ۳۲۱، مستدرک جلد ۱، ص ۴۳۲ میں ہے:

عَنْ اَنَسٍ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ عَلٰى رُطَبَاتٍ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ

جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے تھے۔

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سورج غروب ہوتے ہی روزہ افطار فرماتے تھے

مسند امام احمد جلد ۴، ص ۷۹، طبرانی کبیر جلد ۱۹، ص ۲۰ میں ہے:

عَنْ قُطْبَةَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ.

جناب قطبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے روزہ افطار فرمایا جونہی سورج غروب ہوا۔

صحابہ کرام نمازِ مغرب سے پہلے روزہ افطار کرتے تھے

مصنف عبدالرزاق جلد ۴، ص ۲۲۷ میں ہے:

عَنْ اَبِی الرَّجَاءِ قَالَ كُنْتُ اَشْهَدُ ابْنَ عَبَّاسٍ عِنْدَ الْفِطْرِ فِیْ رَمَضَانَ فَكَانَ يُوْضَعُ طَعَامُهٗ ثُمَّ يَاْمُرُ مُرَاقِبًا يُرَاقِبُ الشَّمْسَ فَاِذَا قَالَ وَجَبَتْ قَالَ كُلُوْا قَالَ ثُمَّ كُنَّا نُفْطِرُ قَبْلَ الصَّلٰوةِ.

حضرت ابوالرجاء سے مروی ہے، کہتے ہیں میں رمضان المبارک میں بوقت افطاری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوتا تھا، آپ کیلئے کھانا رکھا جاتا تھا پھر کسی نگران کو حکم فرماتے کہ سورج کی نگرانی کرے، جب وہ کہتا سورج چھپ گیا تو آپ فرماتے کھاؤ دریں اثناء ہم نماز سے پہلے افطار کرتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳، ص ۱۰۷ میں ہے:

عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ الْاَسْلَمِیِّ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ اَنْ يُّفْطِرُوْا قَبْلَ الصَّلٰوةِ

جناب ابوبردہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے اہلِ خانہ کو نماز مغرب سے پہلے افطار کرنے کا حکم دیتے تھے۔

اور مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳، ص ۱۰۷ میں ہے:

عَنْ حَمِيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ كَانَا يُصَلِّيَانِ الْمَغْرِبِ اِذَا رَاَيَا اللَّيْلَ كَانَا يُفْطِرَانِ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَا.

حضرت حمید سے روایت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما (افقِ مشرق سے) رات کی سیاہی دیکھتے ہی نمازِ مغرب ادا فرماتے۔ دونوں حضرات نماز مغرب ادا کرنے سے پہلے ہی افطار فرمالیا کرتے تھے۔

یہاں افطاری میں تاخیر کا نقطۂ نظر رکھنے والے حضرات اس حدیث کے معارض روایت پیش کرتے ہیں۔

عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ كَانَا يُصَلِّيَانِ الْمَغْرِبَ فِيْ رَمَضَانَ قَبْلَ اَنْ يُفْطِرَا.

اگر وجوہ ترجیح کا مشاہدہ کیا جائے تو ہماری بیان کردہ روایت کو ہی ترجیح حاصل ہے۔ چنانچہ ارشاد الفحول ص ۲۶۰ میں قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔

اِنَّهٗ يُقَدَّمُ مَا عَضَدَهٗ دَلِيْلٌ اٰخَرُ

جسے کسی دوسری دلیل سے تقویت حاصل ہو وہ مقدم ہے۔

ہماری بیان کردہ حدیث کو حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے تائید حاصل ہے۔ کما بیناہ انفا. نیز وجوہ ترجیح بیان فرماتے ہوئے قاضی شوکانی رقمطراز ہیں:

اِنَّهٗ يُقَدَّمُ مَا فَسَّرَهُ الرَّاوِيْ لَهٗ بِقَوْلِهٖ اَوْ فِعْلِهٖ عَلٰى مَالَمْ يَكُنْ كَذَالِكَ

دونوں متعارض روایتوں میں سے جس روایت کی راوی اپنے قول یا فعل سے تفسیر کردے وہ دوسری روایت سے مقدم ہے۔

روایت مانحن قلنا کو خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس مکتوب گرامی سے تائید حاصل ہے جو آپ نے امراء امصار کی طرف ارسال فرمایا۔ چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ جلد۳، ص۱۲، مصنف عبدالرزاق جلد۴، ص۲۲۵ میں ہے:

عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ کَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِلٰی اُمَرَاءِ الْاَمْصَارِ اَنْ لَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُسَوِّفِیْنَ بِفِطْرِکُمْ۔

حضرت سعید بن میسب سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ (مملکتِ اسلامیہ کے) کے شہروں کے گورنروں کی طرف مکتوبِ گرامی ارسال فرمایا کہ اپنے روزوں کی افطاری کے سلسلہ میں تاخیر نہ کیا کریں۔

روزہ جلدی افطار کرنے میں بہتری ہے:

مسند ابی یعلیٰ موصلی جلد۶، ص۵۷، صحیح ابن خزیمہ جلد۳، ص۲۷۴، الاحسان علی ترتیب صحیح ابن حبان جلد۶، ص۲۰۱، سنن بیہقی جلد۴، ص۲۳۷، مصنف عبدالرزاق جلد۴، ص۲۲۶، موطا امام مالک ص۲۲۸، مسند امام احمد ص۳۳۱، ۳۳۴، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۹، جلد۵ الترغیب والترہیب للمنذری جلد۲، ص۱۳۹، موطا امام محمد ص۱۸۳، سنن ابن ماجہ ص۱۲۳، جامع ترمذی جلد۱، ص۱۰۸، سنن دارمی ص۲۱۴، کشف الغمہ جلد۱، ص۲۰۱، صحیح مسلم جلد۱، ص۳۵۱، صحیح بخاری کتاب الصیام باب تعجیل الافطار جلد۱، ص۲۶۳ میں ہے:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔

جناب سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت کے لوگ ہمیشہ اچھے رہیں گے جب تک روزہ جلد افطار کرتے رہیں گے۔

مصنف ابن ابی شیبہ جلد۳، ص۱۲، موطا امام مالک ص ۲۲۸ میں ہے:

عَنْ سعید ابن المسیب اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ.

سید بن مسیّب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ لوگ اچھے رہیں گے جب تک روزہ جلدی کھولیں گے۔

سنن بیہقی جلد۴، ص ۲۳۹، الاحسان جلد۶، ص ۲۰۱، مسند امام احمد جلد۲، ص ۳۵۰، صحیح ابن خزیمہ جلد۳، ص ۲۷۵، الترغیب والترہیب للمنذری جلد۲، ص ۱۴۰، کشف الغمہ جلد۱، ص ۲۰۱، مستدرک جلد۱، ص ۴۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ جلد۳، ص ۱۲، مشکوٰۃ کتاب الصوم سنن ابی داؤد جلد۱، ص ۳۲۱ میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ الدِّیْنُ ظَاھِرًا مَّا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِاَنَّ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی یُؤَخِّرُوْنَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا "دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک لوگ افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے کیونکہ یہود و نصاریٰ دیر کیا کرتے تھے"۔

جلدی افطار کرنا اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہے:

صحیح ابن خزیمہ جلد۳، ص ۲۷۶، الاحسان جلد۶، ص ۲۰۸، مسند ابی یعلی موصلی جلد۵، ص ۳۶۵، کشف الغمہ جلد۱، ص ۲۰۱، الترغیب والترہیب للمنذری جلد۲، ص ۱۴۰، جامع ترمذی ابواب الصوم باب ما جاء فی تعجیل الافطار جلد۱، ص ۱۰۸، مسند امام احمد جلد۲، ص ۳۲۹، سنن بیہقی جلد۴، ص ۲۳۷، میں ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اَنْ اَحَبَّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُھُمْ فِطْرًا۔

جناب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میرے بندوں میں سے زیادہ پیارا جوان میں سے جلدی افطار کرنے والا ہے''۔

تاخیر افطاری پسند کرنے والوں کی ایک اہم دلیل حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث معراج بیان کی جاتی ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں نے کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا جو اُلٹے لٹکائے گئے ہیں' ان کے جبڑے پھاڑ دیئے گئے ہیں اور اُن سے خُون بہہ رہا ہے تو میں نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ تو بتایا گیا اَلَّذِیْنَ یُفْطِرُوْنَ قَبْلَ تَحِلَّۃِ صَوْمِھِمْ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو قبل از وقت روزہ افطار کرتے تھے۔

یاد رہے کہ اس حدیث پاک میں قبل از وقت روزہ افطار کرنے والوں کیلئے وعید بیان کی ہے اور قرصِ آفتاب مکمل غروب ہوجاتے ہی افطاری کا وقت ہوجاتا ہے کما حققناہ اب وقت ہوجانے پر افطاری میں جلدی کرنے والا داخل تحت وعید نہیں بلکہ سُنّت پر عمل کرنے والا ہے کیونکہ وقت ہوجانے پر تعجیلِ افطار سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسندیدہ ہے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمْ.

=====

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عورتوں کا مسجد میں اعتکاف

قاری محمد یاسین قادری شطاری ضیائی
صدر مدرس: مدرسہ اسلامیہ حیدری مسجد کاموں کی
خطیب: جامع مسجد عمر چشمۂ فیض محمدی کاموں کی

مکتبہ فیضان اولیاء
عمر روڈ بالمقابل عمر مسجد چشمۂ فیض محمدی کاموں کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀ نام کتاب ———— عورتوں کا مسجد میں اعتکاف

❀ مؤلف ———— قاری محمد یاسین قادری شطاری ضیائی مدرس

موبائل ———— مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد حیدری کامونکی

❀ تصحیح ———— ۰۳۳۳۴۲۸۹۳۲۳،۰۳۴۵۴۵۳۸۹۲۰

❀ کمپوزر ———— محمد بلال شطاری ضیائی کمپوزر کامونکی

❀ تاریخ کمپوزنگ ———— ۳،اکتوبر ۲۰۰۶ء بروز منگل ۱۴رمضان ۱۴۲۷ھ

❀ تعداد ———— 25

❀ اشاعت ———— ۲۰۰۷ء

❀ مطبع ————

❀ ناشر ———— مکتبہ فیضان اولیاء کامونکی

❀ قیمت ————

❀ ————

ملنے کا پتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال:

کیا مستورات مسجد کے احاطہ میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں؟

جواب:

مستورات کو مسجد میں اعتکاف بیٹھنا چاہیے، کیونکہ قرآن میں مسجد کا لفظ آیا ہے۔

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ

ان الفاظ پر غور کریں! آپ مسجد میں اعتکاف بیٹھیں اور آپ کی بیوی گھر میں اعتکاف بیٹھی ہو تو کیا گھر جا کر مباشرت کریں گے جس سے منع کیا گیا ہے۔

معتکف آدمی ویسے بغیر ضرورت گھر داخل نہیں ہو سکتا تو کیا مباشرت کے لئے گھر میں داخل ہو سکتا تھا جو بعد میں منع کر دیا گیا، نہیں یہاں مسئلہ مسجد کا ہے۔

میاں بیوی مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوں دونوں قریب ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ عورتیں مسجد میں اعتکاف بیٹھتی تھیں۔

حدیث) حدثنا اسحق بن شاهين ابو البشر الواسطي قال اخبرنا خالد بن عبد الله عن خالد عن عكرمة عن عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ مَعَهُ بَعْضُ نِسَائِهٖ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ الخ

(بخاری جلد اول باب ۲۱۲ حدیث ۱۰۳)

نساۂ سے مراد (سودہ یا ام حبیبہ) اس حدیث میں لفظ معہ آیا ہے اس پر

غور کریں کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف بیٹھے تھے وہاں یہ عورت اعتکاف بیٹھی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اعتکاف بیٹھے تھے گھر میں نہیں۔

حدیث) حدثنا یزید بن زریع عن خالد عن عکرمة عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَءَةٌ مِنْ اَزْوَاجِهٖ فَكَانَتْ تَرٰى الدَّمَ وَالصُّفْرَةَ الطَّسْتُ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّيْ۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ کے ساتھ آپ کی بیبیوں میں سے ایک نے اعتکاف کیا الخ ۔اس حدیث میں اعتکف مع رسول اللہ ان الفاظ پر غور کریں ۔

(بخاری جلد اول حدیث نمبر ۳۰۸)

امام بخاری نے باب باندھا ہے: کہ

اَلِاعْتِكَافُ فِي الْعَشَاءِ الْاَوَاخِرِ وَالِاعْتِكَافُ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ الخ آیت

اسی باب میں امام بخاری روایت لائے ہیں کہ

حدثنا عبداللہ بن یوسف حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب عن عروۃ بن الزبیر عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ . (بخاری جلد اول حدیث ۱۹۰۰)

باب اور حدیث پر غور کریں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ نے آپ سے اجازت مانگی تو آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ فَضَرَبَتْ فِيْهِ قُبَّةً.

اُنہوں نے مسجد میں خیمہ لگالیا (بخاری جلد اول)

حدیث۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اَلسُّنَّةُ لَا اعْتِكَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ وَّلَا اعْتِكَافَ اِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ

سُنّت یہ ہے کہ اعتکاف روزہ کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور جامع مسجد میں ہوتا ہے (ابوداؤد جلد اول)

میرے بھائی اِن حدیث پر غور کریں تو یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ اعتکاف مسجد میں ہے گھر میں نہیں، سُنّت طریقہ ہے خواہ مرد ہو یا عورت۔

تو جناب چوہدری نصیر احمد صاحب اگر ذہن میں اب بھی کوئی اشکال ہو تو تحریر کر کے مجھے دیں۔ انشاء اللہ اس کا جواب لکھ دوں گا ہاں اگر کوئی بات ہو تو آج ہی تحریر کر دیں!

فقط والسلام

حافظ نوید اسلم گورای

الجواب هو الموافق للصواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْفِتْنَةَ اَشَدَّ مِنَ الْقَتْلِ: وَاَنْزَلَ كُلَّ حُكْمٍ لِكُلِّ بَطَلٍ: وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ الَّذِیْ خَلَقَ الْعَقْلَ: وَجَعَلَهٗ مِيْزَانًا لِكُلِّ الشَّكْلِ: سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الْخَلْقِ حَتَّى الْعَقْلِ: وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْلَ: وَعَلٰى اُمَّتِهٖ ذَاتَ فَضْلٍ: اَلَّذِیْ حَدِيْثُهٗ حُجَّةٌ وَّذُوْ عَمَلٍ: وَنَعُوْذُ بِهٖ مِنْ فِتْنَةٍ جُعِلَتْ سَبَبًا لِلْاَكْلِ: وَفِتْنَةِ النِّسَاءِ الَّتِیْ خَيْرٌ مِّنْهَا الْعَزْلُ: وَاَنْ يَّكُوْنَ

لِطَالِبِ الشَّرِ مَوْقِعَ الْهَزَلِ ::وَاطْلُبْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مِنْهُ الْفَضْلَ ::اِرَادَةً مِنْهُ

لِعَمَلِي الْبَدَلَ ::وَجَعْلًا لِهٰذَا بِغَيْرِ الْاَمَلِ ::بِرَحْمَتِهٖ وَبِكَرَمِهِ الَّذِيْ قَدْ كَمَلَ ::

امابعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیت مستدل بہ مکمل اس طرح ہے۔

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ

تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں عورتوں سے انتفاع حلال کردیا گیا وہ

لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا

تمہارا لباس ہیں اور تم اُن کا لباس ہو اللہ جانتا ہے کہ تم اپنے آپ سے خیانت کرتے تھے

عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى

تو اُس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف کردیا۔ تو اب تم ان سے مباشرت کرو اور

يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ

چاہو وہ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا اور کھاؤ اور پیو حتّٰی کہ تمہارے لئے سیاہ دھاگے سے

اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ

سفید دھاگہ ظاہر ہو جائے فجر کو پھر تم روزوں کو رات تک پورا کرو اور اعتکاف مسجدوں

فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

میں کرنے کی حالت میں ان سے جماع نہ کرو یہ اللہ کی حدیں ہیں تو ان کے قریب مت

جاؤ اللہ اسی طرح لوگوں کے لئے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ تقوی اپنائیں (بقرہ ۱۸۷)

قرآن پاک کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ زبان عرب پر دسترس قوی حاصل ہو

گرامر وضرب الامثال کے علاوہ فصاحت، بلاغت ومعانی لغت سمجھنے میں دوقت نہ ہو

اقوال احوال وآثار نبی صلی اللہ علیہ وسلم جانتا ہو اور آرائے صحابہ سے اور ان کے اعمال واقوال واحوال کی خوب خبر ہو نیز عرب کے ہر قبیلہ کی زبان کے فرق میں تمیز ہو۔ اور آیات قرآن کے شانِ نزول سے واقفیت ہونا بھی اشد ضروری ہے کہ اس کے بغیر کئی مسائل حل نہیں ہوتے ادھورے رہ جاتے ہیں۔

اب مسجد میں اعتکافِ مستورات کے عامل وقائل کو لیجئے کہ قرآن میں لفظ مسجد آیا ہے۔ کہہ کر دلیل بنالی ہے۔ کہ عورت مسجد میں اعتکاف بیٹھے گی جبکہ معاملہ اسکے برعکس ہے۔ جواباً:: معلوم ہونا چاہیے کہ عُلماء کا فیصلہ کہ ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے اور جس جگہ گھروں میں نماز پڑھی جائے وہ بھی مسجد ہے لھٰذا عورت وہاں نماز پڑھے اور وہاں اعتکاف کرے کہ وہ المساجد کے اندر داخل ہے دیکھو (معالم التنزیل صفحہ ۱۵۹)

اَلِاعْتِكَافُ فِي الشَّرْعِ هُوَ الْاِقَامَةُ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ ،هُوَ سُنَّةٌ وَّلَا يَجُوْزُ فِيْ غَيْرِ الْمَسْجِدِ وَيَجُوْزُ فِيْ جَمِيْعِ الْمَسَاجِدِ۔

یعنی شریعت میں اعتکاف اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے مسجد میں ٹھہرنا ہے اور وہ سُنّت ہے اور مسجد کے علاوہ جائز نہیں اور تمام مساجد میں جائز ہے۔

اَمَّا الْمَرْئَةُ يَعْتَكِفُ فِيْ مَسْجِدِ بَيْتِهَا اَيِ الْاَفْضَلُ ذَالِكَ وَلَوِ اعْتَكَفَتْ فِي الْجَامِعِ اَوْ فِيْ مَسْجِدِ حَيِّهَا وَهُوَ اَفْضَلُ مِنَ الْجَامِعِ فِيْ حَقِّهَا جَازَ وَهُوَ مَكْرُوْهٌ ذَكَرَ الْكَرَاهَةَ قَاضِيْخَانِ لِاَنَّ مَوْضِعَ الْاِعْتِكَافِ فِيْ حَقِّهَا الْمَوْضِعُ الَّذِيْ تَكُوْنُ صَلٰوتُهَا فِيْهِ اَفْضَلُ كَمَا فِيْ حَقِّ الرَّجُلِ وَصَلَاتُهَا فِيْ مَسْجِدِ بَيْتِهَا اَفْضَلُ فَكَانَ مَوْضَعَ الْاِعْتِكَافِ مَسْجِدُ بَيْتِهَا (فتح القدیر وعنایہ بحوالہ زجاجۃ المصابیح صفحہ ۵۸۶ جلد اول)

عورت اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے افضل یہ ہے اور اگر وہ جامع مسجد میں اعتکاف کرے یا اپنے محلے کی مسجد میں تو محلے کی مسجد اس کے حق میں جامع مسجد سے افضل ہے جائز اور مکروہ ہے کراہت کو قاضی خان نے ذکر کیا کیونکہ اعتکاف کی جگہ اس کیلئے وہ جگہ ہے جس میں اسکی نماز افضل ہے جیسا کہ مردوں کے حق میں ہے اور عورت کی نماز اس کے گھر کی مسجد میں افضل ہے لہٰذا اعتکاف کی جگہ اس کے گھر کی مسجد ہے۔ صاحب عقل کیلئے اشارہ کافی ہوتا ہے اس سے وہ سمجھ لے گا کہ عبادت میں افضل انداز کو اپنانا ہی حصول کمال اور قبولیت کے نزدیک تر ہے لہٰذا افضل یہ ہے کہ کراہت سے بچے نیز نماز فرض اور اعتکاف سُنّت ہے۔ تعجب ہے کہ فرض گھر میں اور سُنّت کے لئے مسجد ہو اسی افضلیت کو اپناتے ہوئے عالم اسلام کی عورتوں کا عمل یہ ہی ہے کہ گھر کی مسجد میں اعتکاف کرتی ہیں۔

اعتراض: آپ مسجد میں...... بیوی گھر میں ہو تو کیا گھر جا کر مباشرت کریں گے جس سے منع کیا گیا ہے؟

جواب: ۱۔ مباشرت کیلئے بیوی کا معتکف ہونا کوئی ضروری نہیں یہ بھی ممکن ہے کھانا لے کر آئے اور شہوت پرست وہیں پکڑ لے۔

۲۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ گھر میں ہو اور صاحب گھر جائیں اور کام کر آئیں۔

۳۔ وہ گھر میں معتکف ہو اور یہ صاحب معتکف ہو تو بھی، نہ ہو تو بھی کام کر آئیں۔

کیا یہ صورتیں جائز ہیں اور آپ کی مذکورہ صورت سے منع کیا گیا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں

علامہ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْآیَۃُ نَزَلَتْ فِیْ نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانُوْا یَعْتَکِفُوْنَ فِی الْمَسْجِدِ فَاِذَاعَرَضَتْ لِلرَّجُلِ مِنْھُمُ الْحَاجَۃُ اِلٰی اَھْلِہٖ خَرَجَ اِلَیْھَا فَجَامَعَھَا ثُمَّ اغْتَسَلَ فَرَجَعَ الْمَسْجِدَ فَنُھُوْا عَنْ ذٰلِکَ لَیْلًا وَّ نَھَارًا حَتّٰی یَفْرَغُوْا مِنَ اعْتِکَافِھِمْ فَالْجِمَاعُ حَرَامٌ فِیْ حَالِ الْاِعْتِکَافِ وَ یَفْسُدُ بِہِ الْاِعْتِکَافُ (معالم التنزیل صفحہ ۱۵۹)

اور یہ آیت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی ایک جماعت کے بارے نازل ہوئی وہ اعتکاف کیا کرتے تھے مسجد میں تو جب کسی مرد کو اپنی بیوی کی حاجت محسوس ہوتی تو وہ اسکے پاس جاتے اور جماع کرتے پھر غسل کر کے مسجد کی طرف لوٹ آتے تو اس سے رات دن میں انہیں روک دیا گیا، حتی کہ وہ اپنے اعتکاف سے فارغ ہو جائیں۔ البتہ جماع اعتکاف کی حالت میں حرام ہے اور اعتکاف اس سے فاسد ہو جاتا ہے۔

اس حوالہ سے دوسرا اعتراض بھی جاتا رہا کہ ویسے بغیر ضرورت گھر داخل نہیں ہو سکتا تو کیا مباشرت کیلئے گھر میں داخل ہو سکتا تھا......الخ

اور تیسری بات کا رد بھی ہوا کہ مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوں دونوں قریب ہوں کیونکہ یہ قریب اعتکاف کے ساتھ نہ خاص ہے نہ اس کا جزء ہے کہ بے اس کے ہو نہ سکے

اعتراض: حدیث میں لفظ مع آیا ہے...... جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف بیٹھے تھے وہاں یہ عورت اعتکاف بیٹھی تھی۔ الخ

جواب: اس لفظ سے مراد معیت زمانیہ ہے معیت مکانیہ نہیں۔ اگر نہیں تو پھر بخاری

شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ الگ ہوتا اور ازواج کا الگ الگ، لہٰذا معیت مکان ثابت نہ ہو سکی۔

۱۔بَابُ اعْتِكَافِ النِّسَاءِ حدثنا ابو نعمان ثنا حمادبن زيد ثنا يحيى عن عمرة عَنْ عَائِشَةَ(رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ)قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَكُنْتُ اَضْرِبُ لَهُ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهُ فَاسْتَاْذَنَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ اَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً فَاَذِنَتْ لَهَا فَضَرَبَتْ خِبَاءً فَلَمَّا رَءَتْهُ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ ضَرَبَتْ خِبَاءً اٰخَرَ فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَى الْاَخْبِيَةَ فَقَالَ مَاهٰذَا فَاُخْبِرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰلْبِرَّ تَرَوْنَ بِهِنَّ فَتَرَكَ الْاِعْتِكَافَ ذَالِكَ الشَّهْرَ ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ (بخاری صفحہ ۲۷۲ جلد ا طبع کراچی)

نیز امام بخاری نے اس ہی مفہوم کی احادیث الفاظ مترادفہ کی تبدیلی کے ساتھ مختلف اسناد سے (۲) باب من اراد ان يعتكف ثم بداله ان يخرج الخ، میں دوسری سند کے ساتھ الفاظ کی تبدیلی سے حدیث نقل فرمائی جس سے غور طلب یہ دو جملے ہیں۔

آلْبِرَّ اَرَدْنَ بِهٰذَا، مَا اَنَا بِمُعْتَكِفٍ الخ (صفحہ ۲۷۳، ۲۷۴ جلد ۱)

(۳) باب الاخبية في المسجد (۴) باب الاعتكاف ى شوال میں دوسری سند سے مختلف الفاظ سے

فَقَالَ مَا حَمَلَهُنَّ عَلٰى هٰذَا؟ اَلْبِرُّ، اِنْزَعُوْهَا فَلَا اَرَاهَا فَنُزِعَتْ فَلَمْ يَعْتَكِفْ (صفحہ ۲۷۳ تا ۲۷۴ جلد ۱)

مذکورہ بالا عبارت میں بخاری شریف سے چار احادیث نقل کی گئی ہیں مطلوبہ

الفاظ مختلفہ کو ذکر کر کے اور یہاں اسناد بھی مختلف ہیں۔

اور اسی حدیث کو ابن ماجہ صفحہ ۱۲۷، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۱۶، مسلم ج ۱ صفحہ ۳۷۱ طبع کراچی میں دیکھیں!

ان احادیث کی اسناد مختلف کے اعتبار سے سات احادیث ہوئیں۔

ان کا مفہوم یہ ہے:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے میں ان کے لئے خیمہ لگایا کرتی تھی تو آپ صبح کی نماز پڑھ کر اس میں داخل ہو جاتے پھر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے خیمہ لگا۔نے کی اجازت لی انہوں نے اجازت دے دی تو آپ نے خیمہ لگالیا، جب زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا نے دیکھا تو ایک اور خیمہ لگالیا، جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور خیموں کو ملاحظہ فرمایا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ آپ کو خبر دی گئی۔

تو آپ نے فرمایا: ان کو کس چیز نے اس پر ابھارا اور کیا انہوں نے اس سے نیکی کا ارادہ کیا ہے میں معتکف نہیں ہوں ان خیموں کو اکھاڑ دو کہ میں انہیں نہ دیکھوں وہ اکھاڑ دیے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماہ اعتکاف نہ کیا پھر شوال کے ابتدائی عشرہ میں اعتکاف فرمایا۔

مسلم شریف کے حاشیہ میں امام نووی رحمہ اللہ تعالی رقم کرتے ہیں اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے:

اِعْتِکَافُ الْمَرْءَةِ فِیْ مَسْجِدِ بَیْتِهَا وَهُوَ الْمَوْضِعُ الْمُهَیَّأُ مِنْ بَیْتِهَا

لِصَلَاتِهَا وَلَا يَجُوزُ لِلرَّجُلِ فِيْ مَسْجِدِ بَيْتِهِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ (رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى)......قول قديم للشافعي ......وَجَوَّزَهُ بَعْضُ اَصْحَابِ مَالِكٍ وَ بَعْضُ اَصْحَابِ شَافِعِيِّ لِلْمَرْءَةِ وَلِلرَّجُلِ فِيْ مَسْجِدِ بَيْتِهِمَا (مسلم شریف صفحہ ۳۷۱ جلد ا طبع کراچی)

عورت کا اعتکاف اس کے گھر کی مسجد میں ہے اور وہ مسجد وہ جگہ ہے جسے اس نے اپنے گھر سے اپنی نماز کیلئے تیار کیا ہو اور مرد کیلئے اس کے گھر کی مسجد میں امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اعتکاف نہیں ہے......امام شافعی کا بھی ایک قول قدیم یہ ہی ہے...... اور بعض مالکی اور شافعی علماء حضرات نے مرد اور عورت دونوں کیلئے ان کے گھر میں اعتکاف کو جائز قرار دیا ہے۔

نوٹ: صاحب کہتے تھے عورت گھر میں اعتکاف نہیں کر سکتی مگر یہاں علماء گھر میں اعتکاف کرنے کا مرد کیلئے بھی جواز کا قول کر چکے ہیں۔

اسی حدیث کے تحت نسائی شریف کی جزء اول میں مسلم میں نووی کا حاشیہ قابل غور ہے،

هٰذَا الْكَلَامُ اِنْكَارٌ لِفِعْلِهِنَّ ....اِنَّهُ خَافَ اَنْ يَكُنَّ غَيْرَ مُخْلِصَاتٍ فِي الْاِعْتِكَافِ بَلْ اَرَدْنَ الْقُرْبَ مِنْهُ ....فَكَرِهَ مُلَازَمَتَهُنَّ الْمَسْجِدَ مَعَ اَنَّهُ يَجْمَعُ النَّاسَ وَيَحْضُرُهُ الْاَعْرَابُ وَالْمُنَافِقُوْنَ وَهُنَّ مُحْتَاجَاتٌ اِلَى الْخُرُوْجِ وَالدُّخُوْلِ لِمَا يَعْرِضُ لَهُنَّ فَيَبْتَذِلْنَ بِذٰلِكَ (نسائي صفحه ۱۱٦ جلد ۱)

اَوْ لِاَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰهُنَّ عِنْدَهُ فِي الْمَسْجِدِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَصَارَ كَاَنَّهُ فِيْ مَنْزِلِهِ بِحُضُوْرِهِ مَعَ اَزْوَاجِهِ وَذَهَبَ الْمُهِمُّ مِنَ

مَقْصُوْدِ الْاِعْتِکَافِ وَھُوَ التَّخَلِّیْ عَنِ الْاَزْوَاجِ وَمُتَعَلِّقَاتِ الدُّنْیَا وَشِبْہُ ذَالِکَ اَوْلَاَنَّھُنَّ ضَیَّقْنَ الْمَسْجِدَ بِاَبْنِیَتِھِنَّ وَفِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ دَلِیْلُ صِحَّۃِ اعْتِکَافِ النِّسَاءِ لِاَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اَذِنَ لَھُنَّ اِنَّمَا مَنَعَھُنَّ بَعْدَ ذَالِکَ لِعَارِضٍ (مسلم ج اول حاشیہ امام نووی صفحہ ۳۷۱ تا ۳۷۲)

یہ کلام (خیمہ اکھاڑنا اور اعتکاف نہ کرنا) ان کے فعل کے لئے انکار ہے......

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف ہوا کہ وہ کہیں اعتکاف میں بے خلوص ہو جائیں کیونکہ وہ حضور کے قرب کا ارادہ رکھتی تھیں ......تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا مسجد سے چمٹ جانا پسند نہ آیا کہ لوگ آپ کے پاس جمع ہوتے تھے اور دیہاتی اور منافق حاضر ہوتے اور ازواج مطہرات آنے جانے کی حاجت مند ہوتیں کیونکہ نسوانی عوارض کے سبب ان کو ایسا کرنا پڑتا۔

یا اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ آپ نے ان کو اپنے پاس مسجد میں دیکھا تو یہ ایسے ہی ہوا جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں ازواج کے ساتھ ہوں اس سے اعتکاف کا جو اہم مقصود ہے وہ فوت ہو جاتا کیونکہ وہ عورتیں اور دنیا کے متعلقات وغیرہ سے تخلیہ ہے یا اس لئے کہ انہوں نے مسجد کو اپنے خیموں سے تنگ کر دیا تھا اور اس حدیث میں عورتوں کے اعتکاف کی دلیل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ان کو اجازت دی اور بے شک وشبہ عارضہ کی وجہ سے بعد میں منع کر دیا۔

اس خط کشیدہ آخری لائن کو بار بار مطالعہ کریں سمجھ لیں کہ منع کرنا قوی ہے کیونکہ اسے صاحب حاشیہ نے انما کلمہ حصر سے ذکر کیا ہے جس کا مفہوم ہے کہ مابعد کلام میں حقیقت ہی ہے خلاف حقیقت کچھ نہیں منع پر کلمہ حصر ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ کام کا

کرنا قطعی ممنوع ہے مگر انہوں نے پہلے کہا کہ اعتکاف النساء کی دلیل ہے تو سوال یہ ہے کہ جب منع ہے تو صحت اعتکاف نساء کیسے ہوا؟

لھذا واضح بات ہے کہ منع مسجد سے ہے اور فعل اعتکاف گھر کی مسجد میں ہے۔

مؤطا امام مالک رحمہ اللہ تعالی کے حاشیہ میں ہے:

فَكَرِهَ اِعْتِكَافَهَا عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ وَمَنَعَ جَمِيْعَهُنَّ لِاَنَّهُ لَمْ يَتَعَيَّنْ لَهُ مِنْهُنَّ بِاَنَّ مَحَلَّ اِعْتِكَافِ الْمَرْءَةِ مَوْضِعُ صَلٰوتِهَا فَقَالَ فَاِذَا كَرِهَ لَهُنَّ الْاِعْتِكَافَ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ اَنَّهُنَّ كُنَّ يَخْرُجْنَ اِلَى الْجَمَاعَةِ فِيْ ذَالِكَ الْوَقْتِ فَلَاَنْ يُمْنَعْنَ فِيْ زَمَانِنَا اَوْلٰى (مؤطا امام مالک صفحہ ۲۶۶ طبع کراچی)

تو ان کے اعتکاف کو اس انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکروہ جانا اور ان سب کو منع کردیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کی طرف سے کوئی تعیّن نہ تھا مکروہ اس لئے قرار دیا کہ عورت کے اعتکاف کی جگہ اس کی نماز کی جگہ ہے تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے اعتکاف کو مکروہ قرار دیا حالانکہ وہ جماعت کیلئے اس وقت میں آیا کرتی تھیں تو ہمارے زمانے میں ان کا روکا جانا زیادہ بہتر ہے۔

احادیث میں عورتوں کا مسجد میں جانا ثابت ہے اور اعتکاف کرنا بھی ثابت اعتکاف سے صراحۃً منع کردیا اور نماز کیلئے فرمایا کہ ان کے گھر میں ان کی نماز زیادہ بہتر ہے

۵۔ حدیث: ایک صحابی حدیث سناتے ہیں کہ حضور نے فرمایا جب عورتوں میں سے کوئی تم میں سے کسی سے مسجد کے لئے اجازت مانگے تو اس کو منع نہ کرے!

تو بلال رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں۔

وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ (صفحہ ۱۸۳ مسلم جلد ۱) (ابوداود جلد ۱ صفحہ ۹۱)

اللہ کی قسم ہم انہیں ضرور ضرور روکیں گے۔

۶۔حدیث: فَقَالَ ابْنٌ لَّهُ يُقَالُ لَهُ وَاقِدٌ اِذًا يَتَّخِذْنَ دَغَلًا (مسلم ج۱ صفحہ ۱۸۳

اس صحابی نے وہی حدیث سنائی کہ عورتوں کو اجازت دو۔تو اس صحابی کے بیٹے نے جسے واقد کہتے تھے کہا تب تو وہ خیانت وعیب کی راہ اختیار کرلیں گی۔

۷۔حدیث: اِنَّهُ قَالَ اِذَا شَهِدَتْ اِحْدَاكُنَّ الْعِشَاءَ فَلَا تُطَيَّبْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت عشاء کی نماز میں حاضر ہو تو اس رات خُوشبو نہ لگائے!

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آنے کی پابندی نہ تھی۔خوشی آئیں تو اجازت کی پابند تھیں۔

۸۔حدیث: اَيُّمَا امْرَءَةٍ اَصَابَتْ بُخُوْرًا فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ

جس عورت کے مُنہ سے بُو آتی ہو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں حاضر نہ ہو حوالہ مذکورہ بالا چھ احادیث ہیں۔

ان احادیث سے عورتوں کا مسجد جانا جائز ثابت ہوا مگر صحابہ کرام کی منع اور کراہیت بھی اب یہ نہیں ہوسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کا حکم دیں اور صحابی کو پھر حضور کی طرف سے منع کا علم نہ ہو اور وہ حُکمِ مُصطفٰی کے خلاف حکم کرے قطعاً محال ہے۔ ناممکن ہے۔اگر نہیں......تو دیکھئے!

۹۔حدیث: حدثنا عبدالله ابن مسلمة بن قعنب قال نا سليمان يعني ابن بلال عن يحيى وهو ابن سعيد عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ لَوْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰمَا اَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ قَالَ: فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ اَنِسَاءُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ مُنِعْنَ الْمَسْجِدَ قَالَتْ: نَعَمْ.

(۴ سندوں سے مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۳؛ ابوداؤد صفحہ ۹۱ جلد ۱؛ بخاری باب خروج النساء الی المسجد الخ صفحہ ۱۲۰ جلد ۱)

عبدالرحمٰن کی بیٹی عمرہ سے یحییٰ روایت کرتے ہیں کہ عمرہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہا سے سنا آپ فرمارہی تھیں اگر یقیناً حضور عورت کے حوادث کو دیکھتے تو انہیں مسجد سے روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں مسجد سے روک دی گئیں، یحییٰ نے کہا: میں عمرہ سے پوچھا کیا بنی اسرائیل کی عورتیں مسجد سے روک دی گئی تھیں؟ تو عمرہ نے کہا: ہاں۔

۱۰۔حدیث: رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ بِسَنَدِهٖ فِي التَّمْهِيْدِ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ ا اِنْهَوْا نِسَائَكُمْ عَنْ لُبْسِ الزِّيْنَةِ وَالتَّبَخْتُرِ فِي الْمَسَاجِدِ فَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ لَمْ يُلْعَنُوْا حَتّٰى لَبِسَ نِسَائُهُمُ الزِّيْنَةَ وَتَبَخْتَرُوْا فِي الْمَسَاجِدِ (زجاجۃ المصابیح صفحہ ۵۸۶ جلد ۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو! اپنی عورتوں کو مسجدوں میں سنگار سے اور متکبرانہ چلنے سے روکو! کیونکہ بنی اسرائیل پر اسی وقت لعنت کی گئی جب ان کی عورتوں نے مسجد میں زینت اور انہوں نے متکبرانہ چال کو اختیار کیا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ ہر عورت بناؤ سنگھار کو پسند کرتی ہے اور آجکل اکثر

عورتیں سر بازار بے پردہ پوری زیب وزینت سے پھرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جو کہ فتنہ کا سبب ہے اور جب عورتوں کو مسجد میں اعتکاف کی اجازت دے دی جائے تو اسی وجہ سے کئی فتنے اُبھر یں گے نیز زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اعتکاف کا ثبوت برائے نساء ہے تو صرف نساء نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں کسی اور کے اعتکاف کا ذکر محدثین نے نہیں کیا اور ازواجِ مطہرات حضور سے قُرب کے لئے اعتکاف کرتی تھیں جیسا کہ مسلم پر حاشیہ نووی سے نقل کیا جا چکا۔ اور جتنی احادیث معترض نے نقل کیں ان میں ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کا ذکر ہے کسی اور کا نہیں۔ لہٰذا شارحین نے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قُرب کا قول کیا ہے وہ درست ہے کیونکہ کوئی بھی عورت خاوند سے دُوری تھوڑے وقت کے لئے بھی برداشت نہیں کرتی۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے ایک باب بخاری میں ذکر کیا ہے جس میں عورتوں کے مسجد سے جلد پلٹنے اور ان کے مسجد میں کم قیام کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۱۔ حدیث: بَابُ سُرْعَةِ انْصِرَافِ النِّسَاءِ مِنَ الصُّبْحِ وَقِلَّةِ مَقَامِهِنَّ فِي الْمَسْجِدِ .... كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ بِغَلَسٍ فَيَنْصَرِفْنَ نِسَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ اَوْلَا يَعْرِفُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۱۲۰)

باب عورتوں کا نماز صبح سے جلد واپس ہونا اور مسجد میں ان کے قیام کا کم ہونا...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح اندھیرے میں پڑھاتے تھے تو مومنین کی عورتیں پلٹ جاتیں کہ اندھیرے کی وجہ سے انہیں پہچانا نہ جاتا تھا یا وہ ایک دوسرے کو پہچانتی نہ تھیں۔

ایسی احادیث کی کثیر تعداد موجود ہے جس سے عورتوں کا مسجد میں کم ٹھہرنا ثابت ہے اعتکاف کی صورت میں تو دس دن ٹھہرنا ہوگا جو کہ کسی بھی صورتِ کراہت سے

خالی نہیں۔

۱۲۔حدیث: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ صَلٰوةُ الْمَرْءَةِ فِيْ بَيْتِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوَاتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا وَصَلٰوتُهَا فِيْ مَخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهَا فِيْ بَيْتِهَا (زجاجۃ المصابیح جلد ا صفحہ ۵۸۶؛ ابوداؤد جلد ا صفحہ ۹۱)

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کی نماز اس کے گھر میں اس کے حُجرہ میں پڑھی ہوئی نمازوں سے افضل ہے۔

ایک ہے گھر کا احاطہ دوسرا اس کے کمرے تیسرے ان کمروں میں کوئی چھوٹی جگہ جو بنائی جائے اسے مخدع کہتے ہیں۔

تو جب نماز گھر کے مخدع میں افضل ترین ہے تو اعتکاف گھر کے کمرے اور پھر احاطے کو بھی چھوڑ کر مسجد میں کیسے زیادہ ثواب والا ہو سکتا ہے؟

اس حدیث سے عورتوں کی نماز گھر میں زیادہ افضل بتائی گئی اور خیموں والی حدیث سے اعتکاف مسجد میں نہ کرنے کا ثبوت ہے اب کوئی اس کے خلاف کر کے فتنہ کرتا ہے تو واضح ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ فتنہ قتل سے اشد اور اکبر ہے، لہٰذا ایسا شخص قاتل سے زیادہ بدتر ہے۔

علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ هٰذَا التَّاكِيْدَ تَقْدِيْرُهٗ: فَالْاٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا هٰذِهِ الْمُبَاشَرَةَ الَّتِيْ كَتَبَهَا اللّٰهُ لَكُمْ بَعْدَ اَنْ كَانَتْ مُحَرَّمَةً عَلَيْكُمْ (التفسیر الکبیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۹)

اس تاکید کی تقدیر عبارت یوں ہے کہ اب ان سے مباشرت کرو اور اس مباشرت کی طلب رکھو جسے اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا اس کے بعد کہ وہ تم پر حرام تھی۔

ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: (دیکھو! قرطبی جلد ۲ صفحہ ۲۱۰)

لَفْظُ اُحِلَّ يَقْتَضِي اَنَّهُ كَانَ مُحَرَّمًا قَبْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ نُسِخَ

لفظ احل تقاضا کرتا ہے کہ مباشرت پہلے حرام ہو پھر حرمت منسوخ کردی گئی

یہی مفہوم صفحہ ۲۱۲ پر مذکور عبارت سے بھی واضح ہے۔

صورتِ حال یہ ہے کہ اولاً فرضیت صیام کے ساتھ افطار سے لے کر نماز عشاء کی ادائیگی تک کھانے پینے اور جماع کی اجازت تھی متعدّد واقعات کے رونما ہونے پر رات کو کھانے پینے کی اور جماع کی اجازت ہوگئی۔ اب یہ صورت اعتکاف صحابہ کرام میں سے جسے بیوی سے صحبت کی ضرورت محسوس ہوتی وہ گھر جاتے اور جماع سے فارغ ہوکر بعد از غسل اپنے معتکف میں واپس تشریف لے آتے پھر لَاتُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ کے ساتھ اس سے بھی روک دیا گیا تفاسیر و احادیث سے یہ بات ہی ثابت ہے۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ الخ (احزاب/۳۳)

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو!

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

مَعْنٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ الْاَمْرُ بِلُزُوْمِ الْبَيْتِ وَاِنْ كَانَ الْخِطَابُ لِنِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ دَخَلَ غَيْرُهُمْ فِيْهِ بِالْمَعْنٰى (صفحہ ۱۱۷ جلد ۱۴،۱۳)

اس آیت کا معنی گھر میں لزوم کا حکم کرنا ہے اگرچہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کو ہے مگر ان کی غیر عورتیں اس میں یقیناً معنوی طور پر داخل ہیں۔

یہ وہ عورتیں ہیں جو تمام اُمّت کی مائیں ہیں بحکمِ الٰہی جب ماں کو گھر کے لزوم کا حکم ہے تو ان کی بیٹیوں کو کس طرح کھلی چھٹی ہو سکتی ہے۔ نیز دیکھئے۔

۱۴۔ حدیث: اِنَّ عَمَّارًا قَالَ لِعَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا :اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَمَرَکِ اَنْ تَقَرِّیْ فِیْ مَنْزِلِکِ فَقَالَتْ. یَااَبَاالْیَقْظَانِ ! مَازِلْتَ قَوَّالًا بِالْحَقِّ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ کَذَالِکَ عَلٰی لِسَانِکِ.

(صفحہ ۱۱۶ جلد ۱۳، ۱۴، الجامع لاحکام القرآن، علامہ قرطبی)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ بے شک اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنے گھر میں ٹھہری رہیں، تو سیّدہ نے فرمایا: اے بیدار خیالی والے! تو ہمیشہ حق ہی کہنے والا ہے، تو آپ کہتے ہیں: تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے آپ کی زبان سے میرے لئے یہ الفاظ جاری فرمائے۔

۱۵۔ حدیث: ذکر الثعلبی وغیرہ :اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا، کَانَتْ اِذَا قَرَاَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَةَ تَبْکِیْ حَتّٰی تَبُلَّ خِمَارُھَا ،وَذَکَرَاَنَّ سَوْدَةَ قِیْلَ لَھَا لِمَ لَا تَحُجِّیْنَ وَلَاتَعْتَمِرِیْنَ کَمَایَفْعَلُ اَخَوَاتُکِ؟ فَقَالَتْ قَدْحَجَجْتُ وَاعْتَمَرْتُ وَاَمَرَنِی اللّٰہُ اَنْ اَقَرَّ فِیْ بَیْتِیْ. قَالَ الرَّاوِیْ فَوَاللّٰہِ! مَاخَرَجَتْ مِنْ بَابِ حُجْرَتِھَا حَتّٰی اُخْرِجَتْ جَنَازَتُھَا رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھَا.

(الجامع لاحکام القرآن جلد ۱۳، ۱۴ صفحہ ۱۱۶)

ثعلبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے، کہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب یہ آیت پڑھا کرتی تھیں تو رویا کرتی تھیں حتّٰی کہ آپ کا دوپٹہ تر ہو جاتا۔

اور یہ بات مذکور ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہا گیا: کہ آپ حج اور عمرہ کیوں نہیں کرتیں جیسا کہ آپ کی بہنیں کرتی ہیں؟

توانہوں نے کہا: میں نے حج بھی کیا اور عمرہ بھی کیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے گھر میں ٹھہری رہوں، راوی کہتے ہیں: اللہ کی قسم آپ اپنے گھر کے حجرہ کے دروازہ سے نہیں نکلیں حتّٰی کہ آپ کا جنازہ نکالا گیا، اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو!

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یومِ اُحد جو خُطبہ ارشاد فرمایا: اس کا اقتباس ملاحظہ ہو!

۱۵،حدیث: وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ اِلَّا صَبِيًّا اَوِ امْرَءَةً اَوْ مَرِيْضًا اَوْ عَبْدًا مَمْلُوْكًا وَمَنِ اسْتَغْنٰى عَنْهَا اسْتَغْنَى اللّٰهُ عَنْهُ.

(سبل الھدٰی ج۴ص۲۸۲، الامتاع ج۲ص۱۱۴ بحوالہ ضیاء النبی ج۳ص۴۷۶)

اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس پر جمعہ فرض ہے۔ سوائے بچے یا عورت یا مریض یا مملوک غلام کے اور جو کوئی جمعہ سے بے پروائی کرے گا اس سے اللہ پاک بے پروا اور بے نیاز ہے۔

۱۶۔حدیث: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَا مَا فِي الْبُيُوْتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالذُّرِّيَّةِ اَقَمْتُ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ وَاَمَرْتُ فِتْيَانِيْ يُحْرِقُوْنَ مَا فِي الْبُيُوْتِ بِالنَّارِ، رواہ احمد (مشکوٰۃ ص۹۲ کراچی)

اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی: کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو کچھ گھر میں عورتیں اور بچے ہیں اگر یہ نہ ہوں تو

میں اقامت کہوں نماز عشاء کی اور اپنے نوجوانوں کو حکم دوں کہ وہ گھروں میں جو کچھ ہے اسے آگ سے جلا دیں ، اسے احمد نے روایت کیا۔

۱۷۔حدیث: لَاتَمْنَعُوْا نِسَائَکُمُ الْمَسَاجِدَوَبُیُوْتُهُنَّ خَیْرٌ لَّهُنَّ (ابوداؤد ص ۹۱ ج ۱)

اپنی عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو! اور ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں۔

۱۸۔حدیث: لَاتَمْنَعُوْا حُظُوْظَ نِسَائِکُمْ مِنَ الْمَسَاجِدِوَبُیُوْتُهُنَّ خَیْرٌ لَّهُنَّ.

عورتوں کے مسجدوں سے حصے سے نہ روکو! اور ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں (ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

اس تمام گفتگو سے احادیث و آیات و تفاسیر ائمہ سے جو بات واضح ہوئی وہ یہ ہے کہ عورتوں کیلئے گھر میں رہنا بہتر ہے۔ انہیں مسجدوں کا رُخ نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ جو حضور علیہ السّلام نے ان کو روکنے سے منع فرمایا اس سے معلوم ہوتا کہ آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی بھی شخص کا حاضر ہونا خیر سے خالی نہ تھا۔ عورتوں کے آنے سے ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت و زیارت سے صحابیات کی کثرت دوسرے سے سن کر احادیث و مسائل کا یاد کرنا۔ حضور کی صحبت کا میسر آنا بہت ہی بڑی بات ہے۔ آج وہ صورت نہیں یہ ہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خیر کا ساتھ ذکر کر دیا کہ انہیں گھر میں رہنا بہتر ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ! اپنی ہمت و طاقت کے مطابق جو توفیق ایزدی جو بات واضح ہوئی تحریر کر دی ہے۔ کسی کی تحقیر و تذلیل مقصود و مراد نہیں۔ فضیلت و خیر کے طالب کے لئے یہ ہی راہِ عمل ہے اس کے خلاف چلنے والے کی راہ موصل الی الشر ہے۔

حدیث نمبر ۱۶ سے بھی یہ ہی بات واضح ہو رہی ہے کہ عورتیں مسجد نہ جائیں تو

ان پر کوئی عذاب وعتاب بایں وجہ نہیں ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عورتیں اور بچے نہ ہوں تو گھروں میں موجود رہنے والوں کو نماز میں حاضر نہ ہونے کے سبب جلا دینے کا حکم دوں۔

اگر مسجد میں آنا لازم ہوتا تو پھر یہ ارشادِ پاک نہ ہوتا۔ اور اگر بہتر ہوتا تو پھر زبانِ حق ترجمان سے بیوتھن خیر لھن کے الفاظ جاری نہ ہوتے۔ یا افضلیت نماز کا ذکر فی مخدعھا کے ساتھ مخصوص نہ ہوتا۔

نیز خطبۂ احد میں جُمعہ کی نماز سے چار اصناف کو الگ کر کے بھی عورت کے قرار فی البیت ہی کی طرف واضح اشارہ ہے۔ ان سب حقائق کی موجودگی میں امید ہے۔ جناب ماسٹر نصیر احمد صاحب احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال احوال وآثار سے حق سمجھنے میں مشکل محسوس نہ فرمائیں گے۔

نیز جب مختلف احادیث ملیں تو پھر یہ اصول ہے کہ یا تو منع والی احادیث کا تقدم زمانی ثابت ہو یا اس کے برعکس اگر اثبات مسئلہ والی احادیث مقدّم ہوں تو پھر منع والی مؤخر ہوں گی اس سے یہ بات واضح ہوگی کہ ثبوت مسئلہ بحوالہ حدیث منع منسوخ ہے اور اگر تأخر احادیثِ ثبوت کیلئے ہو تو پھر منع کے لئے نسخ ثابت اور اگر دونوں صورتوں کا وجود ناپید ہو تو پھر اثبات مقدّم ہے کہ واضح بات کسی کام کے وجود ہے تو اس سے روکا گیا

ان حوالہ جات سے اظہر من الشمس ہے کہ افضلیت وخیر اور فتنہ سے امن عورتوں کے گھر رہنے میں ہی ہے بصورت دیگر فتنہ پروری واضح ہے۔

دعا ہے کہ اللہ پاک ہدایت کی راہ چلنے چلانے کی توفیق نصیب فرمائے: آمین

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

۱۹۔حدیث: اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اھْتَدَیْتُمْ. (مشکاۃ ص ۵۵۴)

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

لھٰذا جس نے کہا کہ ہم عورتوں کو ضرور روکیں گے اس کی اقتداء بھی دین ہی میں سے ہے اور اِس دَور میں میں سمجھتا ہوں کہ ان صحابہ کرام کی ہی اقتداء کو لازم جاننا چاہیے کیونکہ دَور اِس وقت پُرفتن ہے۔

۲۰۔حدیث: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: سَاَلْتُ رَبِّیْ عَنِ اخْتِلَافِ اَصْحَابِیْ مِنْ بَعْدِیْ فَاَوْحٰی اِلَیَّ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَکَ عِنْدِیْ بِمَنْزِلَۃِ النُّجُوْمِ فِی السَّمَاءِ بَعْضُھَا اَقْوٰی مِنْ بَعْضٍ وَلِکُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِمَّا ھُمْ عَلَیْہِ مِنَ اخْتِلَافِھِمْ فَھُوَ عِنْدِیْ عَلٰی ھُدًی، رَوَاہُ رَزِیْنٌ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۵۴)

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:

میں نے اپنے ربّ سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے اپنے بعد پوچھا تو اس نے میری طرف وحی کی کہ اے محمد بلاشک تیرے صحابہ میرے نزدیک آسمان میں ستاروں کی مانند ہیں، بعض قوّت والے ہوتے ہیں بعض سے اور ہر ایک کے لئے نور ہے، تو جو کوئی ان کے اختلاف کے ہوتے ہوئے جس حالت دینی پر وہ ہیں اس سے کچھ لے لے گا تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے بارے فرمانِ رسول ہے:

۲۱۔حدیث: خُذُوْا مِنْ ھٰذِہِ الْحُمَیْرَۃِ ثُلُثَیْ دِیْنِکُمْ اَوْ نِصْفَ دِیْنِکُمْ

اس حمیرہ سے اپنے دین کا دو تہائی لو ایک روایت میں نصف کا لفظ ہے۔

لہٰذا آپ کا فرمان مقبول ہی ہوگا اور اس پر عمل کیا جائے اور پھر روایۃ بھی صحیح ہے کہ صحاح ستہ نے نقل کیا ہے۔

طالبِ حق کے لئے یہ ہی کافی ہے۔ یہ مناسب نہیں کہ مطلب کی حدیث لے کر پرچار کیا جائے اور اس کے مخالف مفاہیم والی احادیث کو ترک کر دیا جائے لہٰذا مسجد جامع میں اعتکاف مردوں کا خاصہ ہے اور عورتیں گھر کی مسجد میں اعتکاف کریں گی یہ ہی بہتر وافضل واحسن واحوط واکمل واصوب واستر ہے ان کے حق میں اور اَزْیَدُ فِی الْاَجْرِ اور اَقْـرَبُ اِلَـی اللّٰہِ ہے یہ کوئی دین نہیں کہ اللہ رسول کی مراد سمجھے بغیر اپنی پسند کے معانی لئے جائیں اور گمراہی کا سبب بن کر جہنم خریدنے کی کوشش کی جائے۔ اور عورت کو دور کرنا گوارا نہ ہو تو اعتکاف کرنے سے بہتر ہے کہ بیوی کے پاس رہیں تا کہ عوام کے لئے تماشہ نہ بنے!

لہٰذا عورتوں کی مسجد میں اعتکاف بیٹھنے سے نفی کے متعلق احادیث ذکر کر دی گئی ہیں بحمد اللہ تعالیٰ امید ہے طالبِ خیر مستفید ہو اور طالب شر بعید ہو! واللہ الموفق الی الخیر وھو اعلم بالصواب ۔ تحقیق انیق محمد یاسین قادری

عبد النبی قاری محمد یاسین قادری شطاری ضیائی

مدرس مدرسہ اکبریہ فیض العلوم کوٹلی میانی نارووال روڈ مرید کے سے ۲۳ کلو میٹر

۲۲/۲/۱۹۹۷ء ۲۲/۹/۱۴۱۸ھ

حال؛ صدر مدرس: مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد حیدری کاموکی

خطیب: جامع مسجد عمر چشمہ فیضِ محمدی عمر روڈ کاموکی

خطبہ عید الفطر

خلیفہ اعلیٰ حضرت مبلغ اسلام حضرت

علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

والد گرامی قدر

حضرت شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: حاجی محمد حنیف طیب

ناشر:

فیضان مدینہ پبلی کیشنز کاموں کئے گوجرانوالہ

اس ماہ کا خصوصی مضمون

علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ

مترجم: حاجی محمد حنیف طیب

خطبہ عید الفطر

خلیفہ اعلیٰ حضرت مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۵۰ء میں پورٹ آف اسپین (Port of Spain) میں عید الفطر کے موقع پر ایک جامع اور روح پرور خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطبہ کی جامعیت اور اس وقت کے حالات میں اس کی افادیت کے پیش نظر محترم حاجی محمد حنیف طیب نے اس کا اُردو ترجمہ کیا تھا اور جسے ماہنامہ ترجمان اہلسنت میں شائع کیا گیا تھا، 55 سال گزرنے کے بعد بھی اس خطبہ عید الفطر کی افادیت اپنی جگہ قائم ہے امید کہ قارئین پسند فرمائیں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے عزیز مسلمان بھائیو!

سب سے پہلے میں نہایت مسرت کے ساتھ عید الفطر کے مقدس موقع پر آپ کو اپنے قلب کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے روزے تراویح اور دیگر عبادات کو مقبول فرمائے اور ہمیں اپنے انعام یافتہ بندوں میں شامل فرمائے۔ (آمین)

آج کا دن ہمیں چند امور کی جانب دعوت فکر دے رہا ہے کہ عید الفطر کے حقیقی معنی و مفہوم کیا ہیں؟ اس عید کی مسرتوں سے کیونکر لطف اندوز ہونا چاہیے، عید الفطر کی مخصوص رسومات کی ادائیگی کا مقصد کیا ہے؟ مادی نقطہ نظر کا حامل کوئی بھی شخص جب کسی قسم کی کوئی بھی کامیابی حاصل کرتا ہے تو اس کا دل مسرتوں سے لبریز ہو جاتا ہے اور وہ مختلف پیرایوں میں اپنی اس خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ آپ سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب کسی کو کوئی دولت نصیب ہوتی ہے یا کوئی منصب ملتا

ہے یا کوئی اعزاز بخشا جاتا ہے یا قدرت اس کو اولاد کی نعمت سے نوازتی ہے یا پھر اس کی اولاد کی شادی کی تقریب سعید ہوتی ہے تو وہ مختلف طریقوں سے اپنی خوشی کا اظہار کرتا ہے اس سے اوپر کی سطح پر کچھ لوگ قدرتی نعمتوں کے حصول پر اپنی خوشیوں کے اظہار کے عادی ہوتے ہیں مثلاً سورج کی پرستش کرنے والے سورج سے حاصل ہونے والی روشنی اور حرارت کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں اور سورج کی ان خوبیوں کے سبب اس کی خوب تعریف کرتے ہیں۔ اس مقصد کیلئے وہ شمسی سال کے پہلے روز نئے سال کی سالگرہ مناتے ہیں اور خوب خوشیاں مناتے ہیں۔ اسی طرح زرعی ممالک مثلاً ہندوستان میں بسنت اور ہولی کے موقع پر لوگ عید کا سا سماں پیدا کردیتے ہیں لوگ یہ خوشی اس توقع پر مناتے ہیں کہ خزاں کے جانے کے بعد اور بہار کے آنے کے ساتھ ہماری فصلیں خوب پھلیں پھولیں۔

لیکن لوگوں کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو یہ یقین رکھتا ہے کہ دُنیا اور یہ دُنیوی زندگی آنی جانی چیزیں ہیں اور مادی خوشیاں محض چندروزہ ہیں اور اسی بنیاد پر انکا انداز فکر یہ ہے کہ چونکہ یہ خوشیاں عارضی ہیں۔ اس لئے اس کی اہمیت معمولی ہے۔ اصل خوشی وہ ہے جو دائمی ہو اور اس کے لئے خوشیاں منانا حقیقت سے قریب تر ہے۔ حقیقی نعمت وہ ہے جو ہمیں خدا سے قریب کردے اس لئے کہ تمام نعمتوں کا منبع خدا ہی ہے۔ اسی طرح حقیقی عظمت وہی ہے جو ہمیں قُدرت کی جانب سے عطا ہو اس لئے کہ خدا ہی تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام خوبیوں، بڑائیوں، نعمتوں اور قوتوں کا مالک حقیقی ہے اور وہی اپنی مخلوق کو نعمتیں عطا کرنے والا ہے۔ اگر کوئی اللہ کا محبوب بن جاتا ہے تو دُنیا کا سب سے مالدار اور عظیم آدمی وہی ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ خُدا کو بھلا دینے والی جو بھی ناجائز دولت اور مصنوعی بڑائی کسی کے پاس ہے وہ رحمت نہیں بلکہ زحمت ہے۔ افسوس کہ انسانوں میں یہ کمزوری عام ہوگئی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ ربّ العزت نے اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ' جب انسان کو اللہ تعالیٰ نعمتوں سے نوازتا ہے تو وہ اللہ ہی کو بھلا بیٹھتا ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۳، سورۂ زمر، آیت ۸) اسی طرح قرآن میں مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی کہ

تمہارا مال تمہاری اولاد تمہارے لئے آزمائش ہے۔(سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۶) اور فرمایا کہ:

"تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جائے گا، اور جو اللہ کے پاس ہے
وہ ہمیشہ رہنے والا ہے"۔ (سورۂ نحل، آیت ۹۶)

پس نعمت وہی ہے جو منجانب اللہ ہو اور جو ہمیں خُدا کے قریب کر کے اس کا محبوب بنا دے، ہر ذی شعور آدمی ایسی ہی نعمت کے حصول پر فخر کر سکتا ہے۔خوشیاں منا سکتا ہے۔ایسی خوشی دائمی اور ثمر آور ہو گی۔

رمضان المبارک، عام مہینوں کی طرح ایک مہینہ ہے جو قمری سال میں نویں نمبر پر آتا ہے۔ جن ایام میں خدا کی نعمتیں نازل ہوں ان کو "ایام اللہ" کہا جاتا ہے۔اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان ایام کو یاد رکھیں اور ان کا چرچا کریں۔اس لحاظ سے رمضان وہ مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہم پر نازل کی گئی، وہ نعمت جو اپنے جلو میں خدا کی بے شمار رحمتیں لئے ہوئے ہے اور جس نے ہمیں خُدا کی نعمتوں کے صحیح استعمال کا طریقہ سمجھایا۔جس نے ہمیں صراط مستقیم دکھایا۔وہ نعمت جس کے متعلق باری تعالیٰ نے فرمایا کہ "ہم نے تم پر یہ کتاب اُتاری جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت رحمت اور بشارت ہے مسلمانوں کے لئے"۔(سورۂ نحل، آیت ۸۹) یہ عظیم نعمت اللہ کی عظیم کتاب ہے جسکو قرآنِ مجید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔قرآن مجید میں خُود باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

"رمضان وہ مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت رہنمائی
اور فیصلے کی روشن باتیں رکھتا ہے"۔(سورۂ بقرہ آیت ۱۸۵)

رمضان کے شب وروز قرآن کے نزول (رحمت خداوندی کے نزول) کے سبب مقدس قرار پائے ان شب وروز سے برکتیں حاصل کرنے کیلئے ہمیں رمضان کو دن میں روزہ رکھنے اور رات کو تراویح پڑھنے کا حکم دیا گیا۔

روزوں کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا کہ تم میں سے جو بھی رمضان کو پائے وہ

پورے مہینہ روزہ رکھے اور فرمایا گیا کہ روزہ تم پر فرض کیا گیا جس طرح پچھلی اُمتوں پر فرض تھا تاکہ تم متقی بن جانے کی صورت میں تم خدا کے قریب ہو جاؤ۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ کے احکام کے ساتھ یہ آیت ہے کہ:

"اور اے محبوب جب تُم سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں، تو میں نزدیک ہوں"

(سورۂ بقرہ ۱۸۶)

حاصل کلام یہ ہے کہ روزوں کے ذریعہ ہم اپنی حیوانی خواہشات پر کنٹرول کر کے خدا کے قریب ہو جاتے ہیں اور خدا سے قربت یہی سب سے بڑی اور حقیقی نعمت ہے۔

حدیث شریف میں آیا کہ روزہ دار کے مُنہ سے جو مخصوص قسم کی بُو آتی ہے وہ خدا کو مشک سے بھی پیاری ہے۔ ایک حدیث قُدسی میں رب تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کا اجر دوں گا ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ روزہ دار کا اجر میں ہوں۔ اس سے ثابت ہُوا کہ روزہ خدا کی خُوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اس کی بارگاہ میں رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

جہاں تک رمضان کی راتوں میں عبادت کا تعلق ہے تو اس کی جانب ہماری توجّہ مبذول کراتے ہوئے قرآن میں ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے قرآن مجید کو شب قدر میں اُتارا اور تم نے کیا جانا شب کو؟ یہ شب ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور جبرئیل اُترتے ہیں۔ اپنے ربّ کے حکم سے ہر کام کے لئے۔ وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک"۔ (سورۂ قدر)

ایک جگہ فرمایا کہ قرآن رمضان میں نازل ہُوا اور دوسری جگہ فرمایا کہ شب قدر میں نازل ہُوا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شب قدر رمضان کی راتوں میں سے ایک رات ہے۔ صحابہ کرام نے جب حضور اکرم ﷺ سے شب قدر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اسے رمضان کی راتوں میں تلاش کرو۔ مزید معلوم کرنے پر صحابہ کرام کو ارشاد ہوا کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے چونکہ یہ عظمت اور برکت والی رات رمضان کی

راتوں میں سے ایک رات ہے اس لئے حضور نے رمضان کی راتوں میں زائد عبادت کرنے پر زور دیا۔

اللہ تعالٰی نے حضور اکرم ﷺ سے فرمایا! ''رات کے کچھ حصہ میں تہجد ادا کرو۔ یہ خاص تمہارے لئے زائد ہے'' (سورۂ بنی اسرائیل) اور فرمایا! ''رات میں قیام کرو، پوری رات نہیں۔ آدھی رات یا اس سے کم یا کچھ زیادہ'' (سورۂ مزمل) یہی وجہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ ہر رات کو باقاعدگی سے تہجد ادا کیا کرتے تھے۔ آپ نے اُمّت کے لئے بھی رمضان کی راتوں میں مخصوص طریقہ پر نماز ادا کرنے کو سُنّت قرار دیا اور اس پر زور دیا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اُمّت کی اکثریّت اس زمانے سے جس کو حضور نے بہترین زمانہ قرار دیا قرآن و حدیث کی روشنی میں رمضان کی راتوں میں 20 رکعت تراویح کی نماز ادا کرتی رہی ہے۔

نماز اور روزے کے ذریعہ نفسِ امارہ پر جو قابو حاصل ہوتا ہے اس سے بندہ خُدا کے ہاں قریب ہو جاتا ہے اور یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ آج اسی نعمتِ قربتِ خُداوندی کے حاصل ہونے کی خُوشی منانے کا دن ہے۔ آج کا دن یوم تشکر ہے۔ آج اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان رکھنے والے انسان اپنے گھر بار چھوڑ کر خانۂ خُدا میں جمع ہو گئے ہیں تاکہ نعمتوں کے عطا کرنے والے مُنعمِ حقیقی کا شکر ادا کر سکیں۔ آج عید کا دن ہے۔ اسلامی خوشیوں کا دن

احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ ''جب بندۂ خُدا کی رحمت سے پُر اُمید ہو کر اپنے گھر سے عیدگاہ کی جانب خدا کی تکبیر ''اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد'' کہتا ہُوا رواں دواں ہوتا ہے تو فرشتے اس کا استقبال کرتے ہیں اور اس پر رحمتوں کی بارش برساتے ہیں۔ اس وقت غیب سے آواز آتی ہے کہ میرے بندے کو اس کا پُورا اجر ملے گا۔

مسلمانوں کے عید کے دن کی خُوشیوں کی ابتداء جہاں ایک طرف بارگاہِ الٰہی میں چھ زائد تکبیروں کے ساتھ سجدۂ شکر بجالانے سے ہوتی ہے۔ وہاں اپنے مال کی قربانی بصورت صدقۃ الفطر دینے سے ہوتی ہے۔ یہ صدقۃ الفطر ہر عاقل مسلمان پر واجب ہے حتیٰ کہ نومولود بچوں کی

طرف سے بھی یہ صدقہ دینا بڑوں پر لازمی ہے۔ دینِ کامل کی ہدایات انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہیں اور زندگی کے باریک سے باریک معاملات میں بھی ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔ ان تعلیمات کا لب لباب یہ ہے کہ ہم اللہ کو نہ بھولیں اور اُس پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف قدم بڑھاتے رہیں۔

میرے عزیز دُوستوں! اس موڑ پر میں آپ کو ایک خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں، ہوشیار تُم نے رمضان سے جو خیر و برکت حاصل کی ہے اس کی حفاظت کرو! جس طرح مادی اشیاء کے چور ہر وقت مادی چیزوں کو چوری کرنے کی طاق میں لگے رہتے ہیں، بالکل اسی طرح نفس اور شیطان وہ چور ہیں جو رُوحانی خزائن کو چوری کرنے کی فکر میں غلطان و پیچاں رہتے ہیں آج عید کا دن ہے۔ آج آپ رُوحانی خزانوں کو کما کر بے حد مسرُور ہیں۔ اللہ کی بے پایاں رحمتوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اللہ کی جانب سے مغفرت کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ ایسے میں شیطان کی پُرفریب چالوں میں آنے سے ہوشیار رہیں۔

شراب کی دوکانیں اور جوئے کے اڈّے بھی کُھلے ہوئے ہیں، سینما کی غیر اخلاقی کشش اپنی جگہ موجود ہے، نیم عُریاں تصاویر سڑک کے دونوں کنارے آپ کو دعوتِ گناہ دے رہے ہیں۔ لہٰذا ہوشیار رہیے! اپنے ایمان کے نازک آئینہ کو شیطان کے خطرناک حملوں سے محفوظ رکھئے۔ ان مجاہدوں اور ریاضتوں کی حفاظت کیجئے، جو رمضان کے شب و روز میں تم نے کی ہیں۔ اس سبق کو فراموش نہ کیجئے جو ابھی حال ہی میں رمضان کے رُوحانی مجاہدے کے دوران تم کو یاد کرایا گیا تھا کہ دن میں روزوں کے تقدّس کو بحال رکھنے کے لئے تم نے اپنے نفس کی جائز اور قانونی خواہشات کو دبایا اور رات کو تم نے اپنی نیند حرام، آرام کو قربان کیا لہٰذا تم کو پہلے سے بھی کہیں زیادہ ناجائز کاموں سے بچنا ہے۔ بلکہ ہر اس عمل سے پرہیز کرنا ہے جس میں شیطانی عمل کو ذرا برابر بھی دخل ہو۔ رمضان میں تم نے معمول سے زیادہ عبادت کی ہے۔ اب بھی تم کو خُدا کی یاد کو دل سے نکلنے نہیں دینا۔

زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کے ذریعہ تم کو یہ درس دیا گیا ہے کہ تمہارے مال میں دوسروں کا بھی حق ہے۔ یہ دولت محض تمہارے اپنے فائدے کے لئے استعمال نہیں ہونی چاہیے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "تمہارے مال میں ان کا بھی حق ہے جو مانگتے ہیں اور ان کا بھی حق ہے جو محروم ہیں" (سورۃ ذاریات)۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جس دولت سے نوازا ہے وہ عیاشیوں پر خرچ ہونے کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی امانت ہے، جس کے تم امین بنائے گئے ہو۔ اگر تم سچے مومن ہو اور تم نے اپنی جان و مال کا سودا خدا سے کرلیا ہے تو پھر اب تمہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ تم اپنے آپ کو اس جان و مال کے مالک تصوّر کرو۔ تم اس کو اپنے اور اپنی اولاد پر صرف اسی قدر خرچ کرسکتے ہو جس کی اجازت اللہ نے دی ہے اور وہ بھی اس طریقہ کے مطابق جس کی تعلیم اللہ نے دی ہے۔ باقی سارا مال تم کو اللہ کی راہ میں اللہ کی تمام مخلوق پر خرچ کرنا ہے۔

اے بلند و بالا اور عالیشان مکانات و محلّات میں رہنے والو! اے نرم و نازک بستروں اور صوفوں پر آرام کرنے والو! اے بڑی بڑی اور قیمتی گاڑیوں میں گھومنے والو! تھوڑی دیر کے لئے ذرا اپنے ان بدقسمت بہن بھائیوں کے بارے میں سوچو جن کو دو وقت کا کھانا نصیب نہیں اور جن کے پاس تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا تک نہیں۔

اے زرق برق، دیدہ زیب اور فیشن ایبل کپڑے پہننے والو اور اپنے گھر کی مُردہ زمین کی آرائش و زیبائش کرنے والو! یاد رکھو! کہ تمہارا قیمتی لباس اور تمہاری یہ عیاشیاں تمہیں اس وقت تک کوئی اعزاز و اکرام نہیں عطا کریں گی جب تک کہ تمہاری آئندہ آنے والی نسلیں اس تعلیم سے آراستہ نہیں ہو جاتیں جو دُنیا و آخرت میں اعزاز کا سبب بنے گی، تمہیں صرف اسی صورت میں محترم تصوّر کیا جائے گا جبکہ تمہاری ساری قوم کو قابلِ احترام بنادو اور یہ جبھی ممکن ہے کہ جب تمہاری قوم کے پاس ایمان، علم اور عملِ صالح جیسی نعمت ہوگی۔

میرے عزیز بھائیو! ذرا اپنے قُرب و جوار کی دوسری اقوام کو بھی دیکھو اگر تم اپنے اسلاف کے عظیم ماضی سے کوئی سبق نہیں سیکھ سکتے تو کم از کم اپنے پڑوسی عیسائیوں ہی کو دیکھ لیجئے

کتنے ادارے ہیں جو عیسائیت کی ترویج میں لگے ہوئے ہیں، کتنی لائبریریاں ہیں، کتنے علمی حلقے ہیں۔ کتنے ان کے مشنری ادارے ہیں جو شب و روز عیسائیت کی تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس تمہارا کیا حال ہے؟

فرض کیجئے کہ فی الحال ٹری نیڈاڈ Trinidad کی مسلم آبادی 32 ہزار کے لگ بھگ ہے۔ خدارا ذرا یہ تو سوچو کہ:

☆ کیا تمہارے پاس کوئی ایک بھی ایسا مکتب ہے جہاں تمہارے بچے کم از کم قرآن مجید کو اس کے صحیح تلفّظ کے ساتھ پڑھنا سیکھ سکیں؟

☆ کیا تمہارے پاس کوئی ایک بھی ایسی درسگاہ ہے جو کہ تفسیر، حدیث اور فقہ کے موتی بکھیر سکے؟

☆ کیا تمہارے پاس کوئی ایک بھی ایسا معلّمِ دینیات ہے جو با قاعدہ سند یافتہ ہو اور شرعی معاملات میں تمہاری رہنمائی کر سکے؟

☆ کیا تمہارے پاس ایک بھی ایسی لائبریری ہے جہاں اگر متلاشیانِ حق اپنی علمی پیاس بجھا سکیں؟

☆ کیا تمہارے پاس ایک مبلّغ بھی اس پائے کا ہے جو اسلام کو موجودہ نفسیات کے مطابق مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان پیش کر سکے؟۔

☆ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا فنڈ ہے جس سے تمہاری قوم کے غریب افراد کی امداد کی جا سکے اور مذہبی ضروریات پوری کی جا سکیں؟

میرے دوستو! اگر تم نے زکوٰۃ و صدقات ہی کو صحیح طریقہ پر ادا کیا ہوتا اور ان کو مرکزی طور پر جمع کیا ہوتا تو تمہاری بہت ساری مشکلات بآسانی حل ہو چکی ہوتیں۔ جہاں تک میرا تعلّق ہے میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے خطرے کی گھنٹی بجا دی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ کچھ ناعاقبت اندیش لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی کم فہمی کی وجہ سے مسلمانوں کو فروعی معاملات میں اُلجھا رہے ہیں تاکہ وہ

صورت حال سے فائدہ اٹھا کر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کی سازش میں کامیاب ہوسکیں۔ ایسے لوگ اسلام کے نام پر نئی کلیسا تعمیر کرنے کی فکر میں ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ سیدھے سادے اور ناواقف مسلمانوں کو بہکانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مسلمانوں میں کچھ انتشار پہلے ہی سے پیدا ہو چکا ہے۔ میری خواہش ہے کہ یہ لوگ فروعی معاملات کی وجہ سے مسلمانوں میں انتشار پیدا نہ کریں۔ کیونکہ ان کی یہ حرکت اسلام پر حملہ کرنے والی بیرونی طاقتوں (غیر مُسلم) کے مقابلے میں زیادہ خطرناک اور اسلام دُشمنی پر مبنی ہے۔ انہیں یہ احساس نہیں ہے کہ لادینیّت اور دہریّت کا طوفان دُنیا کو تیزی کے ساتھ اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ بداخلاقی کا سیلاب بھی پوری قوت کے ساتھ اُمنڈ آیا ہے۔ اور انسانیت کی اعلیٰ اخلاقی قدروں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جا رہا ہے۔ اسلام سے منحرف ہوئے اور ارتداد کا راستہ اختیار کرنے کے واقعات ہمارے لئے اجنبی نہیں رہے، اخلاقی برائیاں تیزی سے پھیل رہی ہیں۔ اسلام کی بہترین خوبیوں سے ناواقفیت روز بروز بڑھتی جارہی ہے حتیٰ کہ چاردانگ عالم میں مذہب کے ستونوں پر حملے ہو رہے ہیں۔

اے میرے بھائیوں! آپ کہاں ہیں؟ آپ اور کیا سوچ رہے ہیں؟ آپ کب بیدار ہوں گے؟ خُدارا حالات کی نزاکت کو محسوس کیجئے! آپ دین کی حفاظت کیجئے اس لئے کہ بحیثیّت ایک قوم کے اسی پر آپ کی عزّت و عظمت اور ترقی کا دار و مدار ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بصارت اور بصیرت عطا کرے تا کہ آپ دیکھ سکیں اور سوچ سکیں۔ ایمان کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ عقائد اہلِ سُنّت و جماعت کے ساتھ چمٹے رہو اس لئے کہ اسلام کا دل عقائد ہیں اور انہی عقائد پر حضور اکرم ﷺ سے لیکر آج تک کے مسلمانوں کی غالب ترین اکثریت نے یقین رکھا ہے انہی عقائد پر جمے رہو۔ انہی پر جیو اور انہی پر خاتمے کی دُعا کرو۔ میں آپ کے لئے دُعا گو ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری دُعاؤں کو مُستجاب فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

ام المومنین

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

مرتبہ:

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری

ناشر:

فیضان مدینہ پبلی کیشنز کاموں کے، گوجرانوالہ

اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری

علامہ ابن اثیر جزری کے مطابق حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام و نسب اس طرح سے ہے کہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی القرشیہ الاسدیہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُمّ المومنین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ ہیں۔ تمام مسلمانوں کا اسی پر اجماع ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ کی مخلوق میں سب سے پہلے اسلام لانے والی ہیں۔ اسلام لانے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کسی مرد نے سبقت کی ہے نہ کسی عورت نے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا زمانۂ جاہلیت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طاہرہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابوہالہ بن زرارہ بن نباش کے عقد میں تھیں۔ قتادہ نے بیان کیا ہے کہ پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عتیق بن عائذ کے نکاح میں تھیں۔ اس کے بعد ابو ہالہ ہند بن زرارہ کے نکاح میں آئیں۔ عتیق بن عائذ بن عبداللہ سے ہند بن عتیق پیدا ہوئے۔ اس کے بعد وہ ابو ہالہ مالک بن نباش بن زرارہ تمیمی اسدی کے نکاح میں آئیں اس سے ہند بنت ابی ہالہ بن ابی ہالہ پیدا ہوئے۔ پس ہند بنت عتیق، ہند۔ اور ہالہ ابن ابی ہالہ۔ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کے اخیافی (وہ بھائی بہن جن کے باپ الگ الگ ہوں اور ماں ایک ہو) بھائی بہن ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ کا شمار رؤسا اور معززین مکّہ میں ہوتا تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش ایسے دَور میں ہُوئی جب پُورا عرب جہالت، گمراہی اور اخلاقی برائیوں میں بُری طرح سے جکڑا ہُوا تھا۔ اس تاریکی اور سیاہی کے دَور میں بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پاکدامنی کے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں اس لئے انہیں طاہرہ کے لقب سے نوازا گیا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد جب جنگ "حرب الفجار" میں مارے گئے تو ان کی ساری جائیداد کی وارث ان کی بیٹی حضرت خدیجہ الکبریٰ بنیں جن کی عمر اس وقت تیس برس تھی۔ باوجود مال و دولت اور عیش و آرام کے تکبر کا نام و نشان تک نہ تھا۔ نہایت عقلمند اور باہمّت خاتون ہونے کے علاوہ عالی ظرفی میں بلند مقام رکھتی تھیں۔ دس سال تک تجارت کا کام احسن طریقے سے چلانے کے بعد ایک دیانتدار اور امین مددگار کی ضرورت کو محسوس کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت ابُوطالب کے ساتھ تجارت میں خاصا تجربہ حاصل کر لیا تھا چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تجارت میں شرکت کی دعوت دی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کے مشورہ سے قبول کر لی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام میسرہ اور اُن کے رشتہ دار خزیمہ کے ساتھ مال لے کر مُلکِ شام روانہ ہوئے اور اس تجارت میں دُوگنا منافع حاصل ہوا۔ دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق اور دیانتداری کی اس قدر تعریف کی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دِل میں شادی کی خواہش پیدا ہو گئی۔ اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارک ۴۰ سال اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک صرف ۲۵ سال تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود شادی کی بات کرنے کو مناسب خیال نہ کرتے ہوئے اپنی ایک معتمد سہیلی کو شادی کا پیغام دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پختہ ذہن اور فہیم خاتون تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی سیرت و کردار سے خُوب واقف تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت ابوطالب کے مشورے سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر لیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شادی کے بعد 25 سال تک زندہ رہیں اس دوران حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے خلاف کبھی ایک قدم بھی نہیں اٹھایا۔ تمام کاروبار اور دولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کر دی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یتیموں اور بیواؤں کی سرپرستی پر اپنی مرضی سے خرچ کی۔ اُمّ المومنین کا خطاب اللہ تعالیٰ نے تمام ازواج مطہرات کو عطا فرمایا تھا اور کبریٰ کہلانے کی وجہ یہ تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام امہات المومنین میں بزرگ و برتر تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابُوطالب کی کفالت میں تھے۔ جب ان کی مالی حالت کمزور ہو گئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش پر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں اپنی کفالت میں لے لیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر گھر سے باہر رہنے لگے۔ کئی کئی روز مکّہ کے پہاڑوں میں جا کر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ غرض اسی طرح دس برس کا زمانہ گزر گیا۔ ایک دن اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں عبادت میں مصروف تھے کہ خُدائے ذُوالجلال کے حکم سے حضرت جبرائیل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہا "قم یا محمد" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظریں اوپر اُٹھائیں تو اپنے سامنے ایک نُورانی صُورت کو کھڑے پایا جس کے ماتھے پر بخطِ نُور کلمہ

طیبہ رقم تھا۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گلے لگا کر دبایا اور کہا کہ پڑھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں پڑھنا لکھنا نہیں جانتا۔ جبرئیل علیہ السلام نے پھر یہی کہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ جب جبرئیل علیہ السلام نے کہا

ترجمہ: "پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ جس نے انسان کو پانی کے کیڑے (لہو کی پھٹکی) سے بنایا۔ پڑھ تیرا پروردگار بہت کرم والا ہے جس نے قلم سے آدمی کو علم سکھایا جو نہ جانتا تھا۔"

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر وہی کلمات جاری ہو گئے۔ اس واقعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت بیحد متاثر ہوئی۔ گھر تشریف لائے تو فرمایا مجھ کو کپڑا اڑھاؤ۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تعمیلِ ارشاد کی اور پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تھے میں سخت فکرمند تھی اور کئی آدمیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں بھیج چکی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام واقعہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سُنایا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچ بولتے ہیں۔ غریبوں کے دستگیر ہیں۔ مہمان نواز ہیں۔ صلہ رحم کا خیال رکھتے ہیں۔ امانت گزار ہیں اور دکھیوں کے خبرگیر ہیں۔ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا نہ چھوڑے گا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچیں جو زمانۂ جاہلیت میں بت پرستی ترک کر کے عیسائی ہو گئے تھے اور گزشتہ الہامی کتابوں توریت! زبور و انجیل کے بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تمام واقعہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش آیا تھا ان کے سامنے بیان کیا ورقہ یہ سنتے ہی بول اٹھے۔

"یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السّلام پر اترا تھا۔ اے کاش کہ میں اس زمانے تک زندہ رہتا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن سے نکال دے گی۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیا یہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا "ہاں جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے جب کسی پر نازل ہوتا ہے تو دنیا اس کی مخالف ہو جاتی ہے اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور مدد کرونگا"۔ اس گفتگو کے بعد ورقہ کا بہت جلد انتقال ہو گیا۔ تاہم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یقین کامل ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسالت پر فائز ہو چکے ہیں۔ چنانچہ وہ بلا تامل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔ تمام کتبِ سیرت متفق ہیں کہ عورتوں میں سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہونے والی خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا ہیں۔

۳۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ناز و نعم میں پلی ہوئی ایک متمول خاتون تھیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں فخرو غرور کا نام و نشان تک نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کے بعد پچیس سال تک زندہ رہیں مگر ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا پر راضی رہ کر زندگی بسر کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش پر کئی غلاموں کو آزاد کیا۔ خاص طور پر نزولِ وحی کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رضائے الٰہی اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کو اپنا شعار بنایا اور اپنی اولاد کی تربیت بھی انہی بنیادوں پر کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب پہلی مرتبہ خانہ کعبہ میں اللہ تعالیٰ کی واحدانیّت کا اعلان کیا تو کفّار نے ان پر حملہ کر دیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی تربیت کا یہ اثر ہوا کہ ان کی ایک پہلے شوہر کے بیٹے ہالہ نے آپ کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔

۴۔ ہجرت حبشہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور داماد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے اور بہت عرصہ تک ان کی خیریت معلوم نہ ہو سکی مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی جدائی کو بڑے حوصلے سے برداشت کیا۔ بہت عرصہ کے بعد ان کو اپنی بیٹی اور داماد کی خیریت معلوم ہوئی تھی۔ عورت ہونے کی حیثیت سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ایثار اور قربانی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ جس کا مظاہرہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات تک ایک سے زائد مواقع پر کیا اور خدمتِ اسلام کا جذبہ بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ جب کفار مکہ فحش گوئی' ایذا رسانی' بدکلامی اور نازیبا الفاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک چھلنی کر دیتے تو ایک اللہ کی وحی اور دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانثار رفیقۂ حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی کرتی تھیں۔ قریش کی تکذیب و توہین سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو اندوہ ہوتا اور صدمہ پہنچتا وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آکر اور ان کو دیکھ کر دُور ہو جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جاتے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی ایذا رسانی کا ذکر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کرتے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق اور قریش کے معاملے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہلکا کر کے پیش کرتیں اور اس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کی کبیدگی کو دھویا کرتیں۔

۵۔ ہجرت حبشہ کے بعد سے کفّار کا سلوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہت ہی سخت ہو گیا تھا اور اذیتیں بڑھ گئی تھیں۔ محرم سات نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

شعب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا۔ تین سال تک یہاں قیام رہا۔ کھانے پینے کی چیزیں چھپا کر بڑی مشکل سے وہاں پہنچتی تھیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تین بھتیجے حکیم بن حزام' ابوالبختری اور زمعہ بن الاسود جو قریش کے رؤسا میں تھے غلہ پہنچانے کے کارِ خیر میں غیر مسلم ہونے کے باوجود حصہ لیتے تھے۔ پچاس سے اُوپر مصیبت زدہ انسانوں نے بڑی تکلیف کی حالت میں وہ دن بسر کیئے۔ دشمنوں ہی کو رحم آیا اور خود انہیں کی طرف سے اس معاہدے کو توڑنے کی تحریک ہوئی چنانچہ مطعم بن عدی' عدی بن قیس' زمعہ بن الاسد' ابوالبختری' زہیر سب ہتھیار باندھ کر بنو ہاشم کے پاس گئے اور ان کو وہاں سے نکال لائے۔ یہ دس ۱۰ نبوت کا واقعہ ہے۔ شعب ابی طالب سے نکلنے کے چند روز بعد اور نماز فرض ہونے یعنی واقعہ معراج سے قبل ۱۰ رمضان ۱۰ نبوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پینسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔ یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسم نے حجون میں ان کو دفن کیا۔ خود قبر میں اترے۔ تین دن بعد ابوطالب بھی فوت ہو گئے اِن دونوں کی وفات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کو غم کا سال قرار دیا۔۔۔۶

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آنے کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک سے چھ بچے پیدا ہوئے۔ چار صاحبزادیاں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا' حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا' حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور تین صاحبزادے حضرت طیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' اور حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔۔۔۷

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی فضیلتوں کی مالک تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے تولد ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کی مالی قربانیوں' ایثار نفس اور زرّیں مشوروں کی وجہ سے عمر بھر یاد فرماتے رہے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ خُدا کی قسم خدا نے ان سے بہتر بیوی مجھے نہیں دی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُس وقت ایمان لائیں جب لوگ مجھے جھٹلاتے تھے۔ اور انہوں نے اقامتِ دین کے لئے مال دیا جب لوگ مجھے مال دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ جب تیرا کوئی معین و مددگار نہ تھا اُس وقت انہوں نے اقامتِ دین میں میری مدد کی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اپنے زمانے کی تمام عورتوں میں سب سے افضل مریم بنت عمران ہیں اور تمام عورتوں میں سب سے افضل حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد ہیں۔ وکیع نے آسمان و زمین کی طرف اشارہ کر کے بتایا (شرح صحیح ۶۱۴۹)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ بنت خویلد کو جنت میں ایک گھر کی بشارت دی (شرح صحیح مسلم 6154)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں سے مجھ کو کسی پر ایسا رشک نہیں آیا جیسا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر آتا تھا۔ میں نے ان کا زمانہ نہیں پایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی کوئی بکری ذبح کرتے تو فرماتے۔ اس کو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلوں کے پاس بھیجو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں ایک دن میں نے غصّہ سے کہا بس خدیجہ ہی ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس کی محبّت عطا کی گئی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ۶۱۵۶)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کی وفات تک دوسری شادی نہیں کی (شرح صحیح مسلم ۶۱۵۹)

کتب برائے حوالہ جات

۱۔ مسلمانوں کی مائیں۔ ۲۔تذکار صحابیات۔ ۳۔سیرت رسول عربی۔ ۴۔سیرت سید لولاک۔ ۵۔نیک بیبیاں۔ ۶۔ہفت روزہ نظریہ پاکستان۔ ۷۔مختصر اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۸۔معارج النبوت ۹۔مدارج النبوت۔

حوالہ جات

1- شرح صحیح مسلم جلد نمبر6 از علامہ غلام رسول سعیدی 1000

2- ہفت روزہ نظریہ پاکستان 12- مئی 1990ء

3- تذکار صحابیات از طالب الہاشمی ص 40 تا 41

4- ماہنامہ نور اسلام شرقپور شریف اپریل 1998ء ص 46

5- مدارج النبوت جلد نمبر2 از شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص 43 تا 44

6- مختصر اردو دائرہ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب گاہ لاہور' ص 325

7- نیک بیبیاں از خواجہ محمد اسلام ص 92 تا 93

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

(طوفانی دور میں سفینہ اسلام کے بہترین ناخدا)

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

حضرت علیؓ ابن ابی طالب۔ خاندان بنو ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ آپؓ کے والد حضرت ابو طالب نے نبی اکرم ﷺ کی پرورش فرمائی تھی بچوں میں حضرت علیؓ سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپؓ اکثر نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تبلیغی دوروں پر تشریف لے جاتے۔ ہجرت مدینہ کے وقت آپؓ کو حضور اکرم ﷺ نے اپنے بستر پر لٹایا تھا۔ ۲ھ میں آپ کی شادی خاتون جنت حضرت فاطمہؓ سے ہوئی۔ آپ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ آپؓ کا ایک خاص کارنامہ خیبر کی فتح ہے۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے تین دن بعد تک مدینہ منورہ میں سراسیمگی چھائی رہی۔ آخرکار مہاجرین کی جماعت جس میں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے۔ آپؓ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ خلیفہ کا انتخاب ضروری ہے۔ آپ نے جواب دیا:

"مجھ کو اس کی حاجت نہیں"۔

بڑے اصرار کے بعد آپؓ مانے اور مسجد نبوی میں اجتماع عام ہوا اور بیعت ہوئی۔

حضرت علیؓ کے دور مبارکہ میں آپ کو کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مثلاً" قصاص عثمانؓ" کا مطالبہ، جنگ جمل وغیرہ۔ لیکن آپؓ نے تمام مشکلات کا مقابلہ کیا۔ ۶۵۶ء میں مدینہ سے کوفہ دارالخلافہ منتقل کیا۔ ۳۷ھ (بمطابق ۶۵۷ء) آپ کے دور مبارکہ میں ہی جنگ صفین لڑی گئی۔ جنگ نہروان بھی آپ کے دور میں لڑی گئی۔

آپؓ علم و فضل کا سمندر تھے۔ آنحضرت ﷺ کا مشہور ارشاد ہے۔ انا مدینۃ العلم و علی بابھا "میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں"۔ آپؓ فقہ کے امام تھے۔ عبداللہ بن مسعودؓ جن کے فتاویٰ پر حنفی فقہ کی بنیاد رکھی گئی ہے آپؓ ہی کے فیض یافتہ تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "علیؓ رات کو اللہ کے حضور کھڑے ہونے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے ہیں"۔

جنگ خندق کے موقع پر ابن عبدود کو قتل کیا جو ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا اور

خیبر کا قلعہ فتح کرنا آپ کے دلیرانہ کارنامے تھے۔

حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی "(سیرت النبیؐ میں) فرماتے ہیں:

"رسول اللہ قباء ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت علیؓ بھی مکّہ کی امانتیں ادا کر کے آ گئے اور قباء میں رسول اللہ سے ملے۔ حضرت علیؓ چونکہ پیدل آئے تھے اس واسطے بہت تھک گئے تھے اور ان کے پیروں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ تھکن کی وجہ سے قباء کے قریب بیٹھ گئے آگے نہ بڑھا گیا۔ جب رسول اللہ کو معلوم ہوا کہ علیؓ آئے ہیں اور بہت تھک گئے ہیں تو آپؐ خود تیزی کے ساتھ حضرت علیؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو سینے سے لگایا اور جب دیکھا کہ حضرت علیؓ کے پاؤں چھالوں سے بھرے ہوئے ہیں تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ (خلاصہ سیرت النبی، صفحہ ۸۵)

غزوہ بدر میں حضرت حمزہؓ کا عتبہ سپہ سالار سے مقابلہ ہوا اور عتبہ کا بیٹا ولید حضرت علیؓ سے لڑا۔ حضرت حمزہؓ نے عتبہ کو مارا اور حضرت علیؓ نے ولید کو مار ڈالا۔ لیکن عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کر دیا تو حضرت علیؓ نے دوسرا ہاتھ شیبہ کے ایسا مارا کہ وہ بھی دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔

غزوہ اُحد کے موقع پر کفّار کے علم بردار نے طنزاً" حضرت علیؓ کی طرف متوجّہ ہو کر کہا کہ ہے کوئی مسلمان جو میرے مقابلے میں آئے اور مجھ کو جہنم میں بھیجے یا خود میرے ہاتھ سے جنّت میں جائے۔ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر فرمایا۔ ہاں! میں ہوں۔ یہ کہہ کر ایسی تلوار ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔

غزوۂ اُحد میں صرف گیارہ مسلمان رسول اللہؐ کے قریب رہ گئے جن میں حضرت علیؓ بھی تھے۔ حضرت علیؓ اس وقت اپنی ذوالفقار تلوار کو اس طرح چلاتے تھے کہ دشمن قریب نہ آ سکتے تھے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر رسول اللہؐ نے اپنا عمامہ مبارک حضرت علیؓ کے سر پر باندھا اور اپنے ہاتھ کی تلوار ان کو دی اور فرمایا۔ "جاؤ۔ میں نے تمہیں خُدا کے سپرد کیا۔ تم عرب کے بہت بڑے تجربہ کار سردار سے لڑنے جاتے ہو مگر آسمان پر تمہارا ایک مددگار ہے جو سب سے بڑا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے"۔ کافر ابن عبدود نے حضرت علیؓ پر وار کیا اور اس کی تلوار نے سپر کو کاٹ ڈالا اور حضرت علیؓ کی پیشانی پر گہرا زخم آیا۔ آپؓ نے پینترہ بدلا اور ابن عبدود پر حملہ آور ہو کر اُس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ جب حضرت علیؓ ابن عبدود وغیرہ کو قتل کر کے رسول اللہؐ کے

پاس تشریف لائے تو اس وقت پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ کپڑے خون سے تر تھے۔ رسول اللہؐ نے آپ کو سینے سے لگا لیا اور ارشاد فرمایا۔

"تیرا خون میرا خون۔ تیرا گوشت میرا گوشت۔ تیرا آج کا کام قیامت تک ہر مسلمان کے کام سے بڑھ گیا کہ تو نے مایوسی کے وقت اسلام کی لاج رکھی"۔

فتح خیبر: خبر ملی کہ خیبر کے یہودی مدینہ منوّرہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں تو رسول اللہؐ نے مسلمانوں کی حفاظت اور بچاؤ کے لئے پہلے سولہ سو مسلمانوں کو ساتھ لے کر خیبر پر حملہ کیا۔ پانچ قلعے آسانی سے فتح ہو گئے مگر ایک قلعہ قموص فتح نہیں ہو رہا تھا۔ ایک دن رسول اللہؐ نے فرمایا۔ میں کل ایسے شخص کو علم دوں گا جس سے اللہ اور رسولؐ محبت کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہے اور فتح اسی کے ہاتھ پر ہو گی۔ یہ بشارت سُن کر تمام مسلمان خوش ہوئے۔ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ اس شوق میں رات بھر نہیں سوئے۔

صبح ہوئی تو حضرت علیؓ کو بلایا گیا۔ آپ کی آنکھیں دُکھ رہی تھیں۔ آپؐ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا اور ایک علم ان کو دیا جس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی چادر مبارک کا پھریرا تھا اور فرمایا۔ جاؤ یہ قلعہ فتح کرو۔ حضرت علیؓ نے فوراً "تعمیل کی۔ آپؓ کامیاب ہوئے اور آخر خیبر کے تمام قلعے مغلوب ہوئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علالت کے زمانہ میں حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ بھی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور تیمارداری کرتے تھے۔

حضرت علیؓ کی زندگی کے جو مختصر واقعات درج کئے اس سے ان کی شجاعت اور اسلام کے لئے جذبہ ایثار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت علی کی شہادت: جنگ نہروان کے بعد تین خارجیوں نے بیک وقت حضرت علیؓ حضرت امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ عبدالرحمٰن ابن ملجم نے حضرت علیؓ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ حضرت علیؓ ۱۷ رمضان المبارک کو صبح کی نماز کے لئے گھر سے نکلے تو اس نے آپؓ پر ایک زہر آلود خنجر سے اچانک حملہ کیا۔ آپؓ کی آواز سنتے ہی لوگ اکٹھے ہو گئے اور ابن ملجم کو گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت علیؓ زہر آلود خنجر کی تاب نہ لا سکے اور ۲۰ رمضان المبارک ۴۰ھ کو جام شہادت نوش فرما گئے۔ آپؓ نے ابن ملجم کے بارے میں نصیحت فرمائی کہ اسے قصاص میں قتل کر دیا جائے لیکن ایک وار کے بدلے میں صرف ایک ہی وار کیا جائے۔

حضرت علیؓ سے آخری وقت میں پوچھا گیا۔
"آپؓ کے بعد حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں؟"۔
آپؓ نے فرمایا۔ "تم کو نہ اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے روکتا ہوں۔ تم لوگ اس کو بہتر سمجھتے ہو"۔
ولیم میور اپنی کتاب میں رقم طراز ہے۔ "حضرت علیؓ نے چار سال اور ۹ ماہ تک خلافت کی لیکن آپؓ کا دور خاصا ہیجان انگیز تھا۔ آپؓ اسلام کے اوائل میں اسلام کے ایک مشہور اور قابل داد ہیرو تھے"۔
مشہور مورخ L. V. Vaglieri دی کیمبرج ہسٹری آف سلام کی جلد اول کے صفحہ ۷۲ پر لکھتا ہے۔
"جس دن سے حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ مسلمان قوم متحد نہ رہ سکی۔ اس بدنصیب دن سے آج تک مسلمان امہ تین مذہبی اور سیاسی گروہوں میں بٹ گئی۔ حضرت امیر معاویہؓ کی پارٹی اور اس کے پیرو۔ ۲۔ شیعان علیؓ ۳۔ خوارج۔
آر۔ اے۔ نکلسن اپنی شہرہ آفاق کتاب اے لٹریری ہسٹری آف دی عربس میں لکھتے ہیں۔
"حضرت علیؓ کئی محاسن اور خوبیوں کے مالک بھی تھے۔ آپؓ ایک دلیر جنگ جو، ایک دُور رَس اور عاقل مشیر، سچے دوست اور ایک سخی دشمن تھے (اپنے دشمنوں سے بھی سخاوت فرماتے تھے)"۔ (صفحہ ۱۹۱)
پروفیسر نکلسن ابن ملجم سے آپؓ کے حسن سلوک کی تائید کرتا ہے۔
محمد علی اپنی کتاب Early Chaliphate میں لکھتا ہے کہ شہادت کے وقت حضرت علیؓ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ وہ حضرت علیؓ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتا ہے:

In point of knowledge and daring, however, he proved the best possible pilot for the bark of Islam in those stromy days.

"جہاں تک علم اور شجاعت کا تعلق ہے، حضرت علیؓ نے ان طوفانی ایام میں سفینۂ اسلام کا ایک بہترین پائلٹ بن کر خدمت کر کے حق ادا کر دیا"۔
اگر خلافت کے کسی حصے میں عوام کو تکلیف پہنچتی تو لبیک کہہ کر ان کی تکلیف کا ازالہ فرماتے۔ لیکن حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کی طرح حضرت علیؓ نے بھی اپنی حفاظت کے لئے نہ کوئی پولیس کا محافظ نہ ہی فوج کا کوئی محافظ رکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ

تحفہ رمضان المبارک

مرتبہ :

محمد نعیم اللہ خاں قادری

بی ایس سی بی ایڈ/ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

ناشر :

فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموں کے ضلع گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبرکات عالمی مبلغ اسلام

حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی صدیقی علیہ الرحمۃ

(خلیفۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ)

مرتبہ: محمد نعیم اللہ خاں قادری

(بی ایس سی، بی ایڈ، ایم اے اردو، پنجابی، تاریخ)

ناشر:

فیضان مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کاموں کے ضلع گوجرانوالہ



ملنے کا پتہ

صراط مستقیم پبلیکیشنز، کیسٹ اینڈ سی ڈی سنٹر

5-6 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور

042-37115771 0321-9407699